مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ

چشمۂ حیات

سوانح مولٰنا محمد بخش گورمانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۴۱ھ

حصہ اوّل

جس میں آپ کی درویشانہ اور زاہدانہ زندگی کے عجیب وغریب واقعات، قومی وعلاقائی رسم ورواج، انگریزی قانونِ وراثت اور عدالتوں کے خلاف آپ کی کوششیں، احیائے شریعت کے سلسلہ میں آپ کی حکمت عملی اور مساعی جمیلہ، آپ کے ہاتھوں محکمہ قضائے شرعیہ کا انعقاد، آپ کے اسلامی جرأت وحمیت کے چھوڑے ہوئے نقوش، طالب علمی سے وفات تک کی عبرت آموز زندگی کے حالات درج ہیں

مرتب وجامع

محمد عیسیٰ گورمانی تونسوی مفتی و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر: شعبہ نشر واشاعت دار العلوم محمدیہ لیتہ سٹری جنوبی (تونسہ ڈیرہ غازیخان)

بار اوّل - - - - - - - - - - ایک ہزار
مرتب وناشر - - - - - - - - - - محمد عیسٰی گورمانی
کتابت - - - - - - - - - - محمد غازی تونسوی
مطبوعہ - - - - - - - - - -
قیمت - - - - - - - - - -

ملنے کے پتے

(۱) دار العلوم محمدیہ لتڑی جنوبی ڈاکخانہ ٹبی قیصرانی تحصیل تونسہ ڈیرہ غازیخان
(۲) مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ۔
(۳) جامع مسجد مجددیہ دیوبندیہ۔ مجددیہ کالونی گکھڑ (گوجرانوالہ)
(۴) قاضی شمس الدین دار العلوم عبیدیہ نقشبندیہ ڈیرہ غازیخان۔
(۵) مکتبہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال۔
(۶) حافظ ولی محمد صاحب مدرسہ اشاعت القرآن والحدیث نوشہرہ سانسی۔ گوجرانوالہ

فہرست حصہ اوّل

باب اوّل

باب دوم۔ ولادت اور تعلیم و تربیت

باب سوم۔ تقویٰ و پرہیز اور اسوۂ حسنہ

باب ہفتم ـ وفات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

بارہا اس خیال نے میرا عیش و آرام مکدر کر دیا اور پریشانی نے مجھے دیگر مقاصد سے پیچھے ہٹایا کہ اپنے اسلاف سے جو بارِ امانت میرے سپرد کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے پورے کرنے کا داعیہ میرے دلِ مضطرب میں ڈال دیا ہے میں اس کے پورے کرنے میں کیوں قاصر رہا ہوں بظاہر یہ آسان کام تھا لیکن میرے دل پر اس کا رعب چھایا ہوا تھا میرا حوصلہ نہیں پڑتا تھا کہ میں کیسے اس بوجھ کو اٹھا سکوں گا۔ لیکن جب دیکھا کہ اگر کچھ زمانہ اور غفلت سے کام لیا گیا تو پھر کبھی یہ کام نہیں ہوگا پورا نہ سہی ادھورا سہی، جو کچھ اپنی طاقت ہے اسے پردہ غیب سے لا کر منظرِ عام پر رکھ دوں۔ ہو سکتا ہے آئندہ چل کر کوئی باہمت اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا دے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ میرے لئے پوری قوم اور عام اہل اسلام کے لئے اس کوشش کو مرقع عبرت بنائے آمین۔

۱۹۵۶ء میں جب کہ میں زیر تعلیم تھا اس سلسلے کا ایک مسودہ تیار کیا بہت سے احباب نے اسے پسند کیا۔ وہ بزرگ جو صاحب سوانح کی زندگی کے حالات کے اثر سے اپنے اندر ایک موجزن عشق رکھتے تھے ان کے دل باغ بہار ہو گئے۔ کچھ احباب نے یہ بھی کہا کہ اس عبارت کو بدلا نہ جائے اس میں جو جذبہ اور کشش ہے وہ عبارت آرائی سے کہیں بڑھ کر ہے۔ لیکن عام فائدے کے لئے ضروری تھا کہ مسودے کی از سرِ نو ترتیب و تہذیب کی جائے اور سابقہ عبارات کے احساسات کو باقی رکھا جائے۔

وما توفیقی الا باللہ

محمد عیسیٰ عفی عنہ
[illegible]

بائیس سال پہلے

آج سے بائیس سال قبل ۱۳۷۰ھ میں جو عبارت میں نے مقدمے میں لکھی تھی اس کا

انداز ان جملوں میں مطالعہ فرمائیں۔

"مولانا ممدوح کو اللہ جل شانہ نے دنیا وما فیہا سے طبعاً مستغنی کر دیا تھا اور تمام تر صعوبتیں

جو غیر خدا سے مرعوب ہو کر شیر دل شخص کا استقلال اور عزم کھو دیتی ہیں ان مشکلات سے اللہ

تعالیٰ نے آپ کو اپنی خشیت و رضا، وعد اور وعید کے ذریعہ محفوظ رکھا۔ پھر ہر میدان وہر مرحلے

میں سرفراز کیا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا کا کام لیا اور آپ کی حیات

وممات کو آب حیات بنایا تاکہ اس میدان کے طلبگاران حق کا رشک ابھر آئے، جدت اور اخلاص

پیدا ہو۔ ؎ خواہی کہ روشن شود احوال سر عشق

از شمع پرس قصہ ز باد صبا مپرس

صاحب تذکرہ کا مقام وہ ہر دلعزیزی جس ہستی کے بارے میں ہم کچھ لکھنا چاہتے ہیں پچاس

سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ وہ عین عالم شباب میں اس وقت اپنے ان ہمنوا بزرگوں کو

الوداع کہہ گئی جب وہ آپ کو اپنی جان ومال اور اولاد سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے وہ بالآخر

پہچان گئے تھے کہ ہمارا یہ ہونہار جس جرأت وبے باکی اور بے لوث جذبے سے شریعت کی طرف ہماری

رہنمائی کر رہا ہے اس وقت ہمارے لئے اس جیسا ہادی اور ناصح ہمارے علاقے میں تو کیا پوری

دھرتی میں نادر ہے۔ وہ بزرگ آپ پر خون کے آنسو روئے وہ زندگی کی دوسری منزل (قبر) کو

بہشت بریں سمجھ رہے تھے۔ اپنی متاع عزیز کو گم کرنے کے حساس ہوئے گردش فلک نے انہیں

کہاں بھٹک دیا ہے۔

؎ افسوس عالم ربانی بگذشت سرمایہ عمر جاودانی بگذشت

آپ کے ہمنوا ساتھی جن کو قدرت نے آپ کے ساتھ سچے عشق اور حقیقی محبت سے

بہرطور کیا تھا جو زندگی کے شب و روز آپ کی صحبت میں بسر کر چکے تھے وہ ایک حقیقی مربی سے محروم ہو گئے اور اپنے آپ کو بے وارث سمجھنے لگے جب وہ آپ کے ساتھ مل بیٹھنے کو یاد کرتے ہیں اور آپ کی باتوں کو نقل کرنے لگتے ہیں تو ناامیدی اور غم سے بھر جاتے ہیں۔ ؎

وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں　　اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

حسرت ہے تو اس پر کہ ان پڑھ دیہاتیوں نے تاریخ و رجال کی کون سی ڈگری کا سارٹیفکیٹ حاصل کیا ہے جو آپ کی سیرت و عادات، آپ کی طبیعت کی نزاکتوں کو تقاضائے حال کے مطابق سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں گویا کہ مولانا کی نسبت ان کو درجہ فنا حاصل ہے۔ ؎

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے　　ہستی میری مٹا دے خاکی بے جان کر دے

دراصل یہ اس ہستی کے ان مٹ نقوش تھے جنہیں کاغذ اور کتاب کی بجائے دل و دماغ میں جگہ ملی تھی وہ ہستی جو سنت نبوی کا ہو بہو نمونہ تھی ان کی جلائی ہوئی شمع کے مقابلے میں اس دنیا کی بقا ہے، ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد　　چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

تاریخ کی اہمیت

افسوس کہ اسلاف کی زندگیوں کے نقش و نگار ہماری آنکھوں کے سامنے گھومتے پھرتے کیسے گم ہو گئے ہیں کہ آج ہم ان کے متعلق ایک واقعہ کی بھی لب کشائی نہیں کر سکتے۔ کتنی باتیں قابل تقلید نمونہ تھیں جن کی یاد ہمارے حافظہ میں نہیں رہی اگر ہر دور میں اس چیز کا اہتمام کیا جاتا تو بزرگ ہستیوں کے جوامع آرا و افکار سے ہمیں تشنہ لبی نہ ہوتی لیکن ہمارے بڑے بڑے اصحاب تصنیف و تالیف جن کی کتب ہمارے لئے علمی و عملی سرمایہ حیات ہیں۔ ان کے حالات تو کجا ان کے مولد و موطن اور ان کی زندگی کی نشیب و فراز سے ہم یکسر ناآشنا ہیں نہ تو خود انہوں نے اس سلسلہ کو جنبانی کیا۔ شاید خود اپنے متعلق اس کی ضرورت نہ سمجھی ہو اور نہ ہی ربع صدی نصف صدی، پون صدی ان سے رشد و ہدایت کا سبق لینے والوں کو اس کی توفیق ہوئی کہ اپنے محسنین کا دوسری دنیا سے بھی تعارف کرائیں وہ اپنے بزرگوں کی یادوں اور ان کے اسوۂ حسنہ کو اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

زمانہ نہایت عجلت اور چالاکی سے اپنی منزلیں طے کر رہا ہے اور اہل زمانہ کے مسودے کو نذر آتش کر رہا ہے۔ جہاں صدیوں بعد عہ ذکریٰ حبیبٍ ومنزلِ۔ محبوب اور اس کے بسیرے کی یاد میں حساس دل شاعر آکر رویا کرتے تھے۔ آج کے دور میں چند سال اور چند ماہ میں ایسے نشانات صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے ہیں اور نہایت تیزی سے مٹ رہے ہیں گویا ان کا کوئی ماضی نہیں ہے۔ فیا أسفا۔ ایک مصری فاضل تاریخ کی اہمیت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔ وکان الغرض مِنَ عِلمِ التَّارِیخِ المَوعِظَۃُ وَالاِعتِبَارُ وَکَانَ اَھلُ الاِسلَامِ عُمُوۡمًا لَاسِیَّمَا اَھلُ ھٰذِہِ الزَّمَانِ اَولٰی بِالمَوعِظَۃِ حَتّٰی یَقتَدُوۡا بِسَلَفِھِم لِاَنَّھُم قَد نَسُوۡا مَا کَانَ عَلَیہِ السَّلَفُ الصَّالِحُ مِنَ الخِلَالِ الطَّاھِرَۃِ بِالاَخلَاقِ الفَاضِلَۃِ الخ (مقدمہ مطبع فتوح البلدان)

ترجمہ: علم تاریخ کی غرض و غایت نصیحت و عبرت حاصل کرنا ہے اور اس دور کے لوگ خصوصاً وعظ و تذکیر کے زیادہ محتاج ہیں کیونکہ انہوں نے سلف صالحین کی پاکیزہ خصلتوں اور عمدہ سیرتوں کو فراموش کر دیا ہے۔ ع

مقصود اہل ذوق ز ذکر گذشتگاں ‌‌ ‌ تنبیہ عبرت است چہ مسکین چہ پادشاہ

اسم گرامی اور نسب

ہمارے موصوف فاضل اجل حق و باطل کے مابین فاصل، متوکل علی اللہ، مجاہد دین متین، مجدد آئین شریعت حضرت مولانا محمد بخش گورمانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بخششیں آپ کے ذرے ذرے پر سایہ فگن ہوں دنیا میں آپ کے نیک آثار اور اعمال خیر کے نمونے خلق خدا کی راہنمائی کے لئے باقی رہیں اور قیامت کے دن ذخیرہ نجات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا وسیلہ ثابت ہوں آمین ثم آمین کیوں نہ ہو جب کہ آپ سنت کے پیروکار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے۔ دین حق کے پابند ایسے کہ راہ حق بتا کر سب سے پہلے خود اس پر چلنے والے تھے علم اور عمل دونوں طریقوں سے اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دینے والے تھے رسم و رواج اور علوم دینیہ کے بہت بڑے دشمن تھے گویا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مقصد کے لئے پیدا فرمایا اور جب وہ ابھی

زم اور علاقے پر حجت پوری کر چکے ان کو حق و باطل کا پتہ چل گیا لوگوں کے پاس حق پر نہ چلنے اور اپنے آبا و اجداد کے غلط طریقوں اور دیگر رسم و رواج کو نہ چھوڑنے کا عذر اور بہانہ باقی نہ رہا تو اللہ تعالےٰ نے شروع جوانی میں آپ کو اپنے پاس واپس بلا لیا۔ آپ کے نام سے تفائل لیتے ہوئے ہم بھی یہی دعا کرتے ہیں کہ ہمیں بھی یا اللہ بطفیل محمد۔ بخش۔ آمین۔

آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے

(مولانا) محمد بخش ولد خان محمد خان ولد قطب الدین خان ولد راضی خان ولد محمد خان ولد حمید خان ولد عیسیٰ خان ولد جند خان ولد سردار خان۔

آپ کی والدہ ماجدہ بختاں مائی دختر محمد حسین خان ولد عثمان خان ولد علی خان ولد نور خان ولد حبیب خان ولد عیسیٰ خان ولد جند خان ولد سردار خان۔

ہماری گورمانی اقوام تین چھوٹی آبادیوں میں منقسم ہوتی ہے۔ لتڑی جنوبی، جنوبی بستی، چاہ گوگن والا۔ لتڑی جنوبی کو مرکز کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ حضرت مولانا موصوف کا خاندان اسی میں رہائش پذیر تھا۔ لتڑی جنوبی میں باشندگان قوم گورمانی کا شجرہ نسب درج ذیل ہے یہ شجرہ ہمارے مہربان شیخ عبداللہ مرحوم و مغفور جن کے طفیل گویا یہ سوانح مرتب کی ہے مجھے اپنی یادداشت حافظہ سے املا کرایا۔ جب جناب خیر محمد خان مرحوم ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۰ء ضلعی دفتر سے ۱۹۰۰ء کی بندوبست ثالث خاندان قوم بلوچ گورمانی لائے تو میں نے شیخ عبداللہ کے املا کردہ شجرہ کو اس کے مطابق پایا۔ فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ فی الدنیا والآخرۃ

خاندان علی خان ولد نور خان

سردار خان

حنبدو خان

عیسیٰ خان

حبیب خان — ۲ حمید خان

نور خان

۱ موسیٰ خان — ۲ علی خان — ۳ فتح خان

احمد خان

عثمان خان

محمد حسین خان — خان محمد خان — حسن خان

میاں عبداللہ

۱ قادر بخش خان — ۲ احمد خان

علی خان — محمود خان — ۱ احمد خان — محمد خان

غلام حسن خان — احمد خان — غلام حیدر خان

گامن خان — قادو خان — احمد خان — اللہ بخش خان

شیر محمد خان

۱ نور محمد خان — ۲ محمد یار خان

۱ فیض اللہ خان — ۲ غلام محمد خان

اللہ بخش — بہادر خان — غلام رسول خان — محمد بخش خان — امام بخش خان

خاندان فتح خان ولد نور خان

صالح خان — حبیب خان

کوڑا خان | مہر خان | حیدر خان

۱ فتح خان | ۲ محمد بخش خان | ۳ کریم بخش خان

سردار خان ثانی | غلام علی خان | اللہ داد خان | امام بخش خان

۱ شیر محمد خان | نور محمد خان | عبداللہ خان | خالقداد خان

۱ خیر محمد خان | ۲ حیدر خان | ۳ موسیٰ خان
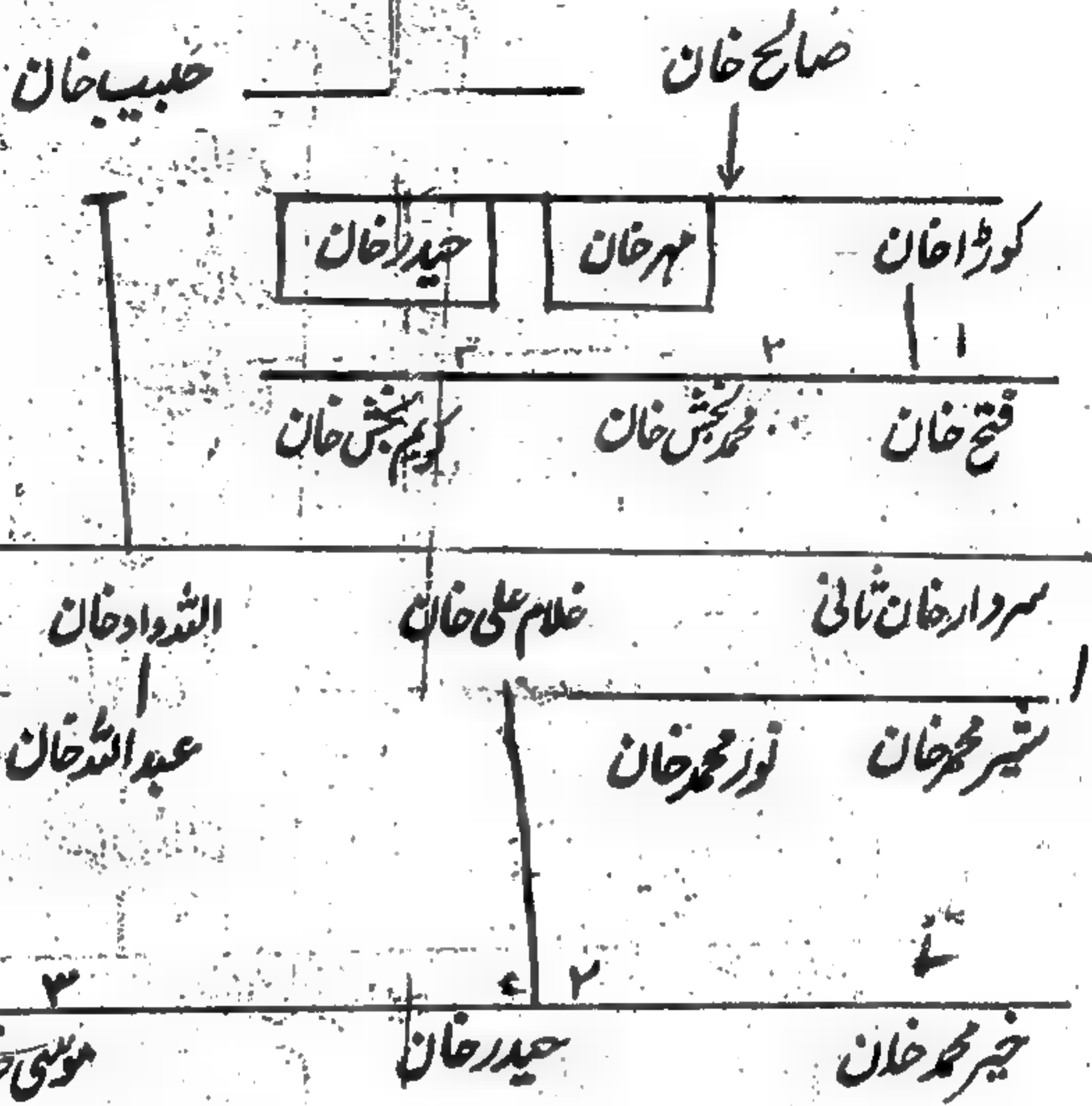
مولانا کے رشتہ دار

۱۔ آپ کے بھائی لال خان نے گوہراں دختر اللہ بخش خان ولد محمد حسین خان سے نکاح کیا جن کے بطن سے ایک لڑکا ہوا۔ لال خان کی بیماری کے کچھ روز بعد زبان بند ہوگئی۔ شاعر تھے اپنے احساسات لکھ دیا کرتے تھے مولانا کی وطن کی طرف آمد سے قبل عالم شباب میں فوت ہوگئے۔ لال خان کی وفات کے بعد ان کا ننھا بچہ بھی فوت ہوگیا۔

۲۔ آپ کی ہمشیرگان بھی آپ کی وطن کی طرف آمد سے قبل فوت ہو چکی تھیں۔ آپ کی ہمشیرہ مائی جاجاں زوجہ ولی خان ولد محمد خان کے بطن سے آپ کا بھانجا فتح خان اس کی بہن مائی جنت اور مائی زینب موجود تھیں۔ دوسری ہمشیرہ مائی نوراں زوجہ مرید خان ولد خان محمد کے بطن سے محمد خان موجود تھے۔

۳۔ پھوپھیاں، خاتو مائی زوجہ خان محمد ولد حیدر خان، جنتاں زوجہ محمد خان ولد حیدر خان۔

۴۔ آپ کے نانا محمد حسین خان ولد عثمان خان ہیں۔ نانی صاحبہ مائی سبھائی ہے۔ ماموں احمد خان اللہ بخش خان، گاموں خاں، کادو خان،

حلیہ اور سیرت

قد و قامت متوسط، جسامت مناسب، گندمی رنگ، کھلا چہرہ، گھنی ڈاڑھی، سر کے بال منڈانا پسند تھے، موٹی آنکھیں، ہنس مکھ مزاج لباس قمیص و تہبند، سر پر پگڑی۔ مزاج میں خوش طبعی بھری ہوئی تھی مجلس میں بیٹھے اپنے ساتھیوں میں ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ لیکن جوں ہی خلاف شرع بات دیکھ لیتے آنکھیں غصہ سے بھر جاتیں۔ چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہو جاتے اور آواز میں گرج پیدا ہو جاتی۔ مخاطب اور حاضرین پر ہیبت چھا جاتی۔ اس پر تذکیر کا رنگ غالب ہوتا۔ خدا یاد دلاتے اور شریعت پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتے کوئی شخص قوم کا سردار ہوتا یا وڈیرہ اس وقت آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہیں کر پاتا تھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں لکھا ہے کہ آپ اپنے صحابہؓ کے ساتھ بیٹھے ہنس رہے ہیں تعجب کی باتوں پر تعجب فرما ہو رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا سے پردے میں بیٹھی کنواری لڑکی کو کیا نسبت ہے مگر جب کسی چیز پر ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا تو فوری طور پر

چہرۂ انور پر اس کے آثار نمایاں ہو جاتے۔ سرخی سے گویا آپ کے چہرہ میں انار کا پانی نچوڑ دیا گیا ہے مجلس میں بیٹھے ہوئے اصحاب سر کو جھکائے ایسے متأدب نظر آتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔

پیغمبر کی ذات اقدس کا جب ایک سچے امتی اور حقیقی وارث پر پرتو پڑتا ہے تو وہ ایسے ہوتا ہے جیسے مولانا موصوف کی ذات والا صفات تھی۔ یہ شان و شوکت کس نے عطا کی تھی؟ یہ رتبہ بلند کیسے ملا؟ علم و حکمت میں بچپن و جوانی کی علیش قربان کردی پھر جو کچھ سیکھا محض خدا کے لئے۔ کمال حاصل کر کے بھی سب کچھ اسی کی راہ میں صرف کردیا نہ اپنے لئے کچھ کرنے کا ارادہ تھا اور نہ ہی کچھ کیا حتی کہ جان جان آفرین کے سپرد کردی، خدا تعالیٰ نے بھی آپ کے ارادے اور عمل کو قبول کر لیا آپ نے اپنے بعد بزرگوں سے پائی ہوئی زمین وغیرہ کے سوا اور کوئی دنیاوی جائیداد نہیں چھوڑی اور نہ ہی خاندان رکھتے تھے تنہا وہ فرحاں بارگاہِ ایزدی میں تن تنہا پیش ہو گئے ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی — حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ایک اعرابی بصرہ میں آیا اور پوچھا مَنْ سَيِّدُ هٰذَا الْمِصْرِ؟ (اس شہر کے سردار کون ہیں؟) لوگوں نے کہا حسن بصری۔ پھر اس نے سوال کیا فیما ساد اھلہ؟ (کس وجہ سے وہ سردار بن گیا) تو جواب ملا۔ اِسْتَغْنٰى عَمَّا فِي اَيْدِيْهِمْ مِنْ دُنْيَاهُمْ وَ احْتَاجُوْا اِلٰى مَا عِنْدَهٗ مِنْ اَمْرِ دِيْنِهِمْ۔ فَقَالَ الْاَعْرَابِيُّ لِلّٰهِ دَرُّهٗ هٰكَذَا فَلْيَكُنِ السَّيِّدُ حَقًّا۔ (ترجمہ مال و اموال کی وہ دولت جو لوگوں کے پاس تھی اس سے آپ نے بے پرواہی برتی اور لوگوں کو دین کے بارے میں ان کی طرف احتیاج کرنی پڑتی تھی وہ آپ کے محتاج ہو گئے۔ تو اعرابی نے کہا سردار کو ایسے ہی اوصاف کا مالک ہونا چاہیئے۔

(مناقب الحسنؒ لابن الجوزیؒ)

کے نام مجھے دیکھے ہیں بایں عنوان۔

"میرے پیارے ماموں جان میاں عبداللہ صاحب"

مظاہر علوم سہارنپور میں مولانا کا داخلہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں ہوا۔ اسی سال تکمیل کی۔
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی خُلّد ظلالہ علی رؤس العالمین ارشاد فرماتے ہیں۔

"ابوداؤد شریف میرے والد صاحبؒ کا خاص سبق تھا جو میرے حضرت مولانا خلیل احمد قدس سرہ کے زمانے میں بھی اہتمام سے میرے والد صاحب کے پاس ہوتا تھا۔ شوال ۱۳۳۳ھ میں حضرت قدس سرہ حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کی معیت میں حجاز کا مشہور و معروف معرکۃ الآراء سفر کیا۔ جس میں کابل کی طرف سے آکر ہندوستان پر حملہ کا منصوبہ بنایا گیا تھا اور اس کے قصے اب تو مشہور و معروف ہو چکے ہیں" (آپ بیتی ص۸۸)

محدث سہارنپوریؒ کے بار بار اصرار سے نائب الرشید و الخلیل مولانا یحییٰ کاندھلویؒ کا ۱۳۱۸ھ جمادی الاولیٰ میں مظاہر علوم سہارنپور میں مستقل قیام عمل میں آیا۔ لہذا مولانا نے آپکی خدمت میں تکمیل کی۔

"بخاری شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف اور نسائی شریف میں آپ شیخ تھے۔ مسلم شریف اس وقت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ کے پاس پہلی دفعہ ہوئی۔ اور ابن ماجہ شریف مولانا ثابت علی صاحب کے پاس کئی سال سے ہو رہی تھی" (آپ بیتی)

باب دوم

ولادت اور تعلیم و تربیت

ولادت تقریباً ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۱ء۔ قوم کے ہونہار فرزند اور امام وقت بعہد سردار حال تانیؒ متوفی ۱۹۳۵ء (لتڑی سردار خان (لتڑی جنوبی) میں پیدا ہوئے۔

اس وقت گورمانی قوم کے استاذ فقیہہ دزاہد حضرت مولانا یار محمد صاحب رحمۃ اللہ متوفی ۱۳۶۴ھ کی خدمت اقدس میں گھر میں تعلیم پائی۔ مولانا مرحوم اپنے استاذ کی ایک ہری شاخ تھے جو بعد میں پودے کی صورت میں پرورش پاکر ایک بار آور تناور درخت بن گئے۔ عربی تعلیم صرف و نحو فقہ و میراث وغیرہ لنڈی پتافی تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان میں حاصل کی۔

آپ کی لنڈی پتافی کی علمی تحریرات میں ۱۳۳۱ھ لکھا ہے یہ مولانا کا شباب تھا۔ لنڈی پتافی میں وقت کے فاضل اجل جامع العلوم والفنون حضرت مولانا محمد موسیٰ احمدانی متوفی ۱۹۱۴ء تھے خوب سیر ہو کر بڑے چین اور اطمینان سے ان کی خدمت تحصیل کی۔ دوسرے سال ۱۳۳۲ھ میں بھی وہیں رہے جب آپ نے وادیٔ علم میں قدم رکھا دوبارہ وطن کا رخ نہیں کیا۔ آپ کے خالہ زاد شیخ عبد اللہؒ متوفی ۱۳۸۰ھ (جو اس سوانح کے مرکزی اور بنیادی راوی ہیں) کا بیان ہے کہ مولانا صرف ایک مرتبہ گھر آئے وہ بھی بیمار تھے۔ طالب علمی کا سارا زمانہ سفر میں رہے۔ آپ کے والد ماجد جناب خان محمد خان ۱۹۰۸ء بچپن میں فوت ہو چکے تھے اور بھی کوئی کفیل نہ تھا۔ اس وقت جبکہ ان علاقوں میں جمود تھا دینی علم حاصل کرنا سخت دشوار اور معیوب سمجھا جاتا تھا۔ مدارس کی تنظیم اور طلبہ کی چہل پہل کا یہ زمانہ نہ تھا۔ بایں ہمہ آپ کے جذبہ تحصیل میں کوئی فرق نہ آیا اپنی خداداد قابلیت کو دنیوی جاہ و جلال کے حصول کی بجائے اپنا سارا علمی مہارت و مشاقی میں لگا دیا۔ تا وقتیکہ وہ اپنے وقت کے کامل اور مرجع انام فی جمیع المرام شخصیت بن گئے۔ ؎ کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے۔

راقم الحروف نے آپ کے قیام سہارنپور کے لکھے ہوئے ایک دو خطوط جو میاں عبد اللہ مرحوم

سند فراغ حاصل کرنے کی ہماری کوشش

ہم نے جب ہوش سنبھالا اس سے کافی سال پہلے مولانا مرحوم کا کتب خانہ اجڑ چکا تھا آپ اپنے جدا مجد احمد خان ولد محمد خان گورمانی کے تنہا نرینہ وارث رہ گئے تھے آپ کے بعد آپ کا کوئی خاندانی بھائی بیٹا یا چچانہ تھا اور زندگی کے مستعار ایام میں ابھی اتنی فرصت کہاں تھی کہ قوم کا کوئی فرد آپ کی علمی جانشینی کے قابل بنتا اس لئے ذخیرہ کتب کے لٹ جانے کے ساتھ آپ کی سند یا دیگر دستاویزات کی بازیابی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اسی بنا پر کافی عرصے سے میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے کیوں نہ سند کے لئے لکھا جائے۔ جہاں آپ نے تحصیل تمام کی۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے مورخہ ۲۰ ربیع الاولیٰ ۱۳۹۸ھ سیدی و مولائی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب خلد ظلالہ کی خدمت میں مدینہ طیبہ (باب العوالی مسجد نور) عریضہ ارسال کیا اور اسی تاریخ کو جامعہ مظاہر علوم کے ناظم صاحب کو لکھا کہ سند کے ساتھ ضروری یادداشتیں مہیا فرما کر سرفراز فرمائیں۔

حضرت شیخ کا جواب پہلے موصول ہوا جو تبرکاً بعینہٖ درج ذیل ہے

باسمہ سبحانہ

مکرم و محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون، آپ کا گرامی نامہ پہنچا۔ میں تو اپنے ضعف و پیری اور امراض کی کثرت کی وجہ سے بالکل معطل ہو گیا ہوں اگر سہارنپور ہوتا تو دوستوں سے تلاش کرا کر کچھ لکھوا دیتا آپ کو جو سوالات کرنے ہوں میرا نواسہ عزیزم مولوی شاہد سلمہ جو آج کل مدرسہ میں اسی قسم کے کاموں میں ملازم ہے میرے حوالہ سے آپ اس کو لکھیں کہ فلاں سنین کی روداد یں دیکھ کر آپ کے سوالات کے جواب لکھ دے۔ مجھے تو بہت اہتمام تھا مگر اب تو میں مدینہ آگیا۔ خبر نہیں کتب خانہ کا کیا حال ہوگا۔ عزیز شاہد کو یہ بھی لکھ دیں کہ اگر مدرسہ میں کوئی روداد نہ ملے تو میرے کمرے میں سب رودادیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی سعی کو مشکور فرمائے۔ بڑوں کے حالات جتنے بھی جمع ہو جائیں میرے نزدیک تو بہت اہم ہے

فقط والسلام حضرت شیخ الحدیث۔ بقلم حبیب اللہ مدینہ طیبہ ۲۵ — ۳ — ۷۸

جامعہ سے سند کا موصول ہونا

بار احسان سے عاجز، نہایت تشکر کے طور پر ہم جامعہ کے جملہ اراکین کے لئے سچی اور حقیقی محبت کا اظہار کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء عنا وعن سائر المسلمین۔ آمین۔

کہ محررہ ۳۰ر جمادی الاولی ۱۳۹۸ھ مطابق ۹ر مئی ۱۹۷۸ء دفتر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی الہند سے ۳ صفحات پر مشتمل دستاویز ۲۰ جمادی الاخری مطابق ۲۸ مئی ۱۹۷۸ء موصول ہوئی۔

صفحہ اول پر جامعہ سے ڈیرہ اسمٰعیل خان کے سند فراغ پانے والے علماء کرام کے اسمائے گرامی ہیں۔

صفحہ ۲: تاریخ داخلہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء امتحان میں کامیابی کے معیادی نمبرات بیضاوی شریف اور موطا امام مالک میں سب سے اول نمبرات اور آپ کے رفقائے حدیث میں سے چند خاص کا ذکر خیر۔

صفحہ ۳: آپ کی سند درجہ دوم کی نقل ہے۔ جس میں الشیخ الفاضل کے الفاظ سے آپ کو یاد کیا گیا ہے اور ان کتب کا ذکر ہے جو آپ نے جامعہ میں پڑھی ہیں، پھر اس سند پر جامعہ کے اساتذہ اور مدرسین کے دستخط ہیں۔ لیکن آپ کے شیخ یعنی نائب الرشید والخلیل حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی قدس سرہ جن کی خدمت تحصیل تمام کی کے دستخط نہیں ہیں۔ کیونکہ سند کی تحریر ۱۳۳۴ھ ۲ر ذیقعدہ سے ۴ دن قبل آپ کی وفات ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ کا المیہ پیش آ چکا تھا۔

یہ دستاویز مندرجہ ظاہری باتوں کے علاوہ تاریخ کے طالب کے لئے دیگر کئی ایک سوالات کا حل پیش کرتی ہے لیکن اس میں چند باتیں ابھی تشنہ طلب ہیں جن کے متعلق میں نے بار بار جامعہ کے بزرگوں کو لکھا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) انعامی کتب (۲) روئیداد پر مولانا کے مندرجہ نمبرات۔

(۳) اول، دوم، سوم آنے والوں کے نام (۴) جامعہ کے خصوصی ریکارڈ میں آپ کی حیثیت۔

دفتر سے آمدہ دستاویز کی نقل

دفتر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

عدد ۳۲ مورخہ ۳۰ جمادی الاولی ۱۳۹۸ھ مطابق ۹ مئی ۱۹۷۸ء

مکرم بندہ مولانا محمد عیسیٰ صاحب زاد مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کرے مزاج بعافیت ہوں۔ گرامی نامہ محررہ ۲۷ ربیع الاولی ۱۳۹۸ھ ملا۔ مولانا محمد بخش صاحب کے متعلق جو ریکارڈ طلب کیا گیا تھا وہ ارسال خدمت ہے۔ خدا کرے مولانا مرحوم کی سوانح جلد مکمل ہو جائے۔ اور مظاہر علوم کے اس علمی فرزند کی علمی خدمات اور دینی جہاد سے قارئین کے دل و دماغ کو تازگی ملے یہ سوانح جب مکمل ہو جائے تو مظاہر علوم کے کتبخانہ کو چند نسخے ضرور ارسال فرمادیں۔ مظاہر علوم نے اپنے اس تمام عرصۂ حیات میں بہت سی عظیم علمی دینی اسلامی شخصیتیں پیدا کی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان پر بھی تاریخی کام کیا جائے اور ان کی سیرت و سوانح کے ذریعہ ان کی زندگی کے نقوش واضح کئے جائیں۔ ذیل میں ڈیرہ اسمٰعیل خان پاکستان کے چند علماء کرام کے اسماء تحریر کرتا ہوں ان سب کا علمی رشتہ مظاہر علوم سے وابستہ ہے۔ ممکن ہے "تذکرہ مولانا محمد بخش صاحب" میں کام آجائیں۔

اسمائے گرامی	مظاہر علوم سے سند فراغت کا سنہ ھ
مولانا کریم داد خان ولد ملا داد خان	۱۳۳۰ھ
مولانا محمد اسمٰعیل پسر محمد ابراہیم	۱۳۴۸ھ
مولانا عبدالرحمٰن پسر مولانا غلام یٰسین	۱۳۵۳ھ
مولانا اللہ بخش پسر خان محمد	۱۳۵۵ھ
مولانا عبدالخالق پسر امام الدین	۱۳۵۶ھ
مولانا عطاء اللہ پسر احمد دین	۱۳۵۸ھ

بنام نسیم المظاہری

نائب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

دفتر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ یو پی

مولانا محمد بخش صاحب مرحوم کا داخلہ مظاہر علوم سہارنپور میں ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۵ میں ہوا۔ یہاں آپ نے داخلے کر یہ کتابیں پڑھیں۔ بیضاوی، صحاح ستہ، موطا امام مالک، موطا امام محمد، نخبۃ الفکر، توضیح تلویح۔

سالانہ امتحان میں آپ معیاری نمبرات سے کامیاب ہوئے جس کا ریکارڈ یہ ہے۔

کتاب	نمبر	کتاب	نمبر
بخاری شریف	۱۹	صحیح مسلم شریف	۱۸
بیضاوی شریف	۲۱	ابن ماجہ	۱۵
نسائی شریف	۱۹½	طحاوی شریف	۲۱
ابوداؤد شریف	۱۹	نخبۃ الفکر	۲۰
موطا امام محمد	۲۱	توضیح تلویح	۱۸
موطا امام مالک	۲۱	ترمذی شریف	۲۰
میزان			۲۴۲

مظاہر علوم میں امتحانات میں اکیس نمبرات سے کامیاب ہونا اعلیٰ درجہ کی کامیابی شمار ہوتا ہے مولانا موصوف اپنے اس امتحان سالانہ میں بیضاوی شریف اور موطا امام مالک میں اول نمبرات سے کامیاب ہیں۔ آپ کے ان دو کتابوں نے دیگر رفقاء کے نمبرات اس سے کم ہیں البتہ موطا امام محمد میں جس طرح مولانا مرحوم کے اکیس نمبر ہیں ان کے دیگر رفقاء کے بھی ہیں۔

دورہ حدیث شریف میں آپ کے خصوصی رفقاء یہ حضرات ہیں۔

۱۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہ مہاجر مدنی۔

۲۔ حضرت اقدس مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب زاد مجدہ ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

۳۔ مولانا خیر محمد ولد مولانا یار محمد صاحب، مظفر گڑھی مہاجر مکی استاذ حرم مکی شریف

۴۔ مولانا عبدالغنی ولد محمد بخش صاحب بارہ لنگی۔

۵۔ حضرت العلامہ مولانا محمد صدیق صاحب کشمیری امام النحو والمنطق سابق استاذ جامعہ

۶۔ مولانا حسن احمد بن شاہ صدیق حسن صاحب سہارنپوری۔

دفتر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

۳۲ مورخہ ۱۳ سنہ ۱۹ ء

نقل سند (دوم)

مولوی محمد بخش پسر خان محمد ساکن موضع لنڈی جنوبی ضلع ڈیرہ غازی خان پنجاب

نمبر سند ۱۶۱ سند الفراغ من المدرسۃ الشہیرۃ بمظاہر علوم سہارنفور۔ یوپی۔ الہند

الحمد للہ الذی خلق الانسان من طین۔ ثم جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مہین۔ وفضلہ علی کثیر من خلقہ وجعلہ خلیفۃ فی ارضہ۔ ففاق الملائکۃ المقربین۔ والصلوۃ والسلام علی حبیبہ وخیر خلقہ سید الاولین والاخرین۔ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وذریتہ و اتباعہ اجمعین الی یوم الدین۔

اما بعد۔ فان اخانا فی الدین الشیخ الفاضل محمد بخش بن خان محمد المتوطن قریہ لنٹری جنوبی من مضافات ڈیرہ غازی خان۔ متعلقات پنجاب، قد دخل ہذہ المدرسۃ العربیۃ الشہیرۃ بمظاہر علوم سہارنفور۔ یوپی۔ الہند۔ صانہا اللہ تعالی من الآفات والشرور فی شہر ذی القعدۃ سنۃ ثلث وثلثین بعد الف وثلاث مائۃ (۱۳۳۳ھ) من الہجرۃ النبویۃ علی صاحبہا الف الف صلوۃ وتحیۃ واقام فیہا سنۃ واحدۃ فجعل یقرأ ویسمع حتی قرأ الکتب المتداولۃ من العلوم المختلفۃ من علم التفسیر تفسیر سورۃ البقرۃ من البیضاوی ومن علم الحدیث الصحاح الستۃ وغیرہا اعنی بہا الجامع الصحیح للامام البخاری والجامع الصحیح للامام المسلم بن الحجاج القشیری والجامع السنن للامام الترمذی مع کتاب الشمائل والسنن للامام ابی داؤد السجستانی والسنن للامام النسائی والسنن للامام ابن ماجۃ القزوینی ومعانی الآثار

للامام ابی جعفر الطحاوی ومن علم اصول الحدیث شرح نخبۃ الفکر ومن اصول الفقہ التوضیح
مع التلویح قلیلاً۔ فلما فرغ طلب منا السند واستجازنا فنجیزہ لہذہ الدرجۃ الثانیۃ فیما
قرأ علینا او غیرنا وھو سیم کما اجازنا مشائخنا الکرام علی الشروط المعتبرۃ عند علماء ہذا الشان
ونوصیہ بتقوی اللہ تعالیٰ فی السر والعلانیۃ ولزوم السنۃ السنیۃ واجتناب البدعۃ المضلۃ
وان یشتغل بتعلیم علوم الدین وان لا ینسانا فی صالح دعواتہ فی جلواتہ وخلواتہ وآخر دعوانا ان
الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ
اجمعین

کتب فی ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ

ثابت علی عفا عنہ مدرس مدرسہ، عبداللطیف عفا عنہ مدرس مدرسہ ہذا، احقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ
بندہ عبدالرحمن خادم مدرسہ عنایت الٰہی عفی عنہ مہتمم مدرسہ، بندہ محمد الیاس اختر عفی عنہ

آپکے رفیق خاص حضرت مولانا خیر محمد صاحب آف گھل ہیرہ (بہاولپور) مہاجر مکی کے سالانہ امتحانات نمبرات سالانہ

نقشہ (۱۸) کامیابی امتحان سالانہ طلبہ درجہ عربی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مع تقسیم انعام من ابتداء
شوال ۱۳۳۳ھ لغایۃ رجب ۱۳۳۴ ہجری صلعم

نمبر شمار	نام طلبہ	نام کتاب جسمیں امتحان دیا	مجموعہ ۲۰ نمبر کے جو نمبر حاصل کئے	نام کتاب جسمیں امتحان دیا	مجموعہ ۲۰ نمبر کے نمبر حاصل کئے	نام کتاب جسمیں امتحان دیا	مجموعہ ۲۰ نمبر کے جو نمبر حاصل کئے	نام کتب انعام
۱	مولوی خیر محمد ولد [illegible]	بخاری شریف	۲۰	ابوداؤد شریف	۱۹	طحاوی	۲۱	[illegible]
		نسائی شریف	۱۹	صدرا	۱۵	شرح نخبۃ الفکر	۲۰	
		شمس بازغہ	۱۵	مقامات حریری	۱۹	الفیہ ابن مالک	۲۰	
		امور عامہ	۱۵	موطا امام محمد	۲۱	تصریح	۲۰	
		ترمذی شریف	۲۰	ابن ماجہ	۲۰	توضیح	۱۹	
		مسلم شریف	۱۶	موطا امام مالک	۱۹	شرح چغمینی	۲۰	

میزان کل ۳۳۸

جرأت اور تبحّر علمی پر زبردست شہادت

مولانا کے دو بڑے علمی رفیق

تحصیل علم میں شریک آپ کے دو قدیمی رفقاء کی مجھے اتفاقی زیارت نصیب ہوئی جن کے طفیل آپ کے طالب علمی کے زمانے کے جذبات واحساسات کا شخصی اور علمی مقام کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ حضرت مولانا فیض اللہ مرحوم ومغفور صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ ملتان متوفی ۱۳۸۵ھ لنڈی پتانی کے ہم سبق ہیں ۱۳۱۱ھ میں جب میں نعمانیہ میں شرح مائتہ وغیرہ پڑھتا تھا گفتگو کے دوران مولانا کا ذکر آیا تو آپ نے حسرت وافسوس کی ایک سرد آہ کھینچی اور فرمایا میں نے ان جیسا زاہد شب بیدار اور ذہین نہیں دیکھا وہ کبھی ہنسی اور مزاح نہ کرتے تھے۔ نیز فرمایا مدرسہ میں محمد بخش نامی دو ساتھی تھے۔ دوسرا مولانا سے بڑا تھا۔ بڑے کو کبری اور آپ کو صغری کے نام سے یاد کیا جاتا تو فرماتے "میاں مجھے اصغر کیوں نہیں کہتے"۔

۲۔ آپ کے دوسرے رفیق حضرت مولانا خیر محمد صاحب مہاجر مکی مرحوم ومغفور ہیں آف ہٹل ہمزہ ریاست بہاول پور متوفی ۴ جمادی الاولی ۱۳۹۴ھ۔ جو تحصیل علم کے آخری سال ساتھ رہے آپ ۱۳۱۲ھ میں قصبہ کیمبل پور ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے۔ جنہوں نے بیس سال حرم مکہ میں قرآن وحدیث کا درس دیا۔ حنفیت کو آپ سے بہت مدد ملی۔ علم حدیث میں امتیازی شان کے مالک سادگی اور حق گوئی میں ضرب المثل تھے۔ ریاست بہاول پور کے نواب انکی اس حق گوئی اور علمی خاموشی سے حدیث کی خدمت کی بدولت قدر کرتے تھے یہ حق گوئی بھی عموماً نواب صاحب ہی کے بارے میں ہوتی تھی۔

نواب صاحب نے آپ کے بڑے وظیفے مقرر کئے پھر سرکاری مولویوں کی رپورٹ پر بند کر دیئے لیکن آپ نے یاددہانی کے لئے ایک پوسٹ کارڈ بھی نہیں لکھا۔ پھر کسی حادثے سے دوچار ہو کر خود ہی نواب صاحب نے معذرت کے ساتھ دوبارہ وظیفہ جاری کر دیا۔

ماہنامہ البلاغ مجریہ ربیع الاولی ۱۳۹۶ھ میں لکھا ہے۔

جس نے ۲۵ بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی جس نے حرم مکہ میں بیس سال تک درس

کا شرف حاصل کیا۔

جسے رحلت کے بعد جنت المعلی مکہ مکرمہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے قریب مدرسہ صولتیہ کے احاطے میں ابدی آرامگاہ میسر آئی۔ مولانا خیر محمد مرحوم نے حنفی مسلک کی بڑی صحیح اور بے باک ترجمانی کی وہ علائق دنیوی سے بے نیاز جاہ پسندی اور اقتدار طلبی سے بیزار تھے۔

مدینہ منورہ محلہ حارۃ الاجارۃ میں ایک سرائے تعمیر کرائی اور اسے زائرین حرمین شریفین کے لئے وقف کر دیا۔ بخاری شریف کا ترجمہ کیا اور شرح لکھی، ترمذی شریف کی شرح لکھنے کی سعادت بھی حاصل کی۔

زیارت و ملاقات آپ مدرسہ عربیہ چاہ دادو والا جھوک وینس (ضلع ملتان) ملک صاحبان (ملک محمد بخش مرحوم، ملک خدا بخش مرحوم، ملک غوث بخش سلمہ ربہ) کی دعوت پر ۱۳۷۴ھ تشریف لائے اس وقت میں استاذ الاساتذہ حضرت العلامہ مولانا محمد امیر صاحب خلد ظلالہ کی خدمت میں تحصیل کر رہا تھا۔

وہاں نائب مدرس استاذ مولانا محمد رمضان صاحب مدظلہ الحال صدر المدرسین مدرسہ عربیہ گانی (ریاست بہاولپور) کے ساتھ آپ بات چیت میں مصروف تھے اسی اثنا آپ نے دریافت فرمایا، میرے ایک ڈیروی ساتھی مولانا محمد بخش تھے میں اسی مجلس میں موجود تھا میں نے کہا کہ وہ میرے چچا تھے۔ سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے، فرمایا مجھ سے گلے مل لو تو تو میرا بھتیجا ہے۔ الحمد للہ مولانا مرحوم کے طفیل مجھے حضرت سے معانقہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ؎

دیدار شد میسر و بوس و کنار ہم　　　از بخت شکر دارم و از روزگار ہم

مولانا کی تبحر علمی اور جرأت کا ایک عجیب واقعہ سنیا

واقعہ مشہور ہے کہ سہارنپور میں اساتذہ، ہندوستانی متعلمین کی رعایت کرتے ہیں امتحان میں سبقت لینے کے باوجود پنجابی وغیرہ علاقیہ پیچھے رہ جاتے ہیں اور ہندوستانی اول کی رعایت کی جاتی ہے۔ تو مولانا محمد بخش کو کیا سوجھی امتحان سے قبل جلی قلم سے کی اعلان گاہ پر چسپاں کیا۔ "مولانا بڑے خوشخط تھے" "جس ہندوستانی

طالب علم کو اپنے علم پر ناز ہو وہ کسی فن میں ہم تین پنجابیوں سے مناظرہ کرے"۔

۱۔ (مولوی) خیر محمد ریاستی ۲ (غالباً) (مولوی) عبدالعزیز پشاوری ۳ محمد بخش سرحدی،

کتنے دن وہ اعلان لگا رہا۔ کسی کو جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ اساتذہ کو اس کا علم ہو گیا انہوں نے

بھی نہ ٹوکا۔

فرمایا ایک دفعہ مجھے ریاست میں ملنے آئے اور کہا کہ میں اپنے گھر رہتا ہوں۔ پھر بعد میں کبھی آنا نہ

ہوا اور نہ ہی پتہ چلا میں پریشان تھا کہ کیا ہوا۔

یہ بھی بتایا کہ جب مجھے ملنے آئے میں پڑھا رہا تھا آکر میرے شاگردوں کے پیچھے بیٹھ گئے۔ اثنا

درس سوال کیا جب میں نے دیکھا تو مولانا تھے۔ میں نے ہنس کر کہا ابھی تک آپ اپنی عادتوں سے باز نہیں

آئے، میرے شاگردوں کا امتحان لیا۔ لانفی جنس کی بحث پوچھی آگے میرے شاگرد بھی سوال کرنے

لگ گئے۔ اس پر مولانا نے کہا تو انہی کو کرایا ہوا (ہوشیار بنایا ہوا) ہے۔

یہ تھی راقم الحروف کی آپ کے رفیق حضرت مولانا خیر محمد صاحب ریاستی مرحوم

سے پہلی اور آخری ملاقات۔

کاش! مولانا کے متعلق میں مزید آپ سے دریافت کرتا۔ بعد میں بالمشافہ یا بذریعہ مراسلات

استفادہ کی نوبت آتی۔ حالانکہ آپ اس کے بعد عرصہ دراز حیات رہے۔ تشنگان کو فیضیاب کرتے رہے

اور حجاز سے وطن آتے رہے۔ فاھا علی ما فطت

باب ۳

تقویٰ و پرہیز اور اسوۂ حسنہ

مراجعت وطن سہارنپور سے سند فراغ حاصل کی، فضل و کمال کے باوجود کسی شہر کی اقامت پسند نہ کی۔ اور نہ کسی عہدہ اور امارت میں للچائے۔ سیدھے وطن چلے آئے۔ وطن بھی ایسا جہاں سے بقول شخصے درندے بھی بھاگ نکلیں۔ بھلا مولانا ایسا کیوں نہ کرتے وطن آخر وطن ہے۔ صحیح فطرت والا کون شخص ہوگا جو یہ نہیں چاہتا کہ دین و دنیا سے میرا وطن آباد ہو اگرچہ مجھے اپنے خون سے ہی اس کی آبیاری کیوں نہ کرنی پڑے

(رباعی) حبِّ وطن از ملکِ سلیمان خوشتر | خارِ وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی مے کرد | میگفت گدا بودنِ کنعان خوشتر

پیشکش اور انکار شیخ عبداللہ راوی ہیں کہ "تحصیل تونسہ کے بڑے زمیندار علم دوست اشخاص نے پیداوار کی معقول پیشکش پر آپ کی خدمت حاصل کرنے پر اصرار کیا۔ مثلاً کریم داد خان ولد کوڑ خان کھمانی متوفی ۱۹۱۴ء جب آپ نے دھوا میں تقریر کی تو بڑے متاثر ہوئے اور آپ کو اپنے پاس درس میں دعوت دی۔ ایسے ہی فقیر سلطان احمد ولد متوفی سنہ نے اپنے مقام مور جھنگی کے لئے درخواست کی۔

"مولانا نے کہا میں نے علم سیکھنے کے لئے تمام عمر ضائع نہیں کی۔ ساری محنت و مشقت اور خودی و دون کی آرام طلبی پر قربان کر ڈالوں ایسا کبھی نہیں ہوگا۔"

من دلقِ خود با طلسِ شاہاں نمی دہم | من فقرِ خود بملکِ سلیمان نمی خرم
او رنج و فکر و غم گنجی کہ داشتم | آنرا براحتِ شاہاں نمے دہم

درجہ احسان مولانا صاحب عزیمت بزرگ تھے۔ مراتب میں وہ اس مقام سے فائز المرام تھے جسے حدیث جبرائیل علیہ السلام میں درجہ احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ — احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت میں تیرا حال یہ ہو گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔

فَإِن لَّمْ تَكُن تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ — اور اگر یہ حال نہ ہو تو پھر یہ کیفیت کہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔

اصلاح قوم

آپ اصلاح کا پروگرام رکھتے تھے اس عزم کو کوئی چیز متاثر نہیں کر سکتی تھی۔ ہر صاحب علم اور صاحب ہنر کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجویز کردہ راہ یہ ہے ارشاد ہوتا ہے وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ اور ایسے تو نہیں مسلمان کہ کوچ کریں سارے فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا سو ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ہر بڑی جماعت میں فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا سے ایک مختصر جماعت نکلا کرے تاکہ باقی ماندہ إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (پارہ ۱۱ توبہ رکوع ۱۵ آیت ۱۲۲) لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ جب یہ مجاہدین ان کی طرف واپس آئیں تو یہ دین حاصل کرنے والے ان کو خدا کے احکام سنا کر ڈرائیں تاکہ وہ گناہوں سے بچتے رہیں۔

اس آیت میں اس بات کا بلیغ اشارہ پایا جاتا ہے کہ ہر طبقے اور قوم پر متعلمین اور متفہین کی جماعت کے مصارف سفر واجب اور لازم ہیں۔ اس طرح اس جماعت پر بھی کسب علم میں محنت وسعی اور خلوص نیت فرض ہے۔ تفقہ اور انذار کے الفاظ سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے۔

مولانا نے تفقہ اور انذار کی ذمہ داری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تا اینکہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ باقی رہا مصارف کا مسئلہ تو اس بارے میں ان کے پیش نظر ہمیشہ یہ بات رہی ہے جو ہر نبی نے اپنی قوم کے سامنے بار بار دہرائی۔

وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین (سورۃ الشعراء ۱۰۹) — میں تم سے اس ابلاغ پر کوئی اجرت نہیں چاہتا میرا اجر تو صرف رب العالمین پر ہے۔

اکل حلال اور صدق مقال

ویسے تو ہر شخص تمنا کرتا ہے کہ مجھے حلال میسر ہو لیکن صرف تمنا سے اس مراد کا پورا ہونا مشکل ہے بلکہ اس کے لئے خدا کی عنایت اور اس کی تربیت پھر بلا کی محنت ومشقت درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو عبادات اور اعمال صالحہ سے قبل جس چیز کی تلقین کی ہے وہ طیب اور رزق حلال کی جستجو اور تلاش ہے

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۔ سورۃ مومنون رکوع ۴ — اے پیغمبرو تم پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو۔

حکم احکام کی بجا آوری اور تابعداری کے آداب حرکات وسکنات، کھانے پینے کی قوت کا ثمرہ ہیں، کسب معاش کے سبب طہارت اور لباسِ ستر حاصل ہوتا ہے جس کے بغیر افضل ترین عبادت نماز ادا نہیں ہو سکتی۔

اسلام کے سچے وفادار زہد اور ترک دنیا اس امت کے مسیح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے جب یہ پوچھا گیا ایمان کے بعد سب سے بڑا عمل کونسا ہے فرمایا نماز اور کھانا۔ سائل نے آپ کی طرف تعجب سے دیکھا تو آپ نے فرمایا۔

لَوْلَا الْخُبْزُ مَا عُبِدَ اللّٰهُ۔ (المبسوط للامام السرخسی ص ۲۸۵ ج ۳) اگر روٹی نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہ کی جا سکتی۔"

مولانا فقیر گھرانے میں پیدا ہوئے سادگی ورثہ میں پائی، عیش وآرام نام کو نہیں تھا بچپن میں والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھا تو اساتذہ کی خدمت میں منتقل ہو گئے۔ لہٰذا شروع سے جفاکش اور خدمت گذار جسم وجان ملا تھا اللہ تعالیٰ کی یہ بڑی نعمت ہے جسے عطا ہو اس سے تمام مشکل راہیں آسان ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور ناممکن ممکن ہو جاتی ہیں۔

؎ مشکل ز توجہ تو آسان — آسان ز تغافل تو مشکل

علم طب

علم طب میں آپ کو خاص تفوق اور عالی مرتبہ حاصل تھا عموماً گشت جات سے علاج کرتے تھے، ہندؤں کے حاذق حکیموں نے طب میں آپ کی شاگردی کی اور اس شاگردی کے طفیل آپ سے عربی پڑھی اور اسلام کی طرف راغب ہوئے۔

علماء متقدمین کا یہ عام معروف طریقہ چلا آرہا تھا کہ وہ علم دین کے ساتھ یونانی علم طب بھی بڑی جانفشانی سے حاصل کرتے جو اس وقت معروف طریق علاج تھا اور کسی نہ کسی ہنر سے کمال پیدا کر لیتے تھے تاکہ ان علوم وفنون کسبیہ کو رزق حلال کا ذریعہ بنایا جا سکے۔ علم شرع کو واحد رضائے الٰہی کے لئے مختص کیا جائے اور استغنا کی بدولت اپنے دین وایمان کا تحفظ کیا جا سکے مولانا نے اس

سلسلے میں بہت آگے نکل چکے تھے گو دوائی کے کبھی معمولی پیسے لے لیا کرتے لیکن آپ نے طب کو کمائی کا ذریعہ ہرگز نہیں بنایا بلکہ قوم اور علاقے کے لئے خود کو وقف کر دیا۔ کسب معاش تو درکنار وہ تو کسی سے ہدیہ لینے کے روادار بھی نہ تھے۔ ہدایا گو ازدیاد محبت کا بڑا ذریعہ ہیں۔ لیکن حق کے بیباک ترجمان اور قاضی جب ان چیزوں کو اپنے لئے حاجب سمجھے تو اسے اختیار حاصل ہے۔ ہماری عادی طبائع تحفہ تحائف کو ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھتی ہیں۔ اس سے داد و دہش کا راستہ نکل آتا ہے اور بعض دفعہ فرائض منصبی سے تکاسل بھی۔ اس لئے ہمارے اسلاف نے تحفہ کو کبھی اولیت نہیں دی۔

جصاصی کہتے ہیں میں نے امام احمدؒ سے کہا" چار قسم کے درہم ہیں۔ درہم تجارت گندم، درہم تحفہ احباب، درہم اجرت، درہم پیداوار۔ تو آپ نے فرمایا اَحَبُّهَا اِلَیَّ مِنْ تِجَارَةُ بُرَّةٍ میرے ہاں پسندیدہ تر درہم تجارت گندم ہے۔ وَ اَکْرَهُهَا عِنْدِی الَّذِی مِنْ صِلَةِ الْاِخْوَان۔ اور ناپسندیدہ وہ درہم ہے جو صلہ احباب سے ہے۔

طب میں کمال

ہمارے اور ہمارے اسلاف کے مابین یہی فرق ہے کہ وہ جامعیت کے مالک تھے ان کے ذریعہ علم و فن کو ترقی ملی بلکہ وہی ان کے بقا و کمال کے ضامن تھے۔ ہمارے یہاں معاملہ برعکس ہے علوم عصریہ میں طب کو فوقیت حاصل ہے یہ علم ابدان ہے اس کا سیکھنا اور سکھانا شرعی اور انسانی فرض کفایہ ہے۔ الحمد للہ کہ مولانا اس فن میں صف اول کے لوگوں میں تھے اس فن میں کمال کے باعث خلق خدا کو ان سے نفع پہنچا اور کتنی جانیں تلف ہونے سے بچ گئیں۔

حکایت

آپ کے خالہ زاد بھائی شیخ عبداللہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں" کہ" مجھ پر بیماری کا خوفناک حملہ ہوا میرے والد اور والدہ گھبرا گئے۔ مجھے مردہ سمجھ کر میری ڈاڑھی اور سر باندھ دیا۔ اللہ اللہ کر رہے تھے اعزہ و اقارب جمع ہو گئے۔ انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ مولانا کو اطلاع ہوئی وہ کنوئیں پر تھے تشریف لائے۔ ہاتھ اور پاؤں کی نبض دیکھی فرمایا پٹی کھول دو۔ زندہ ہے مرا نہیں۔ اسے موت کا خیال زور پکڑ گیا۔ ایک شخص کو بھیجا کہ میرے کنوئیں سے دوائی لاؤ۔ کہا دوائی سنگھاتے

رہو اور پیشانی پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے ڈالو (گرمی کا موسم تھا) چند گھنٹوں بعد مجھے ہوش آگیا فرماتے تھے کہ میں ساری باتیں سن رہا تھا لیکن بول نہیں سکتا تھا۔ خدا تعالیٰ کی قدرت مولانا تو تھوڑی مدت بعد وفات پاگئے اور شیخ موصوف تقریباً چالیس سال زندہ رہے۔ شیخ سعدیؒ کی کہانی نے ایک بار پھر جنم لیا۔ فرماتے ہیں۔

نہ دانا بسعی از اجل جان ببرد — نہ نادان بناساز خوردن بمرد

قضارا طبیب اندراں شب بمرد — چہل سال ازیں رفت زندہ است کُرد

کاشتکاری

وطن واپس آکر آپ نے آبائی کنوئیں بھنگڑ والا جو لترڑای جنوبی سے جنوب مغرب میں ایک فرلانگ کے فاصلے پر واقع ہے کو آباد کیا۔ زندگی کے چند مستعار دن گزارنے کے لئے اسی کنوئیں کو اپنا مسکن بنالیا۔ زمیندارہ آبائی پیشے (ہل چلانے) کو کسب معاش کا ذریعہ بنایا۔ اس کام سے جو فارغ وقت ہوتا وہ مطالعہ کتب میں لگا دیتے۔ القصہ کفایت اور قناعت کا تاج پہن کر دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو بیٹھے۔ قال الامام احمدؒ

قَلِیْلُ الْمَالِ تُصْلِحُہٗ فَیَبْقٰی — وَلَا یَبْقٰی الْکَثِیْرُ مَعَ الْفَسَادِ

تھوڑی آمدنی کی اصلاح کرے گا تو بچ رہے گی۔ خرابی (اسراف) کے ساتھ تو زیادہ آمدنی بھی نہ بچ سکے گی۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے امام السنۃ امام احمد حنبلؒ کے حالات میں لکھا ہے۔

"امام موصوف کا ذریعہ معاش یہ تھا کہ اپنے مکان کی زمین میں تھوڑی سی کاشت کر لیتے اور اسی کے حاصل پر قانع رہتے۔ زراعت کی زکوٰۃ سال بسال ادا کرتے اور اس بارے میں ان کا عمل حضرت عمرؓ کے فرمان خلافت پر تھا جو انہوں نے ارض سواد عراق کی نسبت نافذ فرمایا تھا "علی کل جریب درھما و قفیزا"۔ غور کرو یہ حال علمائے سلف کا تھا اور جو حال آج علمائے دنیا کی دنیا پرستی کا ہو رہا ہے وہ معلوم ہے "یاکلون اموال الناس بالباطل"۔ (تذکرہ صفحہ ۱۵۳)

احتیاط اور ورع

ظاہر ہے کہ مولانا نے کاشتکاری کو کسب معاش کا ایک بہانہ بنا لیا تھا ورنہ بنجر زمین جو رود کوہی کے بہاؤ میں ہو سالہا سال قحط سالی کا دور دورہ ہو، جہاں بیلوں کا گھاس اور جنسی کا بیج ملنا مشکل ہو وہاں گزر اوقات کیسے ہو سکتی ہے

بایں ہمہ آپ پر بہت ایسے وقت آئے کہ کئی روز فاقے سے گزرتے کہ بیرہ درخت کے پھل کھا لیتے مگر حرف شکایت زبان پر نہ لاتے۔

مشہور واقعہ

آپ کی پرہیزگاری اور احتیاط کا ایک ضرب المثل اور خاص و عام میں ایک مشہور واقعہ۔ انہی تنگی کے ایام میں آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک دفعہ باتھوں کا ساگ پکایا۔ آپ نے دریافت کیا۔

مولانا۔ امی جان آج کیا پکایا؟

والدہ۔ بیٹا باتھوں کا ساگ

مولانا۔ کہاں سے لیا؟

والدہ۔ کنویں کے پانی کی بہاؤ کی ندی سے۔

مولانا۔ ہماری ندی میں تو باتھوں ہے ہی نہیں۔ پھر کہاں سے لیا؟

والدہ۔ مزارعان کی ندی سے۔

مولانا۔ مزارعان سے اجازت لی تھی؟

والدہ۔ ان کی کیا اجازت یہ تو ندی میں خود بخود اگتا ہے۔

مولانا۔ ان کے بیلوں نے کیا ندی کا پانی نہیں کھینچا، وہی پانی اس ندی سے نہیں گزرا دوسری خشک ندی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس ندی میں باتھوں کیوں نہیں اگا میرا خیال تو یہ ہے کہ ہنڈیا الٹ دو۔

والدہ۔ آپ کا خیال ہے تو میں کیا انکار کر سکتی ہوں۔

چنانچہ مولانا نے ہنڈیا کو الٹ دیا۔

ع مقبول ایسے ہوتے ہیں قبولیت اسے کہتے ہیں ۔

صبح کو اٹھتے تو مزارعان کی پھلی کے درخت کے بیر جو مولانا کے قریبی کھیت میں گر پڑتے چن چن کر ان کے کھیت میں ڈال دیتے ۔ آپ بعینہٖ اس حدیث شریف کا نمونہ تھے جس میں ارشاد ہے دَعْ مَا یُرِیْبُكَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُكَ جو چیز تجھے شک وشبہ میں مبتلا کرے اسے چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرو جو شک وشبہ سے بالا ہو ۔

واقعہ محترم حاجی چاندن مرحوم ولد یار وخان گورمانی متوفی ۱۹۷۴ء نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے بھائی بیمار تھے ۔ دریافت حال کے لئے میں آپ کو چاہ گوگن والا پر بلانے گیا واپس جب راستے میں آرہے تھے آپ کا رقبہ اراضی آیا لکڑیاں چننے لگ گئے ۔ میں بھی دوائی لینے کی غرض سے آپ کے ساتھ تھا میں نے لکڑیاں چننا شروع کر دیں ۔ آپ نے مجھے ہر چند کہا کہ میرے لئے لکڑیاں نہ چنو میں باز نہ آیا ۔ آپ کی اراضی سے اور دیگر اراضی سے لکڑیوں کی گٹھ بنائی جب ہم کنوئیں پر پہنچے تو فرمایا اگر آئندہ پھر بلانے کا طمع ہے تو میرے لئے یہاں لکڑیاں نہ ڈالنا ۔ میں نے دوائی لی اور لکڑیاں اٹھاتے ہوئے بستی میں آکر دے دیں ۔

استغنا اور بے نیازی وہ اپنے وقت کے بادشاہ تھے ۔ دنیا اور دنیا داروں کو خاطر میں نہ لاتے تھے ۔ تھوڑے وقت میں وہ دلوں کے حاکم بن گئے استقامت کے پہاڑ اور کرامات کے شہسوار ، فقر وفاقہ پر مفتخر ، سرور وشادمانی میں مست الست ، فکر تھا تو دین ہی کا ، پریشان اور مضطر تھے تو قوم کے حال پر ، حرص تھا تو یہی کہ لوگ راہ راست پر آجائیں ۔ اپنے تنازعات اور راہ و رسم میں شریعت مقدسہ کو اپنا فیصل قرار دیں اور آپس میں مل کر خدا کی رسی کو مضبوط تھام لیں ۔ مرد مومن کے لئے اس دنیا میں آرام کہاں ، اس کے دل مضطر کے حق میں یہی قلق واضطراب موجب راحت وسکون ہے ۔ اسی دھن میں زندگی بسر کی اور یہی حسرت لے کر اس دنیا سے چل بسے ۔ اب آپ چند واقعات سے عبرت حاصل کیجئے

واقعہ آپ کی معاش اور بے سوالی کا حال سب کو معلوم تھا ۔ رمضان المبارک میں بطور صلہ سردار خان مرحوم نے چند سیر گندم آپ کے گھر بھجوا دی آپ جب گھر آئے

معلوم کیا تو جلدی واپس کر دی کہ ابھی تو میں نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے یہ لوگ اس کام کو شروع ہی میں اور روکنا چاہتے ہیں۔

واقعہ غلام حسن خان ولد علی خان بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کی والدہ ماجدہ نے کہا آپ کہیں اپنی ملازمت اور ملائیت کا سلسلہ شروع کر لیں۔ معاشی تنگی حد سے بڑھ گئی ہے آپ نے کہا میں تو دین کا کام کرنا چاہتا ہوں آپ دنیا کا کہتی ہیں جوش میں آ گئے اور اپنے ہاتھ کی لاٹھی دیوار پر دے ماری۔ لاٹھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور فرمایا اگر میں چاہوں تو اس دیوار سے بھی خزانہ نکل آئے خدا کی قسم دنیا تو میرے قدموں میں ہے۔

آنکس کہ ترا بخواست جاں راچہ کند — فرزند و عیال و خان ماں راچہ کند

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی — دیوانہ تو ہر دو جہاں راچہ کند

والدہ کی نصیحت آپ کی والدہ ماجدہ قدیمانہ طرز پر آپ کو نصیحت کرتیں کہ بچہ آپ کی باتوں سے لوگ ناراض ہوتے ہیں ایسا نہیں چاہیئے۔ الزاماً آپ فرماتے کہ اچھا امی جان مجھے لکھ دو کہ تجھے بچہ کہنا ماننے پر اگر گناہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ کو میں جواب دوں گی۔ اس پر فرماتیں اچھا میرے بچے میرا کوئی واسطہ نہیں۔

تحفے تحائف آپ کنوئیں پر ہوتے دوستوں کی آمد و رفت رہتی تھی آپ سے محبت کی وجہ سے دوست کچھ لے آتے تو قبول فرما لیتے لیکن کبھی رد بھی کر دیتے تھے۔ غلام حیدر ولد غلام علی خاں کا بیان ہے کہ عبداللہ ولد اللہ داد خان المتوفی ۱۹۷۰ء آپ کی خدمت میں بہت سی مٹھائی لے آئے۔ فرمایا بھائی تو نے اسراف کیا ہے اسی لئے میں یہ نہیں لیتا اس کا لینا درست نہیں ہے۔ اس طرح ایک دفعہ غلام محمد خاں ولد گولا خاں المتوفی ۱۳۰۷ھ کا ہدیہ بھی قبول نہیں کیا اور کہا اگر مجھے راضی کرتے ہو تو میری باتوں پر عمل کرو۔

سبحان اللہ کیا ہی حسین و جمیل اسوۂ حسنہ چھوڑ گئے آپ کا تذکرہ ابھی تک تازہ و تابندہ ہے یہ تو دنیا میں اعمال کی جزا ہوئی و لاجر الآخرۃ اکبر۔ (آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے)

علامہ ابن الجوزیؒ اپنے روزنامچے میں امام احمد رحمہ اللہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

ولما أيس الامام احمد بن حنبل نفسه من قبول الهدايا والصلات اجتمع همه و حسن ذكره ۔ (صيد الخاطر ص۲۴۹)

جب امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے نفس کو تحفوں اور عطیوں سے ناامید کر دیا تو آپ کو جمع خاطر نصیب ہوئی اور آپ کا حسین ذکر جاری ہوا۔

خود امام احمدؒ سے منقول ہے۔

إِنَّمَا هُوَ طَعَامٌ دُونَ طَعَامٍ وَلِبَاسٌ دُونَ لِبَاسٍ وَإِنَّهَا أَيَّامٌ قَلَائِلُ ۔ (صيد الخاطر ص۲۶)

بقدر کفایت کھانا عام کھانے سے کم اور بقدر کفایت لباس عام لباس سے سادہ دنیا میں ابتلاء و آزمائش کے یہ چند دن ہیں۔

امام موصوف نے بار بار بادشاہوں کے تحفہ تحائف کی پیش کش رد کر دی وقت گزر جانے کے بعد اپنی اولاد سے فرمایا لَوْ كُنَّا قَبِلْنَاهَا كَانَتْ قَدْ ذَهَبَتْ ص۳۶۱ اگر ہم ان کو قبول کر لیتے تو یہ کب کے ختم ہو گئے ہوتے۔

باب ۴

مولانا مرحوم کی آمد سے پہلے رواج عام اور دیگر رسوم

۱۔ ذات پات پر فخر و غرور اور خوف خدا سے بے پرواہ، خدا اور رسول کی محبت کی بجائے دین کے دشمنوں سے محبت، ان کی خیر خواہی، خدا کے حکموں سے ناواقفیت، دنیا کی حرص میں گرفتار، نہ خود علم سیکھا اور نہ اولاد کو سکھایا۔ روزی کمانے میں مست، علم کے لئے فرصت نہیں۔ بھلا ملّا لوگوں کی باتوں پر کون پورا اتر سکتا ہے یہ قوم کے مہذب طبقہ کے جذبات تھے

۲۔ قوم کے ذی اقتدار نماز روزہ اور زکوٰۃ کے تارک لیکن قومی رسوم اور انگریزی رواج کے پابند اگر ان کا کوئی مر جاتا تو بلا روک ٹوک وظیفہ خور ان کا جنازہ پڑھانے کو تیار ہو جاتا۔

۳۔ ان میں سے بعض نے رواج یعنی انگریزی قانون وراثت کو رائج کیا۔ دوسروں نے اسے قبول کیا اور تیسرے طبقے نے اس کی پابندی کی۔ حالانکہ خرید و فروخت، شفعہ اور میراث میں قومی عہدہ داروں کو یہ اختیار دیا گیا تھا جو اس باب میں متفقہ طور پر جس قانون کی وہ سفارش کریں گے وہ منظور کر لیا جائیگا لیکن انہوں نے اسلامی قانون کی بجائے رواج کو پسند کیا۔ برطانیہ حکومت کی خیر خواہی کی اور اپنی عزت اسی میں سمجھی۔ عبادات، نماز، روزہ اور زکوٰۃ جس میں حکومت کا دخل نہیں ہے خود مختار اور آزاد تھے ان میں بھی صفر کے برابر تھے۔

۴۔ ان کے علاوہ شادی بیاہ کی رسمیں تھیں اگر انہیں ترک کر دیا تو گویا بلوچگی اور خانگی برباد ہو جائے گی ——— ہماری آبرو خاک میں مل جائے گی خواہ کچھ ہو ان کی پابندی لازم ہے ہمسر رشتہ کی تلاش، جہیز کی تیاری اور خانگی کی سربلندی کے طور پر جوان لڑکیاں گھر میں بٹھائے رکھنا اور کسی کو نکاح کر کے نہ دینا حالانکہ قرآن مجید میں اس کا حکم ہے اور حدیث پاک میں سخت تاکید۔

پھر نقدی اور فاخرہ لباس لینا ہمارا قومی حق ہے حالانکہ قرآن کی رو سے یہ اکل باطل ہے فقہاء کرام نے خاطب سے پیشگی مال لینے کو رشوت کہا ہے۔ بلوچگی کی یہ ادنیٰ سی جھلک تھی ایسی خرافات اور بے راہ روی کا نتیجہ دیوثیت کی شکل میں یوں نکلا کہ ماں باپ کی مرضی کے بغیر لڑکیوں نے جسے چاہا اپنا لیا۔

اس وقت انہیں ننگ و عار کا سامنا کرنا پڑا۔ اور جھوٹی عزت کام نہ آئی۔ حدیث میں ہے دیوث پر جنت حرام ہے۔ اب لگے کہنے کہ اگر ہم شرع شریف پر چلتے ہیں تو ایسی عورتوں کو میراث دینا پڑتی ہے دو دوسری بھی یہی روش اختیار کریں گی۔

۵۔ شرع کے خلاف رواج اپنانے میں تو کامیاب ہو گئے لیکن عورتوں کی خود مختاری کا انسد پھر بھی نہ ہوا۔ عزت و ناطہ کا قاعدہ گھڑ کر پولٹیکل قوانین میں درج کیا کہ ہتک عزت کے بدلے تاو ملنا چاہیئے۔ یک نہ شد دو شد۔ قانون وراثت کو چھوڑا تو بیع حُرّہ یعنی آزاد عورت کو فروخت کرنے مجبور ہوئے۔ جو باجماع امت حرام ہے۔ اسے جائز سمجھنے والا کافر ہے۔

۶۔ اس قسم کے بہت سے مقدمات دفتروں میں زیر سماعت تھے جن سے قوم کے دل مک گئے۔ صفائی قلوب ناپید، کیونکہ دل عتاب خداوندی کا مورد بن گئے۔ نافرمانی اور کفر کا منبع ان حالا کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا اپنے رسالہ استحکام میں فرماتے ہیں۔

"اے پابندان رواج و رسومات و عہدہ داران قومی تبار اور بلوچاں و خانان ذوی الاقدار سے ڈرو۔ یہ فخر و عزت و غرور قومی کب تک رہے گا اور دنیا تا چند روز، نقارا اجل سر پر بجے اور ملک الم تمہیں جھانک رہا ہے۔ قبر پانچ وقت پکارتی ہے اور فرشتہ جو گل ناد منہ میں رکھے ہوئے کان دھر کھڑا ہے۔ نذیر بعد نذیر تمہیں ڈرا رہے ہیں۔ آیات و علامات یکے بعد دیگرے فنا و جزا کی خبر بتلا ہیں۔ آپ غفلت کے پردہ میں فخر و عزت کی جستجو میں عمر عزیز برباد کر رہے ہیں حالانکہ یہ فخر و عزت [illegible] حقیقت خیالی پلاؤ اور مشبد کے درخت سے زیادہ وقعت نہیں رکھ

ے می خندند روزگار میگرید عمر   بر سفاہت دبر زبان کا ذی ما

بلوچگی اور خانگی موت کے بعد باقی نہیں رہے گی۔ ے

فرق شاہی و بندگی برخاست   چوں قضائی نبشتہ آمد پیش
تا للہ اگر خاک مردہ باز کنند   نشناسی تو نگر از درویش

توجہ کیجئے اگر بالفرض والمحال آپ کے حسب منشا آپ کو عزت و بادشاہی بھی مل جائے

تو اگر بڑھ کر تیری عمر نے وفا کی تو سو ڈیڑھ سو برس تک پہنچے گی۔ قیامت کا دن جو محض حساب کے لئے بنایا گیا ہے پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ اب سو ڈیڑھ سو برس کی عزت کو پچاس ہزار سال کی ذلت سے کیا نسبت؟ دوزخ کا تو پوچھنا کیا جس میں ابدالاباد ذلت جھیلنا پڑے گی۔ اس جگہ نہ بلوچگی وخانگی کام آئے گی نہ یہ عہدہ داری وحکومت بچوائے گی۔ بلکہ وہ ہر عزت جو خدا کی نافرمانی کا موجب ہے اور ہر عہدہ داری وحکومت کو جو رسول اللہ کے غضب کا سبب ہے اس دن ان کے حق میں رنج وبلا ہے۔

۷۔ سود کے کئی ایک شعبے ہیں قوم میں گو صریح سود کا پتہ نہیں چلتا مگر کاشتکاری کی بعض صورتوں میں اس کا رواج تھا۔ مثلاً لٹھ بندی پر قرضہ لینا اور لنڈا کی شرط پر مزارعت کرنا وغیرہ۔

۸۔ عورتوں کی پردے داری نام کو نہیں تھی۔ پردہ بجائے خود ستر عورت بھی نہیں رہا تھا مولانا فرماتے ہیں "بھلا مرد تو پہونچے تک قمیص و پیراہن پہنیں۔ لیکن مستورات بازو ننگے ہوئے پہلوانوں کی طرح نظر آئیں یہ ایک طرہ خانگی ہے"۔

۹۔ گانا بجانا لونڈیوں کا کام تھا آزاد عورتیں اس کے اردگرد نہیں پھرتی تھیں لیکن اس قوم کے نزدیک کوئی خوشی آزاد عورتوں کے گانے بجانے کے بغیر پوری نہیں ہوسکتی بلکہ عورتیں بازار سے سودا سلف لے کر آتی ہیں تو یہ اس کو برا نہیں سمجھتے۔ بھلا خدا تو عورت کی صفت میں وَّهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ فرماتے ہیں اور ہمارے یہاں بات برعکس ہے۔

۱۰۔ بدعات کا دور دورہ تھا جن چیزوں کو ثواب سمجھ کے کیا جاتا تھا وہ اپنی اصلی صورت پر باقی نہ رہیں۔ ہر بات میں رسم گھس گئی۔

مولانا فرماتے ہیں ایصال ثواب میں تیجا، ساتواں، چالیسواں، سالینہ، اولیاء اللہ کے مزارات پر چڑھاوے، جنات کی حاضری کے لئے عورتوں کے سامنے اجنبیوں کا رقص کرنا یا عورتوں سے رقص کرانا یہ افعال کلہم ناجائز اور شرع میں ممنوع ہیں۔ ایسے مواضع میں کھانا بھی منع ہے۔

۱۱۔ سلام زبان سے کہنے اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کی بجائے ہاتھ سے اشارہ کرنا۔

۱۲۔ ڈاڑھی قبضہ تک رکھنا باجماع امت ثابت ہے لیکن الٹے ڈاڑھی رکھنے والے پر ہنسی اڑائی جاتی

ہے اور اسے حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے حالانکہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ڈاڑھی کے متعلق فرمایا تھا اللّٰھُمَّ زِدْنِی وَقَارًا (اے اللہ میرا وقار بڑھا دے)

فقہائے کرام نے کہا ہے ڈاڑھی منڈانا مجمی رسم اور مخنث مردوں کا فعل ہے۔

۱۲۔ قوم میں ریاکاری، شہرت طلبی اور منافقت ایسی چھا گئی ہے بقول مولانا جس سے کسی فرد کا بچنا اس زمانہ میں مشکل سے ہو گیا ہے۔ فقط۔

یہ تھے وہ حالات جن کا خلاصہ ہم نے آپ کی کتاب استحکام سے نقل کیا ہے۔

آپ نے ان خرافات اور بے ہودہ خیالات کے خلاف جہاد کیا اور صراطِ مستقیم پر لانے کی کوشش کرتے رہے تا وقتیکہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ ؎

مَا کَانَ قَیْسٌ ھَلْکُہٗ ھَلْکُ وَاحِدٍ ۔ وَلٰکِنَّہٗ بُنْیَانُ قَوْمٍ تَھَدَّمَا

غصب میراث رواجیوں نے رواج کی بیخ باقی رکھنے میں اپنی خیر سمجھی۔ کفر و شرک کی طرح رواج کی لعنت بھی مشکل سے چھوٹتی ہے۔ رواج میں مستزاد بات یہ ہے کہ اس میں کچھ ملتا ہے۔ باپ دادا کی جائیداد سمٹ کر بیٹوں کے ہاتھ آتی ہے حیرت تو اس پر کہ چور اور ڈاکو تو دنیا میں بدنام ہوتے ہیں۔ سودی معاشرے میں بھی سود کھانے والا اپنے کو برا سمجھتا ہے لیکن رواجی اپنے اس عمل کو معیوب نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں ہمارے آباؤ اجداد کی زمین ہے ہم نے کسی سے غصب تو نہیں کی۔ کہیں باہر سے تو نہیں لائے۔ دنیا ان کو نمازی اور حاجی کہتی ہے۔ حالانکہ انہوں نے خدا کی حدود کو توڑا، اسلام میں ہندوانہ اور ظالمانہ قانون ایجاد کیا۔ پھر باپ کے مرنے کے بعد ستم کا آغاز خود ماں جنت نشاں سے کیا۔ رحم و کرم اور پدرانہ شفقت کی بجائے بہنوں کو تختۂ مشق بنایا زندگی کی اس سے زیادہ دنیا میں اور کوئی مثال بھی مل سکتی ہے۔ پھر اپنی اس حرام خوری کے کئی بہانے بناتے ہیں۔ عذرِ گناہ بدتر از گناہ۔

کہتے ہیں ہمارے بڑوں نے اپنی جائیداد تقسیم نہیں کی۔ ہم کیوں کسی کو کچھ دیں۔ کبھی کہتے ہیں ہم نے اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو زیور اور ہر طرح کا سامان دیا ہے جو ان کے حقوق سے بھی زیادہ ہے کبھی یہ کہ وہ بخوشی دل ہم سے اپنا حق لینا نہیں چاہتیں ورنہ ہم دینے کے لئے تیار ہیں۔

باپ کے مرنے پر جب خطرہ ہوتا کہ کہیں بہنیں جائیداد کا دعویٰ نہ کریں تو کہتے ہیں ہم زندگی بھر آپ کی خدمت کرتے رہیں گے۔

جو خدا ناترس یوم آخرت میں خدائے ذوالجلال کی پیشی کو سہے بیٹھے ہیں وہ ان وعدوں کا کیا پاس رکھتے ہیں۔ مار آستین کی طرح جائیداد پر قابض ہونے کے بعد یہ بدعہد سب کچھ بھول جاتے ہیں۔

رواج پذیری اور شرعی حق کو دبانے کے سوا ان عذرات میں کچھ اور حقانیت بھی ہے؟

معلوم ہوتا ہے کہ ان نام نہاد مسلمانوں نے باپ دادا کے پرانے کفر کی چادر ابھی تک نہیں اتار پھینکی ورنہ اسلام تو اس چیز کی اجازت نہیں دیتا کہ حدود اللہ کو پھاند کر پھر کفر اختیار کیا جائے۔ بھائیوں اور بیٹوں کی شادی بیاہ میں یہ خرچ اخراجات نہیں ہوتے؟ کیا کبھی کوئی بھائی بھی کسی بھائی کے حق میں کسی قیمت پر اپنے حق سے دستبردار ہوا ہے؟ یا صرف بے بس اور ناتواں مخلوق کے لئے کفر کی اس لعنت کو روا رکھا جا رہا ہے اس سے زیادہ چالاک ساز حیلہ باز لوگوں کی سنئے ہبہ نامی بیان کرا کے خوش ہوجاتے ہیں کہ بخشیش ہوگئی اور اسے حقیقتاً غیر منقولہ جائیداد کا ہبہ تصور کر بیٹھتے ہیں حالانکہ کتب فقہ میں مصرح ہے کہ قابل قسمت چیز کا ہبہ تقسیم کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔

لَاتَصِحُّ هِبَةُ الْمُشَاعِ غَيْرِ الْمَقْسُوْمِ اِنَّ الْقَبْضَ فِيْهَا لَا يَصِحُّ اِلَّا مُفْرَدَةً۔ (بدایۃ المجتہد) ص ۳۰۹ / ۲۴

مشاع غیر منقسم کا ہبہ صحیح نہیں ہے ہبہ میں قبض ضروری ہے جب کہ چیز کو الگ نہ کر لیا جائے اس وقت تک قبض تام نہیں ہوتا۔

ناداں بکار خود ہشیار ایسے قانونی ہتھکنڈے بروئے کار لاتے ہیں کہ مسئلے کی زد سے بچ جائیں اور مطلب بھی پورا ہو اپنے طور پر خفیہ بہنوں کے نام زمین لگوا لیتے ہیں پھر عرصہ دراز کے بعد دوبارہ جعلی بیان کرا کے اپنے نام ہبہ کرا لیتے ہیں۔ مچھلیوں کو ہفتے کے دن گڑھے میں پھنسا کر اتوار کے دن شکار کرنے کی یہودی تاویل سے یہ حیلہ کیا کچھ کم ہے؟ الامان والحفیظ

نیز مسئلہ کی رو سے قرض وغیرہ جو قرض دینے والے کے ذمہ ہوتا ہے معاف کرنے سے مقروض بری الذمہ ہوجاتا ہے اور جائیداد کا حق معافی کے باوجود معاف نہیں ہوتا

اس سے بری الذمہ ہونے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں لہذا ارثوں کے معاف کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حموی کی الاشباہ والنظائر میں ہے وَلَوْ قَالَ الْوَارِثُ تَرَکْتُ حَقِّیْ لَمْ یَبْطُلْ حَقُّہٗ اِذِ الْمِلْکُ لَا یَبْطُلُ بِالتَّرْکِ قَالَ الْحَمَوِیُّ فِیْ شَرْحِہٖ لَوْ مَاتَ عَنْ اِبْنَتَیْنِ فَقَالَ اَحَدُھُمَا تَرَکْتُ نَصِیْبِیْ مِنَ الْمِیْرَاثِ لَمْ یَبْطُلْ لِاَنَّہٗ لَازِمٌ لَا یَبْطُلُ بِالتَّرْکِ بَلْ اِنْ کَانَ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّمْلِیْکِ وَاِنْ کَانَ دَیْنًا فَلَا بُدَّ مِنَ الْاِبْرَاءِ صـ۴۹۵ (اگر کوئی وارث کہے کہ میں اپنا حصہ نہیں لیتا تو اس کا حصہ باطل نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ ملک ہے۔ چھوڑ دینے سے یہ حق باطل نہیں ہوسکتا امام حموی فرماتے ہیں کوئی آدمی دو بیٹے چھوڑ کر مرے ایک بیٹا کہے میں اپنا حصہ نہیں لیتا اس انکار سے یہ حق باطل نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ لازمی حق ہے چھوڑ دینے سے نہیں چھوٹتا۔ بلکہ اس حصہ پر ضرور قبضہ کرنا پڑے گا۔ اگر حق دین ہے تو وہ صرف ابراء سے ساقط ہوجاتا ہے)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں جو بہن اپنے ورثہ کو بھائی کے لئے زبان سے معاف کردیتی ہے۔ صرف زبان کے ساتھ کہہ دینے سے شرعاً معاف نہیں ہوتا کیونکہ ابراء اعیان میں نہیں ہوتا بلکہ اس میں ہبہ کی ضرورت ہے اور وہ بدستور اپنے حق کی مالک رہتی ہے اگر کسی وقت بہن کی اولاد اپنے ماموں پر اس جائیداد کا دعویٰ کرے تو وہ شرعاً اپنی ماں کا حصہ لے سکتے ہیں کیونکہ ہبہ کی شرائط اس میں موجود نہیں ہیں چنانچہ ہنوز وہ مشاع مشترک قابل تقسیم ہے۔ اگر بشرائطہا ہبہ بھی کردیا جائے مگر یہ یقینی بات ہے کہ بہن کا ہبہ کردینا دل سے نہیں ہوتا بلکہ ایسا ہبہ صرف رواج اور ملامت کے خوف سے ہوتا ہے اگر بہن حصہ وصول کر کے پورا قبضہ کرلے اور کچھ عرصہ اس کا فائدہ اور نفع بھی حاصل کرتی رہے اس کے بعد اگر دے دے تو اس کو حقیقی دینا کہتے ہیں۔

(دعوات عبدیت صـ $\frac{169}{170}$)

تعجب بالائے تعجب یہ ہے ادھر تو ان کا حق نہیں سمجھتے ادھر معاف کرانے کی فکر میں ہیں رواجوں سے عجیب عجیب حرکات سرزد ہوتی ہیں۔ شیطان نے انہیں الٹے سیدھے بہت سبق

پڑھا رکھے ہیں بعض تو زندگی میں اپنے بیٹوں کے نام جائیداد منتقل کرا دیتے ہیں یا پھر مرتے ہوئے اس تمنا کو مختلف ہتھکنڈوں سے بیٹیوں کو محروم کر کے خدا کے حضور میں روسیاہ پیش ہوتے ہیں۔ بڑے میاں کی اولاد بھی کچھ کم اہم ثابت نہیں ہوتی رہی سہی کسر یہ پوری کر دیتے ہیں اہل کیش اور سفید پوش درحقیقت سیاہ دل اور سیاہ کار لوگوں کی شہادت دلاتے ہیں کہ مرنے والے کے ماد ینہ اولاد نہیں ہے یا یہ کہ وہ اہل پردہ ہیں حاضر ہونے سے قاصر ہیں۔ وہ اپنا حق لینا نہیں چاہتیں اگر اس سے بھی کام نہ چلے ہمشیرگان، مردے کی بیوہ اور میراث غصب کرنے والوں کی پھوپھیاں عدالت میں رجوع کریں تو پھر صریح اور واضح کفر کی آڑ لینے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے شرم وحیا بلکہ ایمان و اسلام کو بالائے طاق رکھ کر یہ بیان داخل کراتے ہیں کہ قبل ازیں ہماری اقوام فلاں فلاں رواج عام پر عمل پیرا ہے۔ ہماری اراضی شریعت پر تقسیم نہیں ہوا کرتیں یا پھر یہ فرق بتاتے ہیں کہ ہمارا مورث شرعی وراثت کے بل سے پہلے فوت ہو گیا ہے اور شرعی وراثت کا بل چند ماہ بعد منظور ہوا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عموماً یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء پنجاب میں شرعی ضابطہ وراثت کلی طور پر بغیر تفریق اقوام منظور ہو جانے کے بعد اپنی بیٹیوں کے بارے میں شریعت کا پاس کرتے ہیں۔ باپ کی بیٹیوں اور اس کی آبرو بھی اپنی بہنوں اور ماں کے بارے میں وہی سابقہ رویہ ترک نہیں کرتے وہ در بدر پھریں تو ان شریفوں کو کوئی پرواہ نہیں اور نہ خدائے بزرگ و برتر کا خوف ہے

نہ جا اس کے تحمل پہ کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی   ڈر اس کی دیرگیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

سابقہ پیشہ ورانہ آبائی عادت کے مطابق اپنی بہنوں کو زبانی جمع خرچ پہ راضی کر لیتے ہیں کہ ہمارے نام ہبہ کر لو ہم سے کسی چیز پہ صلح کر لو مقصد یہ ہوتا ہے کہ فی الحال یہ خاموشی اختیار کریں اور عوام میں بھی ہم سرخرو ہوں شرعی نقطہ نظر سے ہم پر کوئی حرف نہ آئے منقولہ چیز یا گھٹیا رقبہ اراضی سے لو یا یہ کہ ہمارے باپ کی بجائے ہماری اپنی خرید کردہ اراضی کا رقبہ لے لو۔ افسوس۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (سورۃ نساء ع ۲) ماں باپ اور قرابت دار جو ترکہ چھوڑ جائیں اس

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا

اور ماں باپ اور قرابت دار جو کچھ ترکہ چھوڑ جائیں خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اس میں سے عورتوں کا بھی حصہ ہے ہر ایک کا یہ حصہ مقرر شدہ ہے

(سورۃ نساء پارہ ۴ رکوع ۱۲ آیت ۷)

یعنی قلیل اور کثیر تھوڑے بہت سب مال میں اولاد لڑکے لڑکیاں شریک اور حصہ دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مقرر اور معین فریضہ ہے لیکن یہ رواجی ماں باپ کی غیر منقولہ جائیداد میں سے کچھ دینے پر راضی نہیں عجیب قسم کے حیلے تراشتے ہیں۔

اسی سوال پر کسی ماں نے کیا ہی خوب کہا تھا بیٹا جب تم مر گئے تو تمہاری اولادیں تمہاری خرید کردہ اس ردی زمینوں کی مالک بنیں گی ہمیں یہ عطیہ منظور نہیں۔ ان حالات میں بہنیں بھی سمجھتی ہیں کہ جائیداد کا پورا پورا حق لے کر ہم معاشرے میں بدنام ہوں گی۔ قانونی چارہ جوئی کی ہم میں طاقت نہیں ہے پھر ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کے خلاف برادری میں سے مقدمات کی پیروی کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے "بدست غازی ہر چہ رسد" جبراً صلح پر آمادہ ہو جاتی ہیں غور کریں کہ یہ بھی صلح کہلاتی ہے جس میں صلح کرنے والا اور معاف کرنے والا مجبور اور مضطر ہوتا ہے فیا للعجب ولضیعۃ الادب کچھ مائیں بہنیں اپنا حساب کتاب اس دن پر چھوڑ دیتی ہیں جو دن ہماری گزشتہ زندگی سے زیادہ قریب ہے جس میں مال کھانے والا زیادہ فقیر اور تنگدست ہو گا لینے والا امیر اور خوشحال ہو گا اس دن برادران حقیقی کو پتہ چلے گا کہ باپ کی جائیداد اس طرح وصول کیا کرتے ہیں وصولی کا یہ طریقہ بھائیوں کے حق میں اس وقت تو بہت خوش کن ہے لیکن اُس وقت رسوا کن ہو گا۔

كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ﴿﴾ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿﴾ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿﴾ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿﴾

ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ تم لوگ نہ یتیم کی عزت کرتے ہو اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو اور تم میراث کا سارا مال سمیٹ سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور تم لوگ مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو۔

سورۃ الفجر پارہ ۳۰ آیت ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰

باب ۵

محکمہ قضا شرعیہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے تجویز کردہ راہ جسے شریعت اور دین کہتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اس کی پابندی اور اتباع کا حکم دیا ہے۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ
(سورۃ الجاثیہ رکوع ۲ پارہ ۲۵ آیت ۱۸)

پھر اسے پیغمبر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص راستے پر قائم کر دیا سو آپ اسی راستے پر چلے جائیے اور ان لوگوں کی خواہشات پر نہ چلئے جو صحیح علم سے بے بہرہ ہیں۔

اسی دین سے اسلام اور کفر کی راہیں الگ الگ ہو جاتی ہیں شوکت قوت اور غلبہ سے دین باقی رہتا ہے یعنی دین کی حاکمیت ہو حاکم و محکوم اس کے فرمان کے تابع ہوں اس کا دوسرا نام اسلام ہے۔ اہل اسلام عقائد و عبادات کی طرح اپنی معاشی و معاشرتی زندگی میں علاقائی ملکی خصوصاً ذاتی معاملات اور تنازعات میں شریعت کو فیصل بنائیں۔ شریعت کو باقاعدہ دستور بنانا محکمہ قضا شرعیہ قائم کرنا اور ملک میں اس محکمہ کے احکام نافذ کرنا بندوں پر اس کی خالص حکمرانی کو قائم کرنا ہے اللہ تعالیٰ کا یہی منشا ہے کہ اس کے تمام بندے اسلام کے ذریعے میری حکمرانی قبول کریں۔

شریعت کے نفاذ سے مسلمانوں میں یک جہتی اور اتحاد پیدا ہوتا ہے ان کے درمیان برتری اور مقابلے کا جاہلانہ خیال مٹ جاتا ہے۔ بار جیت، بغض و عناد اور تعصب ملیامیٹ ہو جاتا ہے۔ نفرت اور عداوت کی بجائے محبت و الفت پیدا ہوتی ہے۔ غلامی کی زنجیریں اور آبائی دین کے طوق گردن سے ٹوٹ جاتے ہیں، سب مسلمان اسلام کی لڑی میں موتیوں کی طرح پروئے جاتے ہیں۔ اہل حقوق کو حقوق مل جاتے ہیں اور جو دوسروں کے حقوق اپنے پاس سے واپس کرتے ہیں وہ اپنے ایمان کی سلامتی دل میں چین اور سکون محسوس کر کے سمجھتے ہیں ہم ہارے نہیں بلکہ جیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی قسم پوری ہو جاتی ہے جو اس نے اپنے بندوں کے ایمان پر اٹھائی ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ

سو قسم ہے آپ کے رب کی یہ شیطان کو حکم بنانے

بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ سورہ نساء رکوع ۹ آیت ۶۵ پارہ ۵

والے اس وقت تک مومن نہیں ہوں گے جب تک یہ اپنے تمام باہمی جھگڑوں میں آپ ہی کو منصف نہ بنائیں پھر جو آپ فیصلہ کر دیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی گرانی محسوس نہ کریں اور پوری طرح آپ کے فیصلے کو تسلیم کریں۔

اسلام کا ہر ہر فرد اپنے کو دوسرے کے برابر سمجھتا ہے۔ برابر حقوق کا مالک اور اسی نظام کے ذریعے مسلمانوں کو ترقی نصیب ہوتی ہے۔ اسی نظام شریعت کی برکت سے اہل اسلام یکمشت اور غیروں کے مقابلے میں ایک مضبوط ہاتھ بن کر ابھرتے ہیں۔ صحت مند معاشرہ وجود میں آتا ہے کیوں نہ ہو یہ انقلابی دین ہے۔ مسلمانوں کو متحد اور دنیا میں کامیابی دلانے میں ہمیشہ یہی اختیار کیا گیا ہے۔ پھر یہ تحریک تو ہے نہیں کہ اس کے اطوار بدلتے رہیں بلکہ مذہب اور عقیدہ ہے جو غیر متبدل اور لازوال ہے مسلمان جب بھی دشمنوں پر غالب آئے اس کی بدولت۔ اور اگر ذلیل و رسوا ہوئے تو اس کو ترک کر کے، لادینی عقائد اور کفری تحریکات و تعزیرات کی وجہ سے اعاذنا اللہ تعالیٰ منہا۔ اسی نظام شریعت کی بدولت حدود اللہ نافذ ہوتی ہیں دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوتا ہے۔ آسمان سے برکات نازل ہوتی ہیں۔ زمین اپنی قوت کے مواد کام میں لاتی ہے تمام دنیا کے لئے رزق کے خزینے مفتوح ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک حد کا نفاذ روئے زمین پر چالیس دن کی مسلسل موسلا دھار بارش کی بادی سے بہتر ہے مومنین کے برعکس ایسے لوگ بھی ہیں خدا اور رسول کی حکمرانی میں کبھی مخلص نہیں رہے وہ اپنی ذاتی مصلحتوں کے پیش نظر اس وادی میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں ان کا مطمح نظر اول آخر یہی رہا ہے کہ ہمیں بھی کچھ ملے گا؟

أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ملنے کی امید میں بڑے پُرتکلف ہو کر إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ (آخر ہم بھی آپ کے ساتھ تھے) کا ورد کرتے ہیں۔ اور اگر ہاتھ میں آئے ہوئے مال کے ضیاع کا ڈر ہو تو زبان حال سے کہتے ہیں۔ ؎

گر جاں طلبی مضائقہ نیست ۔ زر می طلبی سخن درین است

اسلام اور کلمہ اسلام سے دور بھاگتے ہیں جھوٹی عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹاتے

ہیں اور ان سے داد خواہ ہوتے ہیں اس میں بھی تمام تر کوشش یہی ہوتی ہے کہ جیت جائیں۔ درحقیقت ان کے بیمار دل کا کوئی درماں نہیں ہے۔ ؎ زر پرستی می کند دل را سیاہ

اسلام میں مضطرب اور بے چین نظر آتے ہیں خدا و رسول سے ان کو انصاف کی توقع کم ہے ان کا نام اللہ و رسول کی زبان میں منافق ہے۔ کاش! اس زمانے کیلئے عمرؓ ہوتے جو شخص خدا اور اس کے رسول کے فیصلے پر راضی نہ ہوتا اس کا سر قلم کر کے کہتے۔

هٰذَا قَضَائِیْ فِیْمَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ میرا فیصلہ ہر اس شخص کے متعلق یہی ہے جو خدا اور اس کے رسول کے فیصلے پر رضامند نہیں ہوتا۔

سورۃ نساء کے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے ناحق مال کھانے کی سخت ممانعت کی اس کے دوسرے رکوع میں وصیت کے عنوان سے ایک خاص بات کی تاکید فرمائی ہے بھی اولاد کے بارے میں ماں، باپ، خاوند، بیوی اور بہن بھائیوں کے بارے میں، اجنبیوں کے بارے میں نہیں۔ آخر میں فرمایا یہ حصص اور احکام اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو اللہ اس کو ایسے باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ لوگ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے پر اصرار کرے گا تو خدا تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو توہین آمیز عذاب ہوگا۔

سبحان اللہ انعام کی بھی حد ہے۔ دنیا کی قحط زدہ، خشک بنجر اور ویران زمینوں کے عوض سدا سرسبز اور شاداب باغات نصیب ہوں۔

شکر نعمتہائی تو چندانکہ نعمتہائی تو عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما

یہ تو رشک کی چیز تھی کہ منت سماجت کر کے بھی وارثوں کو حق دے دیا جاتا فرض ادا ہوتا اور جان خلاصی دوسرے بہشت کی الاٹمنٹ بھی یہاں بیٹھے بٹھائے ہو جاتی۔ کتنی خوش قسمتی کی بات ہے۔ تجربہ بتاتا ہے کہ میراث کے غاصب غصب کردہ مال زیادہ دیر یا نہیں کھا سکتے۔ ان کے مال میں اضافہ اور خیر و برکت نہیں ہوتی پھر وہ طرح طرح کے مصائب اور حوادث کا شکار ہوتے رہتے ہیں مقدمات برادری تنازعات، مسرفانہ زندگی اولاد کی آوارگی اور نافرمانی، تاوان، تنگدستی مال و متاع حتی کہ غصب کردہ وراثت کو بیچ کر کھا جانا ماں بہنوں کے ساتھ بدعہدی اور ان کے ساتھ برا برتاؤ کرنے کے عوض ان کی بددعا کی زد میں رہنا صرف یہی نہیں بلکہ اپنی اور ان کی نسلوں کے مابین انشقاق اور نفاق کا بیج بونا وارثوں کے حصہ میں آیا ہے ان کی زندگی خوشگوار نہیں رہتی۔ لالچ اور ضد میں دنیا اور آخرت تباہ کر دیتے ہیں کَنْ شَاءَ فَلْیُجَرِّبْہُمْ۔

پھر اس قسم کے ظلم کے اثرات صرف انہی لوگوں میں محصور نہیں رہتے۔ بلکہ اس سے درندے پرندے اور مچھلیاں غرضیکہ ساری آبادی متاثر ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے جس کا حاصل یہ ہے "حباری پرندہ جو کئی دن کی مسافت طے کر کے بھی اپنے آشیانے کو سبزہ زار سے خالی نہیں رکھتا، قحط سالی کی نحوست کے اثر سے اتنی جانکنی کے باوجود اپنے آشیانے میں بھوک اور پیاس سے سسک کر مر جاتا ہے۔ (موقوفاً علی ابی ھریرۃ)

باب ۶ سعی و عمل

خاموشی کے چند سال

سند فراغ کے بعد ہمارے اسلاف کو کسی نئی تجربہ گاہ میں قدم رکھنے کی ضرورت نہیں تھی ہر لحاظ سے کامل ہو کر مدرسے سے نکلتے تھے۔ فراغ کے وقت مولانا کی عمر پچیس سال تھی تخمیناً وہ بیک وقت عابد، زاہد، مجاہد، صوفی، مُلّا اور قاضی تھے۔ سارے بکھیڑوں سے آزاد اور ساری دنیا سے بے نیاز ہو کر اپنے کنوئیں پر ڈیرہ جا لیا وہیں سے اپنے مقاصد کا آغاز کیا۔ زندگی کے بقیہ سات سالوں میں سے چھ سال کا عرصہ انفرادی دعوت میں صرف ہو گیا۔

عملی اقدام وطن واپس پہنچتے ہی جو نمایاں کام آپ نے سرانجام دیا سو وہ یہ تھا۔ بھائی اور بہنیں فوت ہو چکی تھیں۔ بھانجے اور بھانجیاں زندہ تھیں، جائیداد کا شرعی انتقال بنوایا، ان کے نام زمین داخل خارج کرا دی۔ ہر چند ان کی طرف سے اصرار تھا کہ ہم نے اپنا حصہ بخش دیا ہے لیکن آپ نے ان کی ایک نہ سنی موقع پر گئے جریب کشی کر کے زمین کا حصہ کے مطابق الگ الگ نشان لگا دیا۔ اور فرمایا تمہارے حصہ سے میرا کوئی تعلق نہیں خواہ ویران پڑا رہے۔ میں اپنی قبر اُدھیڑ نہیں کرتا، یعنی کہیں قبر میں تمہارا حصہ میرے آڑے نہ آئے اس پر بس نہیں کہنے والوں نے تو یہ بھی کہا حضرت آپ جنہیں حصہ دے رہے ہیں وہ شرع کے حکم سے اپنی جائیداد کی تقسیم پسند نہیں کرتے تو ایسے لوگ کیونکر شرعی جائیداد لینے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کا جواب جو بھی ہو مجھ سے تو میرے متعلق پوچھا جائے گا۔ الحمد للہ میرے ذمہ سے تو بوجھ اتر گیا۔

؎ چنیں کردند یاران زندگانی ز کار افتادہ بشنو تا بدانی

اللہ اللہ کیا اونچا مقام تھا کس طرح بخش بخشیش کے طلسم کا جادو توڑ دیا۔ دنیا دار اور حریص لوگ کیا کچھ نہیں کرتے جائیداد پر سانپ بن کر براجمان ہو جاتے ہیں۔ بیچاری ماں بہنیں تو ان کے ہاتھوں مجبور ہیں اگر باپ بھی قبر سے اٹھ کر آ جائے تو ان کی آفت کا سماں بندھ جائے۔

انہیں وراثت کی خوشی میں اپنے باپ کی زندگی گوارا نہیں۔ سے

وَہ کہ گر مردہ باز گردیدے　　بسرائے و قبیلہ و پیوند

ردّ میراث سخت تر بودے　　وارثان را ز مرگ خویشاوند

بلند بالا مقام

کسی نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا کہ اس کو یہ مقام کیسے ملا جبکہ علماء و فقہاء کی کمی نہیں تھی۔ جواب دیا

کان اذا امر بشیٍٔ اعمل الناس لہ　　اور جب کسی بات کا حکم دیتے تو آپ اس پر زیادہ عامل ہوتے۔

واذا نھی عن شیٍٔ اترک الناس لہ　　اور جب کسی بات سے روکتے تو اس سے زیادہ اجتناب کرتے

قال ولم ارای احداقط سریرتہ　　نیز کہا میں نے آپ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کا اندرونی

اشبہ بعلانیتہ (سیرۃ الحسن لابن الجوزی)　　حال ظاہر حال کے موافق ہو۔

محکمہ قضاء اور حکم شرعی

اسلام کسی وقت انفعالیت اور آپس میں نزاع کو طول دینے کے حق میں نہیں ہے اسی طرح کفر یا کافر حاکم یا کافرانہ نظام حکومت کے تحت فیصلے کو قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ایسی صورت میں جب کہ حکومت وقت اسلام کے مطابق فیصلے کی پابندی نہ کرتی ہو تو اہل اسلام پر لازم ہے کہ اپنے درمیان روزمرہ جھگڑوں میں ایک مسلمان حکم (ثالث) مقرر کرلیں یا شرعی پنچایت قائم کریں اس امر پر اتفاق کے بعد حکم شرعی کا فیصلہ ناطق ہوگا اور ایک با اختیار عدالت کا فیصلہ سمجھا جائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اہل کتاب اپنے پیش آمدہ نزاع میں جو رجوع کرتے اس حیثیت سے آپ ان کے حکم تھے۔ فَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ (النساء) اگر آپ فیصلہ کرنا قبول کریں تو پھر ان کے مابین انصاف سے فیصلہ کریں۔

فقہاء کرام نے محکمہ شرعیہ کی ضرورت و اہمیت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔ وَاِذَا لَمْ یَکُنْ سُلْطَانٌ وَلَا مَنْ یَجُوْزُ التَّقَلُّدُ مِنْہُ کَمَا ھُوَ فِیْ بَعْضِ بِلَادِ الْمُسْلِمِیْنَ غَلَبَ عَلَیْھِمُ الْکُفَّارُ وَاَقَرُّوا الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی مَالٍ یُؤْخَذُ مِنْھُمْ یَجِبُ عَلَیْھِمْ اَنْ یَّجْتَمِعُوْا عَلٰی وَاحِدٍ مِّنْھُمْ یَجْعَلُوْنَہٗ وَالِیًا یُوَلِّیْ

قاضیا او یکون ھو الذی یقضی بینھم و کذا ینصبوا لھم اماما یصلی بھم الجمعۃ

(فتح القدیر ج ۵ ص ۴۶۱ کتاب القضاء)

ترجمہ :- اگر بادشاہ یا حاکم نہ ہو جیسے مسلمانوں کے ملکوں میں کفار غالب آگئے ہوں۔ مسلمانوں کو وہاں مال لینے کی شرط پر برقرار رکھا ہو۔ تو مسلمان پر لازم ہے کہ ایک مسلمان پر اتفاق کر کے اسے حاکم مقرر کریں وہ قاضی مقررہ خود فیصلے کرے ایسے ہی ایک امام مقرر کریں جو انہیں جمعہ پڑھائے

استقامت اور قوت ارادت

قضاء وہ منصب جلیلہ ہے جو علم و اخلاص کی اہلیت قوت ارادت، ہیبت، اور شہامت کے ساتھ باوقار طریقے سے پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے اور لوگوں کی نظریں اپنے حقیقی اعزاز کو قائم کر دیتا ہے۔ اوصاف مذکور کا حصول جن اسباب پر مبنی ہے کم از کم با اختیار جماعت یا حکومت شرعیہ کا وجود مسعود ہے۔ یہ کہ لنڈی جنوبی کے ایک غریب فرد جس پر کئی روز فاقے کے گزر جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے اس عہد کے ایسے اوضاع و اطوار عطا کئے گئے جس سے فلاح بہبود کی انجمنیں اور بڑے بڑے ادارے خالی ہیں۔ اور آپ کو ایسے مقام پر کھڑا کیا جس کے تصور سے بڑے سے بڑا حاکم ڈرتا اور کانپتا ہے۔

مخاطب اند کے نازک مزاج است   سخن کم گو کہ کم گفتن رواج است

مشکلات

مولانا کے لئے کچھ مشکلات مستزاد تھیں علاقہ کی ریاست اور سیاست کے نقیب جناب سردار خان گورمانی ڈیلدار بٹی قیصرانی و ذیلدار کوٹلہ سجادل، علم و فتویٰ کے امام آپ کے استاد حضرت مولانا یار محمد صاحب دونوں حضرات آپ کے محترم بزرگ تھے آپ ان کی تربیت میں جوان ہوئے۔ تمام لوگ ان کے حلقہ بگوش تھے ان کی موجودگی میں مقدمات سماعت ہوتے اور فیصلے سرانجام پاتے۔

سردار خان کو تنبیہ

حقیقت کی دریافتگی میں، فریقین میں کسی ایک کے ساتھ لگاؤ اور حسن ظن ظاہر ہے کہ اختلاف رائے کا موجب بن سکتا ہے چنانچہ

ایک مجلس میں یہی صورت پیش آئی بیانات اور فریقین پر جرح و قدح کے دوران جناب سردار خان کسی کی حمایت میں بول پڑے۔ مولانا نے انہیں ایسی تنبیہ کی کہ وہ دم بخود ہو کر رہ گئے اور فرمایا یہاں سرداری عمل و دخل نہیں چل سکتا۔ بقول شیخ عبداللہ مولانا بڑے حسین و جمیل تھے غصے کے وقت آپ کے چہرے کا جمال سراسر جلال سے بدل جاتا۔ موٹی موٹی آنکھوں میں رعب بھر جاتا۔ جب آپ مخاطب کی طرف متوجہ ہوتے تو ان کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ ؎

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ ذرہ آفتاب تابانیم

استاذ سے تلخی

اسی اثناء غالباً لب و لہجہ کی سختی پر حضرت مولانا یار محمد صاحب نے رنجیدگی کا اظہار فرمایا تو مولانا محمد بخش نے کہا آپ میرے استاد ہیں میں آپ کا احترام کرتا ہوں لیکن یہ معاملہ میرا نہیں ہے بلکہ شرع کا ہے آپ میرے استاد نہ ہوتے تو شرعی حکم میں ایسا پھنساتا کہ قیامت تک آپ اس سے گلو خلاصی نہ کر پاتے بایں ہمہ شکر رنجی مولانا نے ان دونوں بزرگوں کی تعظیم و تکریم میں کبھی کسر اٹھا نہ رکھی اور یہ بزرگ بھی ہمیشہ آپ سے فرزندانہ اور عزیزانہ سلوک روا رکھتے تھے۔ من تواضع للہ رفعہ اللہ الحدیث (جو شخص اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں میں اونچا کر دیتے ہیں) کی تصدیق ان دونوں بزرگوں کی بردباری سے مزید اور کیا ہو سکتی ہے۔

شہادت عدل

راقم الحروف نے جناب امام بخش" متوفی ۱۹۷۸ء اور دیگر قومی بزرگوں سے متعدد بار سنا کہ ہم نے بڑے بڑے عالموں کی زیارت کی اور ان کے واقعات سنے مگر مولانا محمد بخش جیسا متقی جری عالم نہیں دیکھا۔

؎ یارب ایسی صورتیں کس ملک بستیاں ہیں کہ جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

حلقہ تمن کے مقدمات اور آپ کے فیصلے

ہمارے حلقہ کی تمنداری وہوا کے خاندان کھتران اور کوٹ قیصرانی کے خاندان قیصرانی کے ساتھ وابستہ رہی تمنداری اختیارات دیوانی، فیملی لاز، فوجداری، جرگہ قتل کے مقدمات کے فیصلے

ان کی عملداری میں سرانجام پاتے تھے۔ حسب حیثیت یک سالہ دو سالہ، ایک ماہ، دو ماہ کے علاقائی تمنداروں کو اختیارات حاصل تھے۔ اس وقت حلقہ لنتر ڈی جنوبی کے تمندار امام بخش خاں قیصرانی آف کوٹ قیصرانی تھے۔

مقدمہ خلع اور تنسیخ خان مذکور نے اپنی عدالت میں سابق خاوند کی طرف سے دائر کردہ مقدمہ مولانا کی خدمت بھیجا تھا۔ صورت یہ تھی عورت نے اپنے خاوند کے خلاف لازمی اور جبری خلع کا دعویٰ کر رکھا تھا حاکم نے نکاح فسخ کر دیا۔ اس بنا پر اس نے دوسری جگہ نکاح بھی کر لیا تھا۔ آپ نے از سر نو مقدمہ سماعت فرمایا عورت کا دعویٰ خلع ناجائز تھا آپ نے فسخ کے فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے پہلے خاوند کو عورت واپس کر دی۔ عورت کے خاندان (موچی) نے پھر خان مذکور سے احتجاج کیا اس نے آپ کے شرعی فیصلے کو رد کر کے فسخ کو بحال رکھا۔

المیہ تعزیرات ہند میں طرح طرح کی باریکیوں اور موشگافیوں میں مہارت پیدا کرنے کے باوجود حکام اور دفتر کا عملہ شرعی احکام سے ناواقف ہے اور ان میں غفلت برتتا ہے۔ نکاح طلاق پھر تنسیخ جیسے حلال حرام مسائل میں انکا طرز عمل غیر ذمہ دارانہ ہے۔

مسئلہ تنسیخ کے باب میں شرعاً ان وجوہ کو مد نظر رکھا جانا چاہیئے۔ جن کی بنا پر تنسیخ عمل میں لائی جاتی ہے۔ وجوہ تنسیخ مثلاً خاوند کی نامردی، دیوانگی، گمشدگی اور ضد و عناد ہے کہ وہ نہ حقوق زوجیت ادا کرے اور نہ طلاق پر آمادہ ہو۔ اسی طرح بیوی بھی تنسیخ کا مطالبہ کر سکتی ہے بشرطیکہ وہ تو خلع کی [illegible] کی تنسیخ کی

لیکن ہوتا یہ ہے کہ تنسیخ کے دعوے میں یوں لکھا جاتا ہے۔ خاوند پٹائی کرتا ہے سخت مزاج ہے اس نے دوسرا نکاح کر لیا ہے، مہر کی خطیر رقم اس کے ذمہ واجب الادا ہے ادائیگی میں لیت و لعل کر رہا ہے۔ یہ ہیں دلائل اور دعاوی جن کی بنیاد پر عورت اپنے ماں باپ یا کسی غیر کی مدد سے اپنے خاوند سے رہائی چاہتی ہے۔ اور اس کے خلاف استغاثہ کیا جاتا ہے۔ فقہاء کرام نے تنسیخ کی چند شرائط بیان کی ہیں۔

۱۔ حاکم مسلمان ہو۔ تنسیخ کی وجوہ پر فیصلہ کرنے کا مجاز ہو۔ ۲۔ تنسیخ کی وجوہ صحیح ہوں ۳۔ عورت تنسیخ کا مطالبہ کرے۔ ۴۔ تنسیخ کا دارومدار ان اشیاء کو قرار دے جو دعوی میں بیان کی گئی ہوں ۵۔ مدعی کو حاضر عدالت ہونے کا حکم دے اور جواب دعوی کے بعد اسے متعنت قرار دے۔

لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ مدعیہ کی بات سن کر عموماً یہ باور کر لیا جاتا ہے کہ عورت بے قصور ہے اس کی اپنے خاوند کو ناپسندیدگی حاکم کے دل میں یہ احساس پیدا کر دیتی ہے کہ وقتی طور پر عورت کو خوش کر لیا جائے۔ حالانکہ اس عارضی خوشی سے بعض دفعہ عاجلانہ فیصلے کے بعد ہمیشہ کے لئے اس کی خانہ بربادی ہی کیوں نہ ہوتی ہو۔ قواعد وضوابط کی بالاتری کی بجائے حاکم اپنی رائے وقیاس کو دخل دیتا ہے کہ چونکہ ان کے مابین نباہ مشکل ہو گیا ہے لہذا مدعیہ کے حق میں فیصلہ کیا جاتا ہے اکثر ایسے ہوتا ہے کہ چونکہ خاوند حاضر عدالت نہیں ہوا یا کسی ایک سماعت میں نہیں آیا تو یک طرفہ کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ حالانکہ ممکن ہے کہ اسے اس دعوی کی اطلاع تک نہ ہو جیسے کہ آج کل سمن غلط بھیجنے کی وبا عام ہے یا یہ کہ خاوند دعوی دائر کردہ عدالت کو شرعی عدالت نہ سمجھتا ہو یا اسے کوئی اور عذر درپیش ہو۔ ایسی صورت میں حکام پر فرض عائد ہوتا ہے کہ جبراً خاوند کے حاضر ہونے کا حکم دیں اور اس سے باز پرس کریں اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ مدعا علیہ نہ تو آباد کرنے پر رضامند ہے اور نہ طلاق دینے پر تو اسے متعنت قرار دیں۔ نباہ مشکل ہونے کی بنا پر خلع کرا دیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ حاضر نہ ہونے کو یک طرفہ کارروائی کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے کہ یہ شخص متعنت (ضدی) ہے لہذا خاوند کی غیر موجودگی میں یک طرفہ کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے واضح رہے کہ یہ یک طرفہ کارروائی فقہاء کرام کے ہاں قضاء علی الغائب کہلاتی ہے۔ حنفی مذہب میں یہ ہے کہ اگر کوئی شافعی مذہب قاضی اس طرح فیصلہ کرے تو بھی نافذ العمل نہیں ہوگا۔ فتاوی شامیہ میں ہے

فعلی هذا ما یقع فی زماننا من فسخ القاضی الشافعی بالغیبة لا یصح ولیس للحنفی تنفیذہ

لہذا ہمارے زمانے میں شافعی المذہب قاضی خاوند کی غیر موجودگی میں فسخ کا جو فیصلہ کر دیتا ہے وہ

سواء بنى على اثبات الفقر او على عجز المرأة من تحصيل النفقة منه بسبب غيبته فليتنبه لذلک صفحہ ۹۰۳ / ۲۲۰	صحیح نہیں ہے ایک حنفی المذہب قاضی اسے نافذ نہیں کر سکتا خواہ اس فیصلے کا دار و مدار اس پر ہو کہ وہ تنگدست ہے یا یہ کہ عورت خاوند کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے خرچہ حاصل کرنے سے عاجز ہو اس بات میں ہوشیار رہنا چاہیئے۔

ایک با اختیار حاکم اپنے اختیارات کا جائز اور صحیح استعمال کیوں نہیں کر پاتا۔ مالی معاملات میں معمولی غیر حاضری سے بلاضمانت وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے جاتے ہیں۔ حلال و حرام اور حلالی نسل کے حصول کے لئے ایک دو تاریخ پیشی پر غیر حاضری کے باعث یکطرفہ کارروائی عمل میں لائی گئی۔" زبان زد اور روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ عورت کے لئے خاوند پر خرچے کے آرڈر میں تحریر فرماتے ہیں۔

لو طلق امرأته عند العدل فغاب عن البلد و لا يعرف مكانه او يعرف لكن يعجز عن احضاره او ان تسافر اليه هي او وكيله لبعده او لمانع آخر۔ صفحہ ۴۷۰، ۴۷۱۔ ج ۴۔ فصل فی الحبس۔	خاوند نے اگر اپنی عورت کو کسی اچھے آدمی کے پاس ٹھہرایا اور شہر سے باہر چلا گیا اس کی رہائش کا پتہ نہ ہو اور اگر پتہ ہو لیکن اس کے حاضر کرنے کی کوئی صورت نہ ہو بلکہ مجبوری ہو اور نہ عورت اس کے پاس جانے کے لئے سفر کر سکتی ہو اور نہ اس کا وکیل وہ دور رہتا ہو یا کوئی اور مانع در پیش ہو۔

دیکھئے بیوی پر خرچ کے باب میں اتنی شرائط و قیود لگائی گئی ہیں تاکہ خاوند کی غیر موجودگی میں اس پر ظلم نہ ہو۔ ایک شرط یہ بھی بتائی کہ لکن یعجز عن احضارہ (لیکن خاوند کو حاضر عدالت کرنے میں مجبوری اور لاچاری ہو۔ غور طلب یہ امر ہے کہ خاوند کو کس نے حاضر کرنا تھا اور حاضر کرنے میں کون مجبور و لاچار ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ حکومت اور حاکم کا کام تھا جب حکومت اپنے وسائل سے خاوند کو حاضر عدالت کرنے میں ناکام رہے تو پھر اس کی صورت یہ ہو گی۔

و ينبغى ان ينصب القاضى عن الغائب وكيل يعرف	ایسے چاہیئے کہ خاوند غائب کی طرف سے ایک وکیل

انه یراعی جانب الغائب ولا یفرط فی حقه۔ مقرر کیا جائے جس کے متعلق علم ہو کہ وہ خاوند کی رعایت ملحوظ رکھے گا اور اسکے حق میں زیادتی نہیں کرے گا۔

شامیہ صفحہ ۴۷۱ ج ۴۔

کس قدر احتیاط برتی گئی ہے اگر خاوند کی حاضری کی تمام ممکنہ صورتیں کالعدم ہو جائیں تو پھر بھی خاوند کی طرف سے حکومت ایک وکیل مقرر کرے گی جسے وکالت کا حق سپرد کیا جائے گا وکیل کی بحث وتمحیص کے بعد خاوند پر خرچ کی ڈگری کی جا سکے گی۔ لیکن ہمارے ہاں وارنٹ کے ذریعے احضار پر قدرت کے باوجود دانستہ طور پر فسخ کی جاتی ہے۔ حلال وحرام اور حلال نسل جیسے عظیم مسئلہ سے صرف نظر کی جاتی ہے۔ والی اللہ المشتکی وھو المستعان۔

موجودہ عدالتوں کی آخری کوشش

پیادے بھیج کر مدعا علیہم کے دروازوں پر اعلان چسپاں کر دینے اور اخبارات میں اشتہار اور نوٹس دینے میں آخری ہمت صرف کی جاتی ہے کہ فلاں تاریخ کو حاضر عدالت ہو جاؤ ورنہ تمہارے خلاف یک طرفہ کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔ لیکن اس تجویز میں بھی اصل مشکل قضاء علی الغیب کے عقدے کا حل نہیں ہے

قاضی خاں میں ہے۔

ولو کان بحلاء بکتاب القاضی فقبل ان یسمع القاضی شہادۃ الشہود علی الکتاب توارے الخصم فی البلدۃ قیل علی قول ابی یوسف یبعث القاضی منادیا ینادی علی بابہ ثلثۃ ایام اخرج وان لم تخرج نصبت منک وکیلا وتقضیت علی الوکیل وعامۃ المشائخ لم یصححوا ھذا القول صفحہ ۵۹ ج ۲۔

اگر ایک قاضی کا دوسرے کے پاس فیصلہ آ جائے فیصلے پر سماع شہادت سے پہلے مدعا علیہ چھپ جائے تو امام ابو یوسف کے قول پر قاضی ایک منادی بھیجے جو تین دن ان کے دروازے پر اعلان کرتا رہے گا حاضر ہو جاؤ ورنہ میں تیری طرف سے ایک وکیل مقرر کرکے اس پر اپنا فیصلہ صادر کر دوں گا لیکن اکثر مشائخ (اہل فتویٰ) نے اس قول کو صحیح نہیں سمجھا۔

غور فرمایئے ایک طے شدہ کارروائی زیر سماعت ہے اس میں بھی اگر مدعی علیہ چھپ جائے تسدداً حاضر عدالت نہ ہو تو بھی حاکم مجبور ہے۔ پہلی سماعت پر یا اس کی غیر موجودگی میں شہا

لے کر فیصلہ نہیں کر سکتا۔

طرفہ یہ کہ دفاتر میں عرضی نویس جن سے طلاق نویسی کا کام لیا جاتا ہے ان کا مبلغ علم یہ ہے وہ سہ طلاق ایک دو تین کر دیتے ہیں اس کے ساتھ ہر قسم کے غلیظ الفاظ "حرام" "تو مجھ پر ماں بہن ہے" وغیرہ ملا دیتے ہیں۔ تحریر طلاق کے بعد طلاق دہندہ حضرات جب مفتی سے یا شرعی قاضی سے رجوع کرتے ہیں اور حقیقت حال کا پتہ چلتا ہے تو پھر دم بخود ہو جاتے ہیں۔

خیال فرمائیں نص کے خلاف مفتی یا قاضی انہیں اس مخمصہ سے کیسے نکال سکتا ہے پھر خاوند کو یا تو دانستہ حرام کاری کا راستہ دکھائی دیتا ہے یا مذہب کی تبدیلی پر بھٹکنا پڑتا ہے۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ لتبدیل المذہب لاتباع الھویٰ

ان عرضی نویس حضرات سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ ارے پڑھے لکھے شاطرو تمہاری کیا سزا ہونی چاہیئے کہ تمہاری ہاتھوں کی لکیر سے چند ٹکوں کی خاطر کتنے بھائیوں کی خان ومان کی تباہی و بربادی آخر کس کی بھینٹ چڑھے گی فویل لھم مما کتبت ایدھم وویل لھم مما یکسبون۔

کافر کی نائب ججی مجھے قبول نہیں

گزشتہ مقدمہ خلع کو ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ تمندار امام بخش خان نے ایک اور مقدمہ مولانا کی خدمت ارسال کیا۔ خان مذکور پہلا شخص ہے جس نے اپنے تمن میں مرزائیت کا خبیث مرض پھیلایا تھا۔ عامۃ الناس جن کا دین ایمان خود ان کا تمندار ہوتا ہے۔ بلا تشخیص کہتے ہیں ہمارا مذہب وہی ہے جو ہمارے تمندار کا ہے۔ دیندار طبقہ اور علماء کی بروقت بیداری سے فتنہ ارتداد نہ پھیل سکا الا جس پر غضب خداوندی کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ آپ نے تمندار صاحب کو لکھا۔

"کافر کی نائب ججی مجھے قبول نہیں"

آپ کے جواب الجواب میں خان مذکور نے لکھا کہ میں کافر نہیں ہوں آپ ان لوگوں کے مابین شرعی فیصلہ ضرور کر دیں۔ مولانا نے خان مذکور کے پہلے مقدمہ کی سماعت میں نائب ججی کا نقطہ کیوں نہیں اٹھایا؟

جہاں تک میں سمجھا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ کے فیصلہ خلع میں اس نے حق کی مخالفت کی اور ناحق تنسیخ کر کے عورت دوسرے شخص کے سپرد کر دی تو ایسے حاکم کی نائب جی سے فقہاء نے منع فرمایا ہے

وَيَجُوزُ تَقَلُّدُ الْقَضَاءِ مِنَ السُّلْطَانِ الْعَادِلِ وَالْجَائِرِ وَلَوْ كَافِرًا ذَكَرَهُ مِسْكِينٌ وَغَيْرُهُ إِلَّا إِذَا كَانَ يَمْنَعُهُ عَنِ الْقَضَاءِ بِالْحَقِّ فَيَحْرُمُ ۔ قضا کا منصب عادل اور ظالم بادشاہ سے حاصل کرنا جائز ہے اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ الا یہ کہ بادشاہ حق کے فیصلے سے قاضی کو منع کرے تو قضا کا منصب لینا حرام ہے۔

(در مختار صفحہ ۳۴۸ ج ۳ کتاب القضاء)

صیغہ قضا سے مقصود یہ ہے کہ خلق خدا کے حقوق ضائع نہ ہوں اور ان کے مابین نزاع رفع ہو۔ عدل و انصاف کی بالادستی قائم ہو لوگ مرضیات خدا پر چلنا سیکھیں اور اپنی جان و مال میں شرع کے فیصلے قبول کریں۔ یہ مقصد حاصل نہ ہو تو پھر قضا کا معاملہ نرا دردسر ہے اسی بنا پر مولانا نے شروع سے انکار کر دیا۔ جب اس نے عدم مداخلت کا وعدہ کیا تو مقدمہ کی سماعت فرمائی۔

مقدمہ مذکور دولت خان، ملک خان، نصرت خان اقوام لالی نے چاندن خان گورمانی سے چاہ دور تے کے تبادلے میں چاہ چوڑی مار خریدا۔ فتح خان اور اس کے لڑکے حسن خان اقوام میر باز نے اس پر شفعہ کر دیا مولانا نے پہلے ہر فریق سے اس اندیشے سے کہ کہیں شرعی فیصلے سے پھر نہ جائیں طلاق ثلاثہ پر حلفیہ تحریر لی اور فرمایا میں اپنے ہاتھوں شریعت مقدسہ کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔

فیصلے میں حلف فیصلے سے قبل فریقین سے حلف لینا ضروری نہیں لیکن ہر دور کا اپنا مزاج ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے نام اور شرعی فیصلے کا اب کوئی احترام نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت دلوں سے نکل چکی ہے۔ ایمان جائے جاتے عورت نہ جائے۔

اسی واقعہ میں حلف بالطلاق بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کر

لیا جائے تو گو فقہاء کرام نے اسے حرام کہا ہے اور اس قسم سے انکار کرنے پر منکر کے خلاف قاضی کا مال کی بابت جرمانہ کرنے کا فیصلہ بھی نافذ نہیں ہوتا۔ ایک حلف تو بیانات میں سچ بولنے پر ہوتی ہے کہ میرا یہ بیان حقیقت پر مبنی ہے جس پر فیصلے کا دار و مدار ہوتا ہے اسی کو فقہائے کرام نے حرام کہا ہے اور یہ حلف جو فیصلہ سننے کے بعد فیصلے کی پابندی اور اس کے احترام میں لی جائے ان دو حلفوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

ابھی اقوام للانی مدعا علیہم کے بیانات ہو رہے تھے حسن خان ولد فتح خان بول پڑا آپ نے اسے وہاں سے فوراً اٹھ جانے کا حکم دیا اور بڑے فاصلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وہاں چلے جاؤ وہ وہاں جا بیٹھا جب بیانات مکمل ہو گئے تو اسے بلایا اور لگے سمجھانے تجھے باپ کی موجودگی میں بولنے کا کیا حق تھا۔ یہ شرعی عدالت ہے کسی خان کا ڈیرہ نہیں ہاں اگر تو اس مقدمے کی پیروی کرنا چاہتا ہے تو اپنے والد سے مختار نامہ لے لو اور کل آجاؤ۔ فریقین مصر تھے کہ بیانات یہی کافی ہیں اور آج ہی فیصلہ ہو جائے آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا کل آجانا القصہ دوسرے روز آپ نے فریقین کو اپنا محررہ فیصلہ حوالہ کیا۔ شرعاً اپنے شفعہ پر شفیع کو شہادت قائم کرنا ضروری ہے۔ جہاں جس مجلس میں شفعہ کا علم ہوا اور پھر بیع و شراء کرنے والوں کے پاس یا زمین پر جا کر نشان لگا کر شہادت قائم کرے کہ میں اس زمین کا شفیع ہوں۔

مذکورہ بالا شفعہ کے مقدمہ میں یہ شرط نہیں پائی گئی تھی اس لئے شفعہ خارج کر دیا گیا واللہ اعلم نہ یارائے انکار اور نہ وسعت تسلیم اقوام میر باز کچھ قیل قال کرنے لگے تو آپ نے فرمایا تم جہاں یہ مقدمہ لے جاؤ گے فیصلہ یہی ہو گا جو میں نے لکھا ہے۔ یہ ان دنوں کے واقعات ہیں جب کہ آپ اپنے کنوئیں پر خلوت نشین تھے گو آپ کی دعوت شریعت کا چرچا ہو چکا تھا لیکن ابھی اقوام گورمانی کی طرف سے بالاتفاق اس دعوت کو شرف قبولیت حاصل نہیں تھا

مولانا علی گوہر کی خدمت استغاثہ

مدعی فریق اقوام میر باز مولانا علی گوہرؒ صدر مدرسین محمودیہ کے رشتہ دار تھے آپ کی خدمت میں

تونسہ شریف پہنچے آپ اس وقت اوراد و وظائف میں مصروف تھے فارغ ہوئے پوچھا مجھے کچھ کہنا ہے ؟ وہ بولے لنڑی کا مولوی ابھی نیا فارغ تحصیل ہے اسے فیصلہ کرنا بھی آتا ہے یا نہیں ؟ یہ دوسرے فریق کے حق میں وہاں کے امام بخش خان گورمانی نے سفارش کی ہے فیصلہ صحیح نہیں ہوا لہٰذا آپ ہمارا فیصلہ کریں۔

مولانا علی گوہر کی آپ کے حق میں بڑی شہادت اور عقیدت بہت

یہ سننا تھا جیسے بیٹھے تھے اپنا عصا اٹھایا مارنے کو ہوئے اور سب کو بھگا دیا۔ آپ نے فرمایا علاقے میں حق بات کہنے والا وہی تو ہے اس کے بارے میں تم بیہودہ بکتے ہو ؟ اللہ اکبر! وقت کے بہت بڑے عالم کی ایک تیس سالہ جوان کے حق میں علم و عمل کی اتنی زبردست شہادت سچ ہے زر خالص کی قدر و قیمت صراف ہی جانتا ہے اور گوہر کی شان گوہری سے پوچھئے

ع قدر زر زرگر بداند، قدر جوہر جوہری

دنیا دار ناقدر دان اپنی کور باطنی کے باعث علم اور علماء حق کی عظمت کیا جانیں

ے عالم اندر میانہ جہال مثلے گفتہ اند صدیقان
شاہدے درمیان کوراں ست مصحفی در کنشت زندیقان

بالآخر ہائیکورٹ تک اس مقدمے کو لے جایا گیا مگر ہر جگہ سے مولانا کے فیصلے کی بازگشت سنائی دی۔

مجالس احباب

مولانا جوانی کی عمر میں تھے قوم کے بڑے لوگوں کے حضور میں اس درجہ رسائی ناپید تھی جو آپ چاہتے تھے۔ ہر کام فرصت طلب اور نظر و فکر کے ساتھ کسی حیلے کا محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ باثر جوانوں کو دعوت حق میں اولیت دی جائے اور نئی پود کی تربیت کی جائے۔

اپنے کنوئیں کو جہاں چھوٹی سی مسجد بنائی تھی مرکز بنالیا۔ احباب کا صبح و شام جمگھٹا رہتا۔ مسائل سمجھاتے۔ مسائل کی فہرست تو بہت طویل ہے مگر۔

۱ فرائض کی پابندی اور قطع تنازعات

۲ ان باتوں میں جن میں حکومت مدعی نہیں ہے
انگریزی قانون کا بائیکاٹ

۳ وراثت میں اللہ تعالیٰ کی حدود کی پابندی اور حق داروں کی حق رسی۔

۴ غلط قسم کی رسومات اور منکرات کو یکسر چھوڑ دینا۔

یہ چار مقاصد ہیں جو ہمیشہ پیش نظر تھے " استحکام الاحتجاج" انہی بنیادی چیزوں پر مشتمل ہے۔ چھوٹے بچوں کی الگ تنظیم بنا کر کسی ایک کو ان میں امام بنا لیتے۔ شیخ عبداللہ کے بیٹے کو امام اور خالقداد ولد امام بخش خاں گورمانی وغیرہ پیچھے کھڑے ہوتے۔ کھانے کا وقت ہوتا تو آپ کے پاس یا احباب میں سے کسی کے پاس جو ماحضر ہوتا ایک دستر خوان پر چن دیا جاتا۔ اسراف کر کے لانے والے کا ہدیہ قبول نہ فرماتے۔ اسی بنا پر عبداللہ خاں ولد اللہ داد خاں کی مٹھائی اور غلام محمد خان گرلہ کی دعوت کو مسترد کر دیا۔ (بروایت غلام حیدر خان ولد غلام علی خاں)

خوش طبعی اور دلجوئی

طبیعت حد درجہ مزاج شناس تھی نوجوانوں کی اپنی ایک دنیا ہوتی ہے وہ اسی دنیا میں کسی کی رفاقت کو زیادہ تر وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس لئے رفقاء کے ساتھ ورزش کی کھیلوں میں حصہ لیتے۔ تیز روی بطریقہ بندی یعنی ایک شخص کا آگے دوڑنا اور پیچھے سے دو آدمیوں کا اسے پکڑنے کی کوشش کرنا، بازو پکڑنا، آتشی چوگان بازی اس قسم کی کھیلیں کھیلتے۔ نماز عشاء کے بعد ساتھیوں کی طرف سے تقاضا ہوتا تو طیب خاطر میدان کو نکل جاتے۔ ایک دفعہ غلام حسن خان ولد علی خان کے ہاتھ سے رات کو کھیلتے ہوئے آتشی گیند لگی آنکھ پر زخم آگیا ہنستے رہے۔ ذرہ ملال نہ کیا۔

قیام شریعت کے لئے کوششیں

خاموشی کے چند سال؛ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ اپنی زندگی کے آخری ساڑھے چھ سال خاموش رہے حق بات نہیں کہی آپ نے توجیہات کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا اس عنوان سے ہماری مراد یہ ہے

کہ شریعت اور شرعی احکام کا نفاذ جو آپ کے پیش نظر تھا وہ اجتماعیت کو چاہتا تھا کہ ایک معتد بہ قوم اور پورا حلقہ اس پر متفق ہو جائے کہ وہ اس حلقے میں خدا و رسول کی اطاعت اپنے اور اہل حلقہ کیلئے ہر شرعی فیصلے کی ضمانت دے اور اسے عملاً پورا کرے ظاہر ہے کہ یہ کام اس کا متقاضی تھا کہ حلقے کے بااثر لوگ آپ کی دعوت کو سچے دل سے تسلیم کرلیں اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کے لئے گویائی سے خاموشی زیادہ تر مفید ہوتی ہے کہ ؏ اہل شوق عوام اند و گفتگو عربی است

عبرت آموز نکتہ

ان دنوں کی بات ہے کہ جنوبی بستی کی معتبر شخصیت جناب غلام محمد خان ولد گولا خاں گورمانی متوفی ۱۳۷۶ھ کے ہاں مولانا یکے بعد دیگرے جاتے اور شریعت کی پیروی اور اپنے مقدمات و تنازعات میں شرعی فیصلے کو تسلیم کر لینے کی دعوت و رغبت دیتے۔ وہ کہتے کہ میں نے ایک رقبہ زمین پر شفعہ دائر کر رکھا ہے۔ ہو سکتا ہے شرعی رد سے مجھے کامیابی نہ ہو اس لئے چند روز بعد جب اس کا فیصلہ ہو جائے گا میں آپ کی بات قبول کرلوں گا۔ اقوام بکھڑ کے ساتھ زمین کی بیع و شراء اور تبادلوں نے ان کے اور اقوام گورمانی کے درمیان نزاع و جدال کی صورت اختیار کر لی تھی جس سے معاملہ نے طول پکڑا۔ بڑی عدالتوں میں مقدمات درج تھے۔ مولانا چاہتے تھے کہ دونوں فریق شریعت پر صاد کردیں خدا اور رسول کی اطاعت کے جذبے سے ہار جیت کے بغیر ان کا فیصلہ ہو اور فتنہ مٹ جائے جب آپ نے دعوت کے عمل کو مسلسل جاری رکھا تو وہ کہنے لگے میں خود آپ کی خدمت آکر جواب دوں گا۔ آپ یہاں میرے پاس ہر روز آکر تنگ کرتے ہیں۔ مولانا نے جواباً فرمایا۔ غلام محمد خان! میں اس مقصد کے لئے آپ کے پاس آنا جانا نہیں چھوڑ سکتا البتہ ایک صورت ہے آج تم میرے سامنے گلے میں (زنار) جنجون لٹکا دو۔ پھر کبھی میں تجھ سے اس قسم کی بات نہیں کروں گا۔

راقم الحروف کو مذکورہ بالا واقعہ جناب محمد خان ولد گولا خاں صاحب واقعہ کے بھائی نے کئی دفعہ سنایا۔ اللہ اللہ مولانا نے کس بلا کی بات کی اس سے زیادہ بلیغ پند و نصیحت اور کیا ہو سکتی ہے۔ شرم و حیا درکار ہے۔

یاد رکھئے کہ زنار پہننے والی بات خطیبانہ نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے بعض ایسے افعال ہوتے ہیں جو صرف کافروں سے سرزد ہوتے ہیں اور بطور خاص ان کی علامت ہیں۔ زنار پہننا، بتوں کو سجدہ کرنا، انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنا جس شخص سے اس قسم کے افعال سرزد ہوں اقرار و تصدیق کے باوجود وہ کافر ہو جاتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں

وههنا قسم آخر وهو من حصل له التصديق والاقرار والعمل و مع ذلك شد الزنار و سجد للصنم ونحوها جعله الشارع علامة التكذيب والانكار فهو كافر في الشرع	یہاں کفر کی ایک اور قسم بھی ہے کہ جسے تصدیق اقرار اور عمل حاصل ہو لیکن اس کے بعد جنیوں پہنتا ہو، بت کو سجدہ کرتا ہو اس قسم کے افعال کرے جسے شارع نے تکذیب اور انکار کی علامت قرار دیا ہے تو ایسا شخص شرع میں کافر ہے۔ (لمعات التنقیح کتاب الایمان صفحہ ۹۳)

جناب نور محمد خان کا عہد ملاقات اور صدق کی ابتدا

بالآخر وہ طوطی زیر دام آگیا جس کی تلاش میں مسنون کی مجلس کا چھ سال سے جال بچھایا گیا تھا جناب نور محمد خان ولد سردار خان سربراہ قبیلہ نے ابھی چند دن ہی مولانا کے ساتھ گذارے معمولی آمد و رفت پر گرویدہ بن گئے اور آپ کے مقاصد سے آشنا ہوئے۔

سہ پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خدا کے تئیں معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا

خان موصوف: اب وقت آگیا ہے کہ اس دعوت کو قوم کے سامنے لائیں۔ کھرے کھوٹے کا امتیاز ہو یہ فیض چھپانے کے قابل نہیں ہے انفرادی دعوت کا کام ہو چکا۔ اب اس قفس سے باہر آنے کی ضرورت ہے ع حیف باشد چو تو مرغی کہ اسیر قفسی

مولانا: میں قوم کی موجودہ غیر شرعی حالت اور خدا و رسول سے بغاوت برداشت نہیں کر سکتا اس حال کے ہوتے ہوئے میں ان لوگوں کے ساتھ رہ کر کیسے بسر کر سکتا ہوں۔

خان موصوف: اب آپ کو قوم کے سامنے یہ مسئلہ لانا پڑے گا۔

مولانا میرے آپ سے انفرادی دوستانہ تعلقات ہیں اگر اتنا اصرار ہے تو کیا تمام شریعت کے سلسلے میں آپ کو اپنے ماں باپ سے جدا ہونا پڑے گا۔ آپ اس کے لئے تیار ہیں؟

خان موصوف میں آپ کے فرمودہ کی حرف بحرف تصدیق کرتا ہوں ۔
آں پیچ کہ در ازل با تو کردہ ایم ہرگز دراں حدیث اقالہ نمی رود

مولانا موجودہ بگڑے ہوئے حالات جن میں ایک بات بھی شریعت کے مطابق نہیں ہے اس قوم کے درمیان نہیں جا سکتا۔ (مطلب یہ تھا کہ کل کو اگر بات نہ مانی گئی تو اسی طرح مجھے لوٹ کر آنا پڑے گا۔ جس حال اب جا رہا ہوں)

خان موصوف میں آپ کا مطلب سمجھ گیا ہوں لیکن مقصد کا حصول اس کے بغیر مشکل ہے جب تک آپ پوری قوم کے سامنے اپنے مقاصد نہ رکھیں اور اجتماعی دعوت نہ دیں

آخر دونوں کے درمیان طے پایا کہ جامع مسجد میں قوم کے اصاغر و اکابر کو بلایا جائے اور ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا جائے۔

اجتماع اور عہد و پیمان جب سب جمع ہوئے تو مولانا نے جو ارشاد فرمایا اس میں اہم باتیں یہ تھیں (۱) آج سے جتنے مقدمات عدالتوں میں درج ہیں اٹھا لو اور شریعت کی عدالت میں ان کا فیصلہ لو۔

۲ ہندوؤں سے سودی لین دین، اس کے پاس زمین گروی رکھنے کا اور اس قسم کے سارے تعلقات ختم کر ڈالو۔

۳ مائیں، بہنیں اور بیٹیوں کی غصب کی ہوئی وراثت ان کو یا ان کے وارثوں کو واپس کر دو۔

۴ فرائض نماز روزہ اور زکوٰۃ کی پابندی کرو

۵ ہر بالغ مرد پر ڈاڑھی منڈانا آج سے بند ہے اور مستوجب سزا اور جو جام اس قسم کی حرکت کرے اس پر پانچ روپے جرمانہ ہے

۶ عورتوں کی پردہ داری کا اہتمام کرو فی الحال گھر گھر مستقل یا عارضی پردے بنالو

یہ بھی طے پایا کہ جو شخص ان باتوں کو قبول نہ کرے یا قبول کر کے عہد توڑ ڈالے اس کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ قوم سے بائیکاٹ کرانے کی ذمہ داری سردار خان ذیلدار پر ہے۔ سب سے پہلے اس اسلامی منشور کو جناب سردار خاں نے قبول کیا اور قوم نے لبیک کہی۔

باپ بیٹا صد ہا مبارکباد کے لائق ہیں۔ بیٹے نے اقبال کیا تو باپ نے سچا ہو کر دکھایا اور سب سے پہلے شرع محمدی کا استقبال کیا ایسا ہوتا کہ ان کی اولاد اپنے بڑوں کی بڑائی کو سمجھتی اور فرورفتہ سرفرازی کو دوبارہ حاصل کرتی۔ اے کاش اس شرعی قرارداد کو زیر تحریر لایا گیا اور عہد معاہدے بلئے گئے افسوس اگر اصل تحریر سامنے ہوتی کیا اچھا ہوتا اور کتنے حقائق پر سے پردہ اٹھ جاتا لیکن یاد ہے کہ مجلس میں موجود حضرات کی روایات سے راقم نے ان واقعات کو ترتیب دیا ہے۔

ع۔ زبان میری ہے بات اُن کی۔

لتڑی میں حکومتِ الٰہیہ کا قیام اور قوم کا خوش منظر

مدتوں سے کھیتوں کی ویرانی اور تشنہ لبی، ابر بہاری سے شکایت کر رہی تھی اب کے امیدوں کے بادل نظر آئے تو ساری مشکلات خواب عدم میں چلی گئیں۔ خوشیوں اور مسرتوں کی انتہا ہو گئی چند دنوں کی بات تھی کہ گلہائے رنگا رنگ اور میوہ ہائے گوناگوں نمودار ہو گئے جیسے باغبان دیکھ کر خوشی کے مارے لوٹ پوٹ رہا تھا۔

مسجد میں شرعی محفلیں منعقد ہوتیں۔ شرعی فیصلے کئے جاتے۔ مقدمات اور تنازعات میں ہار جیت کا احساس جاتا رہا۔ ایک دوسرے کے حق میں کدورتیں ختم ہو گئیں جس نے شرع کے سامنے گردن جھکا لی وہ جیت گیا۔ گھروں میں عورتوں کی زبان پر غیبت اور چغل خوری کی جگہ تلاوت، درود اور تسبیح تھی جنہیں کلمہ شریف پڑھنا نہیں آتا تھا وہ پختہ نمازی بن گئے۔

پردے کے انتظامات سخت کر دیئے گئے بے چاری عورتیں جو دور دراز سے سروں پر پانی اٹھا کر لاتی تھیں اس کا بوجھ اب مردوں کے کندھوں پر پڑ گیا۔ خوف خدا اور تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ لوگ اہل حقوق کو بلا بلا کر اپنی محبوب جائیداد کے حصے بخرے کرنے لگے آپس میں ایک دوسرے کا اعزاز، پیار و محبت بڑھ گیا

جو ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے وہ اب یک جان دو قالب نظر آرہے تھے نور محمد خاں پٹوار کرتے تھے ان کے پاس سرکاری کاغذات کے لئے آنے والے لوگوں سے مولانا تجسس کرتے کہ اس نے آپ سے کچھ لیا تو نہیں۔

چال چلن میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ عورتیں لمبا لباس پہننے لگیں۔ پیروں کے نام کی چوٹی منڈوا دی گئی لوگ میلے پر جانے اور چڑھاوے چڑھانے بند ہو گئے۔ الغرض کایا پلٹ گئی۔ دنیا بدل گئی۔ جسے لوگ اب تک یاد کر کے روتے ہیں۔

یہ ایک فقیر بے نوا کی حکمت عملی اور دلوں پر خدائی حکومت تھی جس کے پاس سپاہ تھی اور نہ فوج اور نہ درہم تھا نہ دینار، نہ برادری تھی اور نہ کنبہ، جس کے پاس اگر تھی تو ایک جان تھی جس کا وہ خدائے ذوالجلال سے سودا کر چکے تھے۔

رباعی

بینائی جہاں خواہی شمشیر تبارک زن — آگاہی دل جوئی، الماس بہ مرہم زن
مومن نتواں گفتن عاشق کہ مجاہد نیست — رو بوسہ چوں سربازاں بر طرۂ پرخم زن

صیغہ نماز ارکان اسلام میں نماز ایک جامع عمل ہے نمازی نماز کے اندر روزہ دار ہوتا ہے۔ تکبیر تحریمہ احرام حج کا نمونہ پیش کرتی ہے اپنے کاروباری منافع چھوڑ کر نمازی نے نماز کو اولیت دی اسی ایثار کا امتحان زکوٰۃ میں ہوتا ہے گویا یک وقت سارے فرائض اس میں پائے جاتے ہیں۔ فرائض اسلامی کی بجا آوری کی برکات اور فوائد حد شمار سے باہر ہیں۔ معاشی معاشرتی سیاسی اور ملی مشکلات کا حل بھی نماز میں کامل اور مکمل طریقے سے پایا جاتا ہے۔

عام ذرائع ابلاغ کا اس سے زیادہ کوئی عمل نہیں ہو سکتا کہ حاکم وقت جب اہل محلہ کی پانچوں وقت حاضری لیتا ہو، نماز جمعہ میں پورے حلقہ اور موضع کا اور سال بھر (عیدین میں) پورے علاقے کی امامت کرائے اور کھلے بندوں ان سے ملاقات کرے تو اس سے زیادہ صحیح اطلاع احوال کا اور کون سا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمّال (گورنروں) کو نماز کے بارے میں ان الفاظ میں تاکید فرمایا کرتے تھے۔

اِنَّ اَھَمَّ اُمُوْرِکُمْ عِنْدِیْ الصَّلٰوۃُ مَنْ حَفِظَھَا تمہارے سرکاری اہم کاموں میں میرے نزدیک نماز ہے جو اس کی حافظ علیہا حفظ دینہٗ وَمَنْ ضَیَّعَھَا حفاظت کرے گا اور اس کی نگرانی کرتا ہے گا اس نے اپنے فَھُوَ لِمَا سِوَاہُ اَضْیَعُ (رواہ مالک) دین کو بچا لیا اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا وہ نماز کے ماسوا دوسرے فرائض کو بطریق اولیٰ برباد کرنے والا ہوگا۔

واقعہ نماز با جماعت میں حاضری کا اس قدر اہتمام ہونے لگا کہ عشاء کی نماز میں بستی کے ایک ایک فرد کا خیال کیا جاتا گویا کہ ہر نماز نماز عید ہوتی ایک رات دیکھا تو بستی کے سب لوگ نماز عشا کی شرکت کے لئے آ گئے۔ سردار خان نے کہا کادو خان ولد غلام حسین خان نہیں آئے شیخ عبداللہ فرماتے ہیں مولانا کی موٹی آنکھیں تھیں جب غصے سے کسی کی طرف متوجہ ہو کر دیکھتے تو غضب کر دیتے ان میں خدائی رعب ایسا بھر جاتا کہ ناظر تاب نہیں لا سکتا تھا۔ فرمایا خانصاحب سب آپ کی سستی ہے خان موصوف نے حکم دیا کہ اگر کادو خان اپنے آپ نہ آئے تو اسے چارپائی پر مسجد میں اٹھا لاؤ لیکن کادو خان مسجد میں آنے کے لئے تیار ہو گیا سبحان اللہ زندگی کے یہ دن کتنے خوشگوار تھے جن کے بارے میں حدیث میں آتا ہے "کہ ان حالات میں تمہارا جینا مرنے سے بہتر ہے"

آمدم برسر مطلب اسی بنا پر آپ دیکھیں گے کہ مولانا نے نماز کو نہ صرف یہ کہ اولیت دی اور نماز کے بارے میں ان کا کلام اپنی کتاب میں سخت روش اختیار کر گیا ہے بلکہ وہ تو نماز کو اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت اور دین کی طرف دعوت دینے کا بہت بڑا ذریعہ سمجھتے ہیں اسی پر آپ عمل پیرا رہے ہے۔ چند ایک امثلہ پیش خدمت ہیں۔

دو قومی منکر اسلامی منشور پر بات ہو رہی تھی آئندہ پیش آمدہ واقعات کی صورت حال کو سمجھانے کے لئے صیغۂ نماز کا ذکر آ گیا جب تمام قوم نے اسلامی منشور کو من وعن تسلیم کر لیا تو دو شخص ایسے سامنے آئے جو مخمصے میں پھنس گئے

۱۔ شیخ عبداللہ ولد غلام محمد خان گورمانی ہماری اس تحریر کے مرکزی راوی۔ جوانی کے ابتدائی عہد میں تھے موقع پر ان کے والد موجود نہیں تھے جب ان سے دریافت کیا گیا تو کہا میں اپنے والد

سے مشورہ کرکے بتادوں گا۔

۲ میاں عبداللہ ولد میاں جان محمد گورمانی۔ آپ کے ماموں زاد آپ کی والدہ کے چچیرے

نماز عشاء اور فیصلہ کن گھڑی

عہد شریعت کی صبح شام میں منتقل ہوئی منکرین پر کوئی نہ ہوا آنے والی رات نماز عشاء میں معمر کہ ہوا۔ نماز کے اقامت کہی گئی غافلین کی تنبیہ کے لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو کیا سمجھایا امامت کے لئے آگے بڑھے مولانا نے فرمایا ابھی تک جسے قبول شرع میں تردد ہے۔ وہ میرے پیچھے سے ہٹ جائے جماعت علیحدہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم نے شیخ عبداللہ کی مدد کی آہ و فغان کرنے لگے اور للکا ابھی سے میری توبہ ہے میں کوئی مشورہ نہیں کروں گا۔

دوسرے صاحب خاموش کھڑے رہے جماعت سے بھی الگ نہ ہوئے اس پر سردار نے کہا مولوی صاحب کا حکم ہے جماعت سے الگ کیوں نہیں ہوتے تب وہ الگ ہوگئے۔ ماموں کے حق میں بھانجے کی یہ شرعی پالیسی عبرت آموز تھی اور قابل تحسین کہ شرعی رشتے سے بڑھ کر کوئی رشتہ نہیں۔ مولانا کا حال بقول سعدی یہ تھا کہ خدا سے بیگانہ ہزار خویش اس ایک خدا آشنا درویش پر قربان ہو۔

حزب اللہ اور بائیکاٹ

صاحب عزیمت لوگوں کو ہر آزمائش میں پرکھنا سنت خداوندی ہے قیام شریعت کا منصوبہ اور اس کے نفاذ کے ساتھ تو یہ مرحلہ ضرور آتا ہے پھر یا تو بائیکاٹ میں رشتہ داری، تعلقات اور دنیوی مقاصد کے گھٹاٹوپ بادل ایمان اور دین کی دولت پر چھا جاتے ہیں احیاء شریعت کا معاملہ ایک وقتی تحریک سے آگے نہیں بڑھتا۔ یا پھر رحمۃ اللہ کی جماعت کے سامنے باپ دادے، بھائی بند بیٹے اور قبیل داری کی سب چٹانیں پاش پاش ہو

تی ہیں۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ

ایسی قوم کا آپ یہ حال نہ پائیں گے جیسے اللہ اور قیامت پر یقین ہو کہ وہ اللہ اور رسول کے مقابلہ کرنے والوں سے دوستی کا دم بھریں۔ اگرچہ وہ ان کے باپ دادے، بیٹے، بھائی یا قبیلہ والے ہی کیوں نہ ہوں۔ (سورۃ مجادلہ پ۲۸ رکوع ۳)

استقلال

القصہ اس صاحب سے میل جول اور سلام کلام ختم کر دیا گیا اس سلسلہ میں سب حضرات ثابت قدم رہے بلکہ اور سخت قدم ہوتے گئے تا اینکہ وہ بھی حلقہ بگوش شرع ہو گئے۔ اب لنترڑی جنوبی رشک جنت تھی اور اس کے باشندگان ولایت و قرب کے اعلیٰ درجہ پر فائز اسلامی حکومت کا جس کے قیام سے بڑی بڑی حکومتوں کے منصوبے دھرے رہ جاتے ہیں اور نیک دل لوگوں کی نگاہیں صدیوں جس کا انتظار کرتی ہیں لنترڑی کے باشندوں نے اپنی چھوٹی سی سرزمین پر اس کا نظارہ کر لیا۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

راقم نے یہ واقعہ شیخ عبداللہ سے بارہا سنا خصوصاً اپنی کہانی وہ درد بھرے لہجے میں سنایا کرتے تھے۔

نماز کے ذریعے شریعت کی طرف بلانے کا دوسرا واقعہ

قریب و جوار میں گوگن والا، جنوبی لیستی رکھی والا، لنترڑی جنوبی کا حلقہ شمار ہوتے ہیں پہلی دو بستیوں میں اقوام گزرمانی اور تیسری میں اقوام درکھان آباد ہیں۔ جناب سردار خان اور حضرت مولانا یار محمد صاحبؒ کے زمانے سے علاقائی اتحاد و اتفاق ان بستیوں میں قائم رہا ہر موضع ایک نمبردار جمعہ اور عید کا ایک پیش امام، ایک دوسرے سے ہمدردی، غمی و خوشی میں شریک چلے آ رہے ہیں اگرچہ اب وہ پہلے سے حالات نہیں ہیں۔

مولانا نے لکھا ہے کہ جو عالم ان کے آبائی رسوم کا مخالف ہوا سے طرح طرح کے

طعن و شتم کا نشانہ بناتے ہیں۔ بلوچگی اور خانگی کا جوہر خیانت دکھلاتے ہیں۔ پنج قوم جوان کے قرب میں بستے ہیں اپنی رسومات میں ان کی پیروکار ہے۔

جب اقوام گورمانی نے متحد ہو کر شریعت کا جام صبوح منہ سے لگایا اور اقوام درکھان کی باری آئی۔ انہوں نے مشورے کی مہلت مانگی، جوابدہی کے لئے آئے تو عذر کرنے لگے کہ ہمارا ہندوؤں سے بیاج لینے دینے کا تعلق ہے جس کے سوا ہمارا گزر نہیں، ہم مجبور ہیں مجلس میں جناب سردار خان تشریف فرما تھے جلدی سے عصا اٹھایا وہ ڈر کے مارے بھاگے وہ آگے آگے اور سردار خان پیچھے پیچھے، تھوڑے فاصلے پر جا کر چھوڑ دیا اور وہ رفو چکر ہو گئے۔

نماز جنازہ ابھی اس واقعہ کو تھوڑے دن گزرے تھے ان کا جنازہ ہو گیا نماز جنازہ کے لئے مولانا کو کہا تو آپ نے انکار کر دیا کہ میں شریعت کا انکار کرنے والوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتا۔ اسی طرح آپ کے استاد حضرت مولانا یار محمد صاحبؒ نے بھی نماز نہ پڑھائی۔ معاذ اللہ اگر وہ ذرا سا بھی اختلاف کرتے تو پھر اتنی بڑی کامیابی مشکل تھی لیکن حضرت نے اپنے عزیز شاگرد کی کوششوں اور محنتوں کو سراہا اور ان کی آبیاری کی۔

اب اقوام درکھان کو فکر ہوئی کہ اگر اس شریعت کو نہ مانیں گے تو آئندہ ہمارے علاقائی مسائل اور سنگین ہو جائیں گے۔ جمع ہو کر آئے توبہ کی اور حزب اللہ میں شامل ہو گئے

در فیض محمدی وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے
مریضانِ گناہ کو دو خبر فیض محمد کی
بلا قیمت دوا ملتی ہے آئے جس کا جی چاہے

جنازے میں عبرت آموز سبق اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو دعوت کا کام سپرد کیا ہے انہیں اندازِ خسروانہ عطا کئے کہ موقع و محل کے مناسب وہ بندگان کو پند و نصیحت کا وہ سبق یاد دلاتے ہیں جو کبھی نہ بھولے۔ نماز جنازہ جسے بطور رسم ادا کیا جاتا ہے کہ اگر ہم شامل نہ ہوتے تو برادری کی خیر نہیں۔ اگر ہم اسے فریضہ سمجھ کر ادا کرتے تو کیا وجہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز جو اس سے بھی زیادہ اہم اور فرضِ عین ہے اس میں غفلت کیوں ہے؟ واقعہ یوں پیش آیا کہ میاں عبدا

ننھے چھوٹے بچے کا جنازہ لایا گیا۔ مولانا نے پہلے نماز ظہر پڑھائی پھر جنازے کے لئے آگے بڑھے اور فرمایا: "جو لوگ نماز ظہر میں شریک نہیں ہوئے اور الگ بیٹھے رہے کوئی سے ہوں وہ جنازے میں شریک نہ ہوں، اس پہ وہ الگ تو ہو گئے لیکن ہمیشہ کے لئے محتاط رہے۔ اور مولانا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی عملی تبلیغ کا حق ادا کر دیا جس میں کہا گیا ہے۔ نَضَّرَ اللّٰہُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا (الحدیث) اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش رکھے جس نے میرا مقالہ سنا اور اسے یاد کیا اور محفوظ رکھا اور پہنچا دیا۔ جنازہ میں تعجیل سنت ہے اسمیں دیر کر لینے مولانا مبتلا ہو جاتے چنانچہ مبارک ولد علی محمد گورمانی کی وفات پر آپ نے بار بار تاکید کی کہ خدا کے اس بندے کو جلد از جلد اپنے اصل مقام (جنت) میں پہنچا دو

حاسدین اور رواجیوں کو شکایت

جب شریعت کی بہار آئی فرائض و احکام کی اتنی پابندی اور جائیداد کی شرعی تقسیم سے بعض افراد گھبرا گئے کہ اگر یہ نوبت رہی تو ہمیں ناجائز اثاثے سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ ہمارے پاس یا ہمارے بیٹوں کے پاس پھوپھیوں ہمشیرگان، والدہ اور بیٹیوں کو دے کر کچھ بھی نہیں بچے گا اور کچھ لوگ حسد کے مارے گویا یہ کہہ رہے تھے ایسی بے لاگ بات اتنی جرأت سے، پھر جوانی میں اتنا غرور کہ بڑوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ہم بھی تو اس قوم کے فرد ہیں اس میں اور ہم میں اتنا فرق کیوں۔ حقیقت یہ ہے کہ حق بات آخر کار حق ہی ہوتی ہے۔ ضدی اور متکبر لوگ اسے کب پسند کر سکتے ہیں لوگوں نے بڑوں کو خدا اور رسول کی بات نہ کہنے کا نام ادب رکھ لیا تھا۔ حالانکہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ بڑوں کو حق بات کہنا ضروری بھی ہے اور زیادہ کارگر اور موثر بھی، کیونکہ رعایا اور عوام کا بوجھ بڑوں کے سر ہوتا ہے اگر ان کی کل ٹھیک ہو جائے تو معاملہ آسان ہو جاتا ہے۔ القصہ آپ کی ان مساعی جمیلہ سے لوگوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی ان کے اندر غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی کہ غریب خاندان کا ایک درویش ان پر سرداری کرنا چاہتا ہے۔

بالآخر اتباع رسول کی برکت سے مولانا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلکہ ہر نبی و ولی کا وہ اسوۂ حسنہ حاصل ہوا جس کا ذکر سورہ انعام میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ — اور جس طرح یہ آپ کے دشمن ہیں اسی طرح ہم نے بہت سے شرارت پسند انسانوں اور سرکش جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا تھا

زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۵ وہ فریب دہی کی غرض سے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی ہوئی خوش نما باتیں ڈالا کرتے تھے۔

سورہ انعام پ۸ آیۃ ۱۱۲ ۔

تھانہ میں شکایت پہنچی تو تھانیدار نے جناب سردار خان سے دریافت کیا کہ تمہارا مولوی لوگوں کو قید کرتا ہے، حد لگاتا ہے، فیصلے کرتا ہے۔

رقیبوں نے رپٹ لکھائی ہے جا جا کے تھانے میں ۔ کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

تو جواب میں آپ نے فرمایا کہ "مولوی صاحب حق بات سنا دیتے ہیں کسی پر جبر نہیں کرتے کسی کی مرضی قبول کرے یا نہ کرے۔

وَإِذَا رَضِيَتْ عَنِّيْ كِرَامُ عَشِيْرَتِيْ | جب مجھ پر قبیلے کے شریف لوگ راضی ہیں تو کمینہ
فَلَا زَالَ غَضْبَانًا عَلَيَّ لِئَامُهَا | لوگ مجھ پر ناخوش ہوں تو مجھے

آخر حق بات کا کبھی اس طرح بھی ظہور ہوتا ہے علامہ سیج اکھاں تے بھانبڑ مچدا اے (وارث شاہ) مولانا کی تحریر ملاحظہ ہو۔ "جس شخص نے ان لوگوں کے آبائی دین کو مذہب قرار دینے کی مخالفت کی۔ صرف خدا و رسول کے حکم کا پابند ہوا تو ان لوگوں نے اس کو طرح طرح کے طعن و شتم کا نشانہ بنایا جو ہر بلوچگی اور خیانت خانگی کا مظاہرہ کیا۔"

ملامت و نصیحت

ان ہی دنوں کی بات ہے آپ جامع مسجد میں تشریف فرما تھے نماز عشا سے فارغ ہوئے۔ عثمان خان قیصرانی نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میرا ایک عرض ہے۔

آپ کے عوام و خواص مخالف ہو گئے ہیں علماء نے بھی آپ سے اختلاف کیا اب حکومت تک یہ بات جا پہنچی ان حالات میں کامیابی (یعنی شرعی احکام اور شرعی فیصلوں کا نفاذ) مشکل ہے (لہٰذا) آپ یہ طریق کار (بائیکاٹ اور سختی) چھوڑ دیں۔ ان الفاظ کا سننا تھا کہ مولانا جوش میں آ گئے۔

فرمایا میرا استاذ جیل میں رہا۔ میرے استاذ کا استاذ جیل میں رہا میں کیا ہوں۔ خدا کی راہ میں تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں اس راہ کو ترک نہیں کر سکتا۔

؎ یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید

امام احمد قدس سرہ جب تنہا رہ گئے تو چچا کی نصیحت پر کہ اور بھی تو علم و فضل رکھتے ہیں سب اس راہ سے ہٹ گئے آپ بھی شاہی محضر نامے پر صاد کر دیں۔ آپ نے فرمایا۔

یا عم اذا اکتم العالم وجہل الجاہل فمتی یتبین الحق" میرے چچا جان جب عالم حق بات چھپائے اور جاہل کو پتہ نہ ہو تو پھر حق کب ظاہر ہو گا۔

باب ۷

وفات

مولانا استقامت علی الشریعت پر قائم رہے اور شریعت پر عہد و پیمان کرنے والے بھی سختی سے پابند رہے۔ اس سلسلہ میں سستی، مداہنت، رواداری اور مایوسی داخل نہیں ہوئی۔ ذرا بھی قدم نہیں ڈگمگایا اور کام کی رفتار بھی برابر جاری رہی یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے وعدہ کا وقت آ پہنچا جو ہر نبی اور ولی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ

واقعہ مولانا قدرے علیل تھے گرمی کا موسم تھا ادھر وہوا میں کشتی اور بھاگ دوڑ کا میلہ تھا جو لنتڑی سے بارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ محمود خاں گیک، عبداللہ خاں ولد اللہ داد خان اور محمد موسیٰ خان ولد غلام علی خان، غلام حسن خان ولد علی خان میلے پر روانہ ہوئے تو مولانا بھی اپنے مطب کے لئے کچھ دوائیں اور شربت بنانے کے لئے انار خریدنے اور کنوئیں پر بیل بوٹے لگانے کیلئے پودے لینے کی غرض سے انکے ساتھ ہو گئے۔ دو اونٹ کجاوہ کرایہ کئے شتربان محمود خاں گیک تھا۔

خیر محمد خان ولد غلام علی خان گورمانی وہوا میں پٹواری تھے وہ کہیں باہر دورہ پر گئے ہوئے تھے ان کی معرفت جہاں ان کا قیام تھا کھٹیک کے ڈیرہ پر جا رہے ایک رات قیام کیا یہ لوگ میلے میں مصروف ہو گئے اور مولانا نے ڈیرہ پر آرام کیا۔ انار اور دیگر دوائیں خریدیں۔ وہوا میں جیضے کا مرض بھی پایا جاتا تھا جس سے آپ کی طبیعت اور خراب ہو گئی۔

مولانا نے عبداللہ خاں ولد اللہ داد خاں کو حکیم کے پاس اپنی تکلیف کی دوائی لانے کے لئے بھیجا وہ دوائی لاتے کہتے ہیں کہ آپ نے کہا۔ یار! میں نے آپ کو یہ دوائی تو نہیں کہی تھی بعض کہتے ہیں کہ آپ نے از راہ تعجب فرمایا کہ کیا تو نے میرے لئے یہ دوائی لائی ہے؟ یہ کہا اور بسم اللہ پڑھ کر نوشِ جان فرمائی گویا زہر کا گھونٹ تھا۔ جو آپ نے پی لیا۔ دوائی لانے والی بات تو درست ہے باقی سارا افسانہ معلوم ہوتا ہے

وکان من مداحی مولانا محمد بخش ویقول من یکون مثلہ وجعل یعد اوصافہ

عبداللہ خاں مرحوم' مولانا محمد بخش کے مداحین میں سے تھے۔ جب بات ہوتی تو کہتے مولانا محمد بخش کی طرح کون ہو سکتا ہے اور ان کے اوصاف شمار کرنے لگ جاتے۔

الغرض شام کو گھر واپس آگئے۔ تیسری رات ہوئی جلاب لگ گئے۔ ایک سے دوسرا کپڑا مادہ سے بھر جاتا۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کا نام ورد کرتے رہتے۔ آپ کی بڑی بھانجی کپڑے صاف کرتی جاتی۔ ابھی صبح نہ ہونے پائی تھی کہ بتیس تینتیس سال کی مختصر سی ہستی تڑپا کر استقامت کا یہ کوہ گراں وارث دین نبی، محمد ﷺ کے سرسبد، قوم کی متاع عزیز، خاندان کے چشم و چراغ، والد کے درتیم تربیت کی آبرو، آرزوؤں اور امنگوں کا تحفہ لئے ہوئے نئے شباب کے ساتھ تازہ دم بارگاہ ایزدی میں پہنچ گئے

؎ کام تھے عشق میں بہت پر میرؔ ہم تو فارغ ہوئے شتابی سے

لیکن وطن عزیز، علاقہ اور خستہ حال قوم اور بے بس و بے کس ماں کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ سنہ ۱۳۴۱ھ میں یہ سانحہ پیش آیا۔

آپ کی وفات آپ کے آبائی مکان میں ہوئی جو بستی کی مسجد سے جنوب مشرق میں واقع تھا

؎ حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئی گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

۱- غلام حسن خان ولد علی خان کہتے ہیں کہ موت کا معاملہ اچانک پیش آیا واپسی کے دوسرے دن میں صبح کے وقت آپ کے گھر پہنچا۔ دیکھا تو آپ بستر پر لیٹے ہوئے ہیں، خالہ صاحبہ بڑی پریشان ہے آپ نے فرمایا گرداوری ہند و حکیم جو آپ کا شاگرد تھا۔ اسے بلاؤ میں بلا لایا اس نے معائنہ کیا خالہ صاحبہ کے سامنے تو ادھر ادھر کی دوائیں بتلا دیں۔ باہر آیا تو کہنے لگا کہ معاملہ مشکل ہے میں نے ہر چند اصرار کیا کہ آخر تکلیف کیا ہے اس نے کچھ نہ بتلایا۔

ادھر جھوک جھتری سے مجھے پیغام آیا کہ تیری ہمشیرہ بیمار ہے مولانا نے فرمایا کہ میں تندرست

مرتا تو میں چلا جاتا آپ وہاں چلے جائیں مجھے خیر ہے۔ میں وہاں گیا دوسرے دن قبرستان سے گزر ہوا تو لوگوں کو دیکھا مجھے وسوسہ پڑ گیا۔ قریب آیا دیکھا تو خدا تعالیٰ کی امانت سپرد خاک کر چکے تھے۔

۲- کہتے ہیں کہ جناب سردار خان سب سے پہلے پہنچے آپ کی حالت کو دیکھا اور فرمایا "جوان ختم ہے"

۳- شیخ عبداللہ راوی ہیں کہ میں جانوروں کو کھیت میں چرانے کے لئے گیا ہوا تھا تو مجھے آپ کی وفات کی اطلاع ملی میں دوڑا آیا اور آتے ہی جنازہ میں شامل ہو گیا۔ مولانا یار محمد صاحب مرحوم نے نماز جنازہ پڑھائی آپ اپنے آبائی قبرستان دفن کئے گئے۔ آپ کی قبر چھوٹے چھوٹے پتھروں والی مشہور و معروف ہے

موت کا صدمہ

چاہ ھینگڑ والے پر گزرتے ہوئے کبھی یہ خیال بھی گزرتا ہے؟ یہ ایک حقیقی عاشق کا مسکن رہا ہے۔ نہیں

بلکہ اب یہ ایک بے نشان ویرانہ ڈگر ہے جو برابر آپ کے ماتم میں شریک ہے کہ یہاں وہ تھا جس نے امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو عرفان والیقان کے جام بھر بھر پلائے۔ اس جھونپڑے میں قضا شرعی کے محکمہ کا سرخیل رہتا تھا اس کے سامنے بڑے بڑے جابر جبہ سائی کرتے خدا اور رسول کے بغیر یہاں کسی کا حکم نہیں چلتا تھا۔

قِفَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرَى حَبِيْبٍ وَعِرْفَانٍ ۔ وَرَسْمٍ عَفَتْ آيَاتُهُ مُنْذُ اَزْمَانٍ

(ٹھہر جاؤ میرے دوستو ہم جی بھر کر رولیں دوست اور اس کے لیے جو یاد اور اس آبادی پر جس کے آثار کچھ مدت سے مٹ چکے ہیں)

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں۔

مولانا نے احیاء شریعت کا بیڑا اٹھایا تھا اور آپ کی موت پر ہی یہ کام ختم ہو گیا پھر وہی جاہلانہ رسمیں، وہی بے دینی اور رواجی دین عود کر آیا معلوم ہوتا ہے کہ قوم کے وڈیروں نے کچھ رسمی آنسو مولانا کی موت پر ضرور گرائے ہوں گے لیکن افسوس شریعت اور اسلام کا ماتم کسی نے بھی نہیں کیا موت تو ہر فرد کی اپنے وقت پر مقرر ہے مگر قرآن بعد جو فرد کسی قوم پر خدا کا عطیہ ہوتے ہیں ان کی باقیات صالحات کا زندہ رکھنا اور اپنے پیشرو کا جانشین پیدا کرنا اصل مسئلے کی طرح کسی کا دھیان نہیں جاتا۔ ہماری قوم شروع سے اسی بحران کا

شکار رہی حالانکہ سعادت مند اور خوش بخت قوم کا نشان تو یہ ہوتا ہے۔ ؎

اِذْ مَاتَ مِنَّا سَیِّدٌ قَامَ سَیِّدٌ ۔۔۔ قَئُوْلٌ لِمَا قَالَ الْکِرَامُ فَعُوْلٌ

ہم وہ ہیں کہ جب ایک سردار ہم سے اٹھ جاتا ہے دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے پھر وہ وہی کہتا ہے جو بزرگوں نے کہا تھا اور وہی کرتا ہے جو بزرگوں نے کیا تھا۔

مولانا مرحوم کی مدح سرائی کرنے والے تو بہت ہیں آپ کے اسوہ حسنہ پر چلنے والا ایک متنفس بھی آپ کے بعد ایسا نظر نہیں آتا جس نے اس عمل شریعت کو اپنی ذات پہ جاری کیا ہو۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ سردار خاں اور ان کے فرزند نور محمد خاں ذیلدار کی جائیداد شرع پر تقسیم نہیں ہوئی، بیوہ، بیٹیوں اور ماؤں بہنوں کا حق تلف کیا گیا بلکہ شجرۂ نسب میں بیٹیوں کا شمار ہی نہیں کیا گیا تو جگر پاش پاش ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ تو مولانا مرحوم کے اول و آخر تک مؤید ہے جب ان کا یہ حال ہے تو اوروں کا کیا شکوہ۔

ذرا انتقالِ وراثت کے بیانات ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) جلسۂ عام میں نور محمد خاں نمبردار دیہہ پسر متوفی بشناخت ذاتی وراثت سردار خاں متوفی بحق خود تصدیق کی۔ لہٰذا داخل خارج وراثت سردار خاں متوفی بحق نور محمد خاں واحد پسرش منظور ہے۔

(دستخط افسر بحروف انگریزی اتر دی جنوبی ۹/۲۶ ۱۳

۲- نور محمد خان کی جائیداد بنام پسران بغیر ذکر بیوہ و دختران

شجرۂ نسب

نور محمد خان

غلام قادر خاں	اللہ بخش	خدا بخش

انتقال جھوک بندو دستخط بحروف انگریزی ۱۹۴۳

اغلب یہ ہے کہ مولانا مرحوم قوم کی شرع محمدی سے بے اعتنائی اور رواج پذیری کے اندوہ والم میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ عالم بالا سے جو پیغام قوم کے نام آپ لائے تھے خود اس کی بہاروں کے چند مناظر کا اپنی ذات سے مطالعہ کیا اور چل دیئے پھر واپس آ سکنے کی بات نہ کی۔

تو نظیری ز فلک آمده بودی چوں مسیح — باز پس رفتی و کس قدر تو نشناخت دریغ

انتقال وراثت بجلسہ عام حصہ شرعی وراثت محمد بخش متوفی بنام مسماۃ بختاں بیوہ خان محمد ۲۴/۱ غلام محمد، کوڑا پسران حسن بحصہ برابر ۲۴/۱۲ حسب صورت جدید منظور ہے ۱۲/۲۲/۱۹ دستخط افسر حلقہ (A-G-II)

رپورٹ پٹواری و تصدیق گرداور و قانونگو	جناب عالی محمد بخش کھیوٹ دار لاولد فوت ہو چکا ہے رپورٹ عرض ہے (دستخط پٹواری) اندراج سابق درست ہے (دستخط گرداور حلقہ ۲۲/۱/۱۷)
تاریخ انتقال	عرصہ ایک ہفتہ
موضع	جھوک بندو
نمبر انتقال	۱۵۰

توضیح۔ مندرجہ بالا رپورٹ انتقال ۲۲/۱/۱۷ ، ۲۵ صفر ۱۳۴۱ھ بروز منگل سے آپ کی وفات ایک ہفتہ قبل واقع ہوئی۔ عمر تخمیناً حضرت مسیحؑ کی عمر کے برابر تینتیس سال پائی۔ اس اعتبار سے ولادت ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۱ء بنتی ہے۔ واللہ اعلم

رویا صالحہ

حدیث میں ہے مبشرات یعنی مومن کے لئے خوشخبریوں کا سلسلہ بند نہیں ہوا بلکہ جاری ہے وہ ہے رویا صالحہ۔ نیک خواب اپنے متعلق دیکھے یا اس کے متعلق کسی کو نیک خواب دکھائی دے۔ مرنے والے شخص کے بارے میں معلومات و تبشیر کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ صوفی غلام حیدر خاں گو لا نے مولانا محمد بخش مرحوم کی وفات کے بعد دیکھا کہ آپ ایک محل میں موجود ہیں ایک بکری روزانہ آکر آپ کو دودھ پلا جاتی ہے اور پھر واپس اپنی چراگاہ میں چلی جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بچہ ہوا دودھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ فما اولتہ یا رسول اللہ۔ حاضرین نے دریافت کیا آپ نے اس سے کیا تعبیر لی ہے۔ فرمایا۔ "العلم" علم مراد لیا ہے۔

ایک تو مولانا مرحوم کو تازہ دودھ پلایا جاتا ہے۔ دوسرے صبح شام چراگاہ میں چرنے والی بکری کا۔ سبحان اللہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرنے اور شریعت کے نفاذ کی کیسی جزا ہے۔ جو صدقہ جاریہ کی شکل میں ظاہر ہو رہی ہے۔ ؎

اے اقوام

آنکھ جس کو دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں ■ محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

اے اقوام گورمانی تمہارے اسلاف کیا تھے اور تم کیا ہو گئے ان کے ساتھ خدا کا معاملہ کیسا تھا اور تمہاری اتنی ابتر حالت کیوں ہو گئی ہے۔

۱۔ وہ باوجود مفلوک الحالی اور ناتوانی کے سرداری کا تاج پہنے ہوئے تھے اور لوگوں کے اعتماد کی آماجگاہ بن گئے۔ اطراف واکناف دور دراز سے عوام کی عزت و آبرو جان و مال کے مقدمات میں فیصل و امین سمجھے جاتے تھے اور آج تم کعصف ماکول گرے پڑے بھوسے کی طرح ہیچ سمجھے جاتے ہو۔ اور اپنوں ہی کے ہاتھوں تمہیں ذلت و رسوائی اٹھانی پڑ رہی ہے۔

۲۔ ایک وہ تھے کہ حق کے سامنے سر تسلیم خم کر کے شریعت کو اپنی جان مال پر متصرف سمجھتے تھے اور ایک تم ہو کہ علاقائی و قومی، برادری اور خاندانی تعصبات اور جکڑ بندیوں میں مصروف ہو

کر آپس میں دست و گریباں ہو۔

۳۔ ایک وہ تھے اپنے گھروں سے خدا کا گھر بلند و بالا بنانے میں لگے رہے اور اسی گھر کی رونق کو اپنی رونق اور اپنی بلندی کا طرۂ امتیاز یقین کرتے تھے۔ ایک تم ہو کہ خدا کے گھر کا راستہ ہی نہیں پہچانتے اس کے بجائے اپنی بیہودہ محفلیں گرم کر رکھی ہیں۔ جو خدا کی یاد اور نماز سے بہت بڑی رکاوٹ کا باعث ہیں۔

۴۔ ایک وہ سیر چشم، دشمن نواز تھے۔ چور کے راستے سے ہٹ جاتے تاکہ وہ مالک کو دیکھ کر نہ شرمائے ایک تم ہو کہ اپنی محرم عورتوں ماں، بہن، بیٹی، دادی، پھوپھی، وغیرہ کے شرعی حقوق وراثت اور مال کا غصب کئے بیٹھے ہو۔ اور پھر خسارے اور نامرادی کی اس تجارت کی وجہ سے اپنے اندر فخر محسوس کرتے ہو اور اپنی برتری کی دلیل گردانتے ہو۔ فما ربحت تجارتھم وما کانوا مھتدین

۵ تم دینی شعائر سے بے بہرہ، دنیوی تعلیم سے تہی دامن، مصائب تنگدستی اور قرضوں کے بوجھ سے گراں بار، خدا ہی ہے جو تمہاری مدد کرے نہ ذکر خدا ہے اور نہ تمہیں فکر معاش۔

۶۔ کتنے وسیع تر رقبہ اراضی کے تم مالک تھے مشرق و مغرب میں دریائے سندھ اور کوہ سلیمان اس کی حد بندی کر رہے تھے لوگوں کو ہمسائیگی کے لئے تمہارا نشان اور پتہ بتایا جاتا تھا تمہاری زمینیں سونا اگل رہی تھیں۔ اتنی برکات کہ غلہ سمایا نہیں جاسکتا تھا اس کے باوجود تمہاری آبادیاں ایک دوسرے کے قریب تر تھیں، دکھ درد اور خوشی و غمی میں شریک، آپس میں متفق و متحد اور غیرت و حیا کے تم مجسمہ تھے دشمن نظر اٹھا کر تمہاری طرف دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن آج تم سمٹ کر رہ گئے ہو۔ دشمن نے تمہارے اندر کئی ایک گروہ بنا لئے ہیں اس گروہ بندی کی وجہ سے تمہیں آپس کی دشمنی کے بغیر اور کوئی مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر اپنی اپنی آبادی میں اپنے اپنے بسیرے بنا لئے ہیں، جگہ کے اس بُعد کے ساتھ ساتھ تمہارے دلوں میں بُعد اور کافی فاصلہ پڑ گیا ہے۔

افسوس تم نے خدا تعالیٰ کی حمایت و نصرت کے سارے اسباب کھو دیئے ہیں۔ واقعی تم سے کوئی ایسا قصور سرزد ہوا ہے جس لئے خدا تعالیٰ کی توجہ تم سے ہٹا دی ہے تم اس کی رحمت کے

مستحق نہیں رہے تم نے وہ سب عہد بھلا دیئے جن کا تمہارے بڑوں نے اپنی اور تمہاری بھلائی کے لیئے اجتماعی طور پہ خدا تعالیٰ سے پختہ عہد کیا تھا۔ یعنی مولانا محمد بخش کے دست حق پرست پر فرائض کی بجا آوری خصوصاً نماز باجماعت کی پابندی، وراثت کی شرعی تقسیم، عورتوں کے پردے کا التزام اور تمام معاملات میں اور اپنے سارے تنازعات میں اللہ اور رسول کو حکم اور فیصل تسلیم کرنا۔

ایک وہ تھے جن کے اشارے سے ابر رحمت برستا تھا۔ ان کی خشک اراضی "تجری من تحتہا الانہار" کے چمنستان کا نظارہ پیش کر رہی تھیں اور آج تم ہو کہ بارش کے قطرے قطرے کو ترستے ہو۔

حکایت حسن اور ابراہیم برادران ولد گامن خان گورمانی سکنہ چاہ گوگن والا جامع مسجد لنڈی جنوبی میں نماز جمعہ سے فارغ ہو کر مسجد سے نکل رہے تھے حسن خان نابینا تھے ابراہیم نے ان کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ تو ابراہیم چھوٹے بھائی نے شکایت کی کہ زمین میں سکلی پیدا ہو گئی ہے۔ بیلوں سے کاشت کرنے کی نہیں بیل لنگڑے ہو رہے ہیں۔ سکلی یہ ہے ہیں۔ اس زمین کو جو رود کوہی کے پانی سے سیرابی ہے اور اپنی طاقت سے پھٹ کر اوپر کو اٹھ جائے شگاف پڑ کر گز نصف گز کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اتنی سخت ہو کر ہل چلانا مشکل ہو جائے حسن خاں نے جواب میں کہا مزاحاً گھی لے آئیں اور سکلی پر چھڑک دیں تاکہ سکلی ٹوٹ جائے۔ ابراہیم نے کہا "اندھے" گھی کہاں۔ تم بادل کی بدلی نہیں نچوڑ سکتے؟

حسن خاں نے کہا مجھے تو توفیق نہیں۔ تجھے ہے تو ایسا کر دکھاؤ۔ ابراہیم جوش میں اپنے کرتے کا دامن بل دے کر بٹتے رہے اور کہا یہ دیکھو بدلی نچوڑ رہا ہوں۔ بدلی نچوڑ رہا ہوں ا بدلی نچوڑ رہا ہوں۔ ابھی گھر نہیں پہنچے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہوئی اور زمین جل تھل ہو گئی۔ اور سکلی کا نام و نشان نہ رہا"

واقعی اللہ کے بندے ایسے اگر پیشگی اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھا لیں کہ یہ کام یوں ہو گا تو اللہ تعالیٰ انکی اس امید و محبت اور یقین کو پورا کر دیتا ہے اور انہیں اپنی قسموں میں حانث نہیں ہونے دیتا

اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّہٗ (الحدیث)

حدیث شریف میں آیا ہے پانچ باتوں میں پانچ اثر لازمی اور ضروری ہوتے ہیں۔

۱۔ اجتماعیت اور بحیثیت مجموعی کوئی طبقہ عہد شکنی کرے تو ان کا دشمن ان پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ جو فرقہ شریعت کے حکم کو ٹھکرا دے اور رشوت لے کر خدائی حکم رد کر دے تو اس میں فقر و فاقہ اور معاشی تنگدستی جاری وساری ہو جاتی ہے۔

۳۔ کسی فرقے میں علانیہ زنا اور لواطت رائج نہیں ہوتے مگر ان پر موت مسلط ہو جاتی ہے یعنی اس قوم کے نوعمر کام کے آدمی ہمیشہ موت کی آغوش میں سو جاتے ہیں۔

۴۔ اگر کوئی فرقہ پیمائش اور وزن میں کمی کرتا ہے تو ان کے ہرے بھرے کھیت ویران اور قحط ان پر مسلط ہو جاتا ہے۔

۵۔ کوئی فرقہ تارک زکوٰۃ جو زکوٰۃ دینا بند کر دے مگر اس پر باران رحمت روک دی جاتی ہے اور اس کی برکتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

خدارا سوچیے وہ کون سا عذاب ہے جو ہمارے سر پر مسلط نہ ہو۔ کاش اپنی سنگدلی حق فراموشی اور عہد شکنی جیسے گناہوں سے ہم سب مل کر توبہ کرتے اور اپنے وارفتہ اعزاز کی سند دوبارہ حاصل کرتے۔

وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْز

باب ۸

سیرت و اخلاق

اصلاح و تعمیر

مولانا محمد بخش پر اللہ تعالیٰ کی نوازش علم و عمل کے ساتھ اصلاح و تعمیر اجراء شریعت کی جو کیفیت راسخہ ان میں موجزن تھی یہی ان کی سیرت و اخلاق کا ممتاز حصہ ہے۔

استاذ کا پرتو

احتیاط اور ورع کے عنوان سے مولانا محمد بخشؒ کے متعلق باتھوں کے ساگ کا واقعہ باب ۳ میں گزر چکا ہے کہ والدہ کی ہنڈیا اس لئے الٹ دی کہ باتھوں کا ساگ جو مزارعان کے پانی کے بہاؤ کی جگہ سے ان کی مرضی کے بغیر ہے حالانکہ انہوں نے اسے کاشت کیا اور نہ بالقصد پانی دیا تھا۔ بلاشک شاگرد اپنے استاذ کا پرتو ہوتا ہے اس کے ساتھ اگر آپ کے استاذ حدیث مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی قدس سرہ کے متعلق چند حرف مکرر پڑھیے جو آپ کے تذکرہ میں آچکے ہیں۔ تو کیا ہی اچھا ہے۔

سردی کے زمانے مدرسہ میں کھانا آتے آتے ٹھنڈا ہو جاتا تھا تو سالن کے برتن کو مدرسہ کے حمام کے اندر نہیں بلکہ باہر رکھوا دیتے تھے اس کی تپش سے وہ تھوڑی دیر میں گرم ہو جاتا تو یہ فرماکر دو تین روپے ہر ماہ چندہ کے اندر داخل فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ کی آگ سے انتفاع ہوا۔ تنخواہ تو میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے سات سالہ قیام مدرسہ میں کبھی لی ہی نہیں۔ (آپ بیتی ص

جلال و جمال

جلال کا نظارہ بھی سامنے آتا ہے جو بظاہر غیظ و غضب کی صورت اختیار کر لیتا ہے لیکن بایں ہمہ اول و آخر وہ منزل کی طرف ایک اور قدم ہوتا ہے جس کا پہلا اثر یہ دیکھا گیا ہے آپ کی ناراضگی کے باعث حاضرین میں شریعت پر اور زیادہ پختگی پیدا ہوتی ہے اور آئندہ کے لئے انہیں ثابت قدمی اور یقین حاصل ہو جاتا ہے

۲۔ باب علوم ۳ میں استغنا اور بے نیازی کے سلسلے میں ہے کہ والدہ سے مخاطب ہو کر لاٹھی دیوار پر ایسے ماری جو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور فرمایا میں چاہوں تو اس دیوار سے بھی خزانہ

نکل آئے دنیا تو میرے قدموں میں ہے۔

اس بیان سے مجھے خواجہ محکم الدین اویسیؒ کا واقعہ یاد آگیا۔ ایک مرید نے اکسیر اعظم کی ایک پڑیہ نذر کی اور عرض کیا کہ آپ کے خادمان بارگاہ کے خرچ خوراک اور دیگر ضروریات کے لئے کافی ہے آپ کے ساتھ وہ شخص باہر کو نکلا آپ قضاء حاجت سے فارغ ہوئے استنجا کا ڈھیلا لئے کھڑے کہ اس شخص کے سامنے زمین پر پھینکا۔ پھینکتے ہی اس شخص کے گرداگرد کی زمین زرخالص سرخ بن گئی۔ فرمایا مجھے تیرے اکسیر کی کیا حاجت ہے اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور عنایت سے میرا بول و براز اکسیر ہے یہ دیکھ کر پاؤں پر گر پڑا۔ اور راہ خدا دریافت کی۔

آپ نے فرمایا تو تو اپنے خیال میں خداوند کریم کی جناب سے روٹی کی بھی حاجت نہیں رکھتا خدا کو کیونکر پائے گا۔ کیمیا سازی سے توبہ کرو۔ تو پھر ہم تم کو راہ خدا بتادیں گے اس نے توبہ کی اور آپ کی توجہ سے واصل حق اور مقرب بارگاہ ربانی ہوا۔

واقعہ

شیخ عبداللہ کہتے ہیں میں کچھ عرصہ بیمار رہا ــــ حجام میرے پاس آیا میں نے کہا نیچے ڈاڑھی کا حصہ لے برادری کے آدمی بھی جمع تھے۔ حجام مجھ پر برافروختہ ہوا کہ کیا میں پانچ روپے جرمانہ ادا کروں؟ جب لوگ چلے گئے تو اس نے داڑھی کا ذرا زیادہ حصہ لیا۔ مجھے پھر معمولی سا بخار ہوگیا۔ اتنے میں مولانا اپنی عادت کے مطابق کہ روزانہ ظہر کی نماز کے بعد عیادت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ جب گھر میں داخل ہوئے اور پوچھا کہ میرے خالہ زاد کیسے ہیں۔ اندر آئے ادھر میں اپنے بستر سے اٹھا آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑی۔ دیکھتے ہی فرمایا اچھا (بیماری میں) ایمان بھی گیا۔ اور جلدی سے باہر نکلے میں نے کہا معافی۔ فرمایا معافی اپنے خدا سے مانگو۔ شیخ موصوف کہتے ہیں جب تک میں تندرست ہو کر آپ کے پاس حاضر نہیں ہوا اس وقت تک آپ کبھی میرے پاس نہ آئے۔"

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان۔

شرعی تقسیم وراثت

جب ہم مولانا کی زندگی کا موضوع تلاش کرتے ہیں تو عبادات میں نماز اور معاملات میں شرعی تقسیم وراثت کے مسائل نمایاں نظر آتے ہیں اور پھر اس میں اس قدر شدت سامنے آتی ہے کہ دوسرے کسی مسئلے میں نظر نہیں آتی۔ ایک تو یہ کہ لوگوں میں صدیوں ایک بڑا کہنہ مرض نماز میں غفلت ہے اور مستحق وارثوں کی ناجائز قبض کردہ اراضی اور جائیداد جو انہوں نے یا ان کے آباؤ اجداد نے غصب کر رکھی تھی اور ان سے دستبردار ہونا ان کے لئے موت سے کم نہیں۔

ہمارے یہاں ان بڑی بڑی جاگیروں کے ارتکاز کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ بہت سی زمینوں میں سالہا سال سے وراثت جاری نہیں ہوئی۔ اسلامی حکومت ایسی زمینوں کی تحقیق کے لئے بھی ایک بورڈ قائم کرے جو ایسی زمینوں کو ان کے شرعی مستحقین میں تقسیم کرے اگر اسلام کا قانونِ وراثت صحیح طریقہ سے جاری ہو تو ایک ہاتھ میں بڑی بڑی جاگیریں جمع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوسرے خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا حاصل کرنے کے لئے اتنے بڑے دشوار گذار راستہ سے جو شخص گزر جاتا ہے دیگر تمام شرعی اعمال و افعال اس کے لئے آسان ہو جاتے ہیں لیکن یہ اکثر مشاہدہ میں آیا ہے کہ حج جیسی عبادت کر کے بھی صحیح وارثوں کا حق واپس کرنے سے کبیدہ خاطر نظر آتے ہیں۔

باقی رہی اس مسئلے میں مولانا کی شدت تو یہ ہر متبع سنت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موافقت میں طبعی طور پر حاصل ہوتی ہے۔ بے نمازیوں کے گھروں کو آگ لگانے کا ارادہ حدیث شریف میں معروف و مشہور ہے اور وراثت میں یہ واقعہ کہ ایک شخص نے موت کے وقت اپنے چھ غلام آزاد کئے اور وارثوں کو محروم کر دیا۔ سوا اس کے اس کا کوئی اور مال نہیں تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غلاموں کو تین حصوں میں تقسیم کر کے قرعہ اندازی کی دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام رہنے دیا وَقَالَ لَهٗ قَوْلًا شَدِيْدًا (رواہ مسلم) اور آزاد کنندہ کے بارے میں سخت

الفاظ کہے۔ نسائی کی روایت میں ہے۔ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ لَّا اُصَلِّیَ عَلَیْهِ میں عزم کر چکا ہوں کہ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔

ابو داؤد میں ہے لَوْ شَهِدْتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّدْفَنَ لَمْ یُدْفَنْ فِیْ مَقَابِرِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اگر میں اس کے دفن ہونے سے پہنچ جاتا تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جاتا۔

دیکھیے ایک شخص نے کسی کا حق غصب نہیں کیا بلکہ موت کے وقت غلاموں کو راہِ للّٰہ آزادی جیسی نعمت سے نوازا تھا۔ اس کے ضمن میں وارثوں کی محرومی بھی لازم آگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسی زجر فرمائی آپ نے اس کے جنازے پر اپنے نماز نہ پڑھنے کا عزم فرمایا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنے کی وعید سنائی۔ لیکن افسوس اب مسلمانوں کے دل شریعت کی عزت و حمیت سے سرد پڑ گئے۔ انہیں اس قسم کی بات محسوس تک نہیں ہوتی وہ اسے ناروا سختی اور تشدد پر محمول کرتے ہیں۔ فَیَا لِلْعَجَبْ

تواضع اور خدمت بزرگی کا پہلا اور آخری زینہ یہ ہے کہ خلق خدا کے ساتھ تواضع سے پیش آنا اور خدمت کو اپنا وطیرہ بنانا۔ یہ وصف مولانا میں بدرجۂ اتم موجود تھا آخر جس نے بڑے مدارس کی شیخ المشائخی قبول نہ کی اور امراء کی پیشکش ٹھکرا دی اور کہا میں نے اپنی زندگی اہل وطن کے لئے وقف کر رکھی ہے اس سے بڑھ کر تواضع اور خدمت کی کون سی مثال ہو سکتی ہے۔

واقعہ مولوی غلام حسن صاحب قیصرانی (متوطن چاہ بخشے والا بٹی میانہ) المتوفی ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء فرماتے ہیں ایک دفعہ مجھے جناب سردار خاں کے پاس سفارش کی ضرورت پڑی مولانا محمد بخش کو واسطہ بنایا جب سردار خاں کے پاس پہنچے تو وہ سوئے ہوئے تھے۔ مولانا آہستہ سے سردار خاں کے پاؤں دبانے لگے۔ ان کی نیند کھلی گھبرا کر اٹھ بیٹھے دریافت کیا اور فرمائش پوری کی

واقعہ جناب سردار خاں گھوڑے پر سے گرے ایک پاؤں میں زیادہ چوٹ آئی اور گھٹنہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ چارپائی پر اٹھا کر دریا پار لیہ میں لے جانے کی

تجویز ہوئی لے جانے والے جوانوں میں مولانا محمد بخش بھی شریک تھے ہر چند آپ سے کہا گیا آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے مگر نہ مانے اور ہر خدمت میں برابر شریک رہے ۔ ادھر ڈاکٹر نے جناب سردار خان کو نشہ لینے کے لئے کہا مگر خانصاحب نے کہا آپ کو اس سے کیا غرض آپ اپنا کام کریں ۔ آپ نے تسبیح ہاتھ میں لی اور درود شریف پڑھنا شروع کر دیا ۔ ڈاکٹر اپریشن کرتا رہا فارغ ہو کر اس نے کہا کہ میں نے آج تک ایسا دیندار صابر شخص نہیں دیکھا ۔

تقریر و تحریر تقریر ایسی پُراثر جس سے بچوں میں عزم نو اور شوق علم پیدا ہوتا اور لوگ یاد خدا اور فکر آخرت میں مستغرق ۔ یہ کی سابق عیدگاہ کے خطیب وامام حضرت مولانا نور محمد قدس سرہ کی فرمائش پر جمعہ میں آپ نے تقریر فرمائی سامعین پر وجد طاری ہوا گریہ و زاری سے ان کی آوازیں بندھ گئیں ۔

خوشخطی اور شکستہ نویسی میں آپ کی تحریر نہایت دلکش ہے ۔ تقریر کی طرح عبارت و املا بھی موثر اور دلپذیر ہے ۔ عمل و اخلاص کے بارے لکھتے ہیں ۔

" عمل بغیر اخلاص قدر رجو کا نہیں رکھتا اور اخلاص بغیر محبت امکان سے قدم فعل میں نہیں رکھتا "

دنیا فانی کے بارے میں " اے میرے عزیز ! ذرا بھر عقل سے کام لو ۔ عمر عزیز کو ضائع مت کرو جھوٹی ہوا و ہوس کے پیچھے مت پڑو ۔ یہ دنیا تمام فنا ہونے والی ہے ۔ نہ بلوچگی رہے گی نہ خانگی نہ برادری رہے گی نہ جوانگی بجز حب خدا اور رسول و فرمانبرداری شرع کوئی چیز کام نہ آئے گی ۔ "

چند ایک عبارات کا اقتباس استحکام الاحتجاج کے ذکر کے سلسلے میں پیش کیا جا چکا ہے ، خدا تعالیٰ کی توفیق رفیق سے " استحکام " کی اشاعت پر قارئین کو مولانا کے علوم اور انداز بیان سے مزید آگاہی ہو گی ۔

جرأت و عزیمت اہل علم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ وہ مسائل میں صاف اور پختہ بات کہیں تاکہ فریضہ ابلاغ کے ساتھ بات مؤثر ہو

دلوں میں بھی اتر جاتے۔ مولانا مرحوم بات میں تکرار کے عادی نہیں تھے پھر جو بات کہتے اساتذ تک کو تسلیم تھی۔ مولانا محمد بخش کی آمد سے قبل لنڈی جنوبی میں نماز جمعہ ہوتی تھی۔ دُور دراز علاقوں سے چہ خاص وچہ عام مولانا یار محمد صاحب کی اقتدار میں نماز ادا کرنے کے لئے آتے تھے جمعہ کی محفلیں پُر رونق اور پُر بہار ہوتی تھیں۔ اصلاح احوال کا یہی ایک واحد ذریعہ تھا جو لوگوں کو ایک جگہ عبادت کے لئے جمع کرتا تھا۔ مگر مولانا محمد بخش کے منع کرنے سے جمعہ کا یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ آپ سے استاذ مولانا یار محمد صاحب مرحوم نے سرمو اختلاف نہیں فرمایا گو اس بات کی گنجائش تھی کہ جہاں قدیم ایام سے جمعہ شروع ہو اور ادھر قریبی بڑے قصبے نماز جمعہ سے خالی ہوں وہاں مصالح شرعیہ اس کے متقاضی ہیں نماز جمعہ کو بند نہ کیا جائے۔ لیکن دونوں بزرگوں کے اتحاد و اتفاق کی برکت اس کے سوا مزید مفید تھی۔ اس لئے ہم کہتے ہیں۔ اَلْخَیْرُ فِیْمَا وَقَعَ

افہام وتفہیم عبداللہ ولد اللہ داد خان نے آپ سے دریافت کیا کہ لوگ جمعرات کو مرنے والے کے متعلق کہتے ہیں کہ گناہوں سے پاک اور بخشا ہوا ہے؟ آپ نے کوئی خاص توجہ نہ فرمائی کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ٹی قیصرانی جا رہا تھا مولانا دوسرے راستے سے واپس تشریف لا رہے تھے اس دن ایک ہندو مر گیا تھا۔ مجھے آپ نے دیکھ لیا۔ کہا عبداللہ خان ادھر آؤ، قریب ہوا تو فرمایا۔ دیکھا رمضان مبارک ہے اور جمعہ کا دن ہے یہ ہندو مر گیا ہے کیا اس کی بخشش ہو گی؟ میں نے کہا معافی چاہتا ہوں۔ اب میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ مولانا نے فرمایا عزرائیل بہت ہیں اور دن بھی سب اللہ کے ہیں لیکن ان ہندو کو جہنم رسید کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ ایمان اور عمل کام آتے ہیں ”گر داری کر اڈدی کیا جمعرات اے“

محفل احباب اپنے احباب کے ساتھ گھل مل کر رہتے۔ خوش مزاجی اور خوش طبعی کے لئے مختلف موضوع چھیڑ دیتے اکٹھے کھانا کھاتے۔ صبح و شام کاروبار سے فراغت کے بعد محفل قائم ہوتی۔ شرعی احکام و آداب کے ساتھ ایک دوسرے

کے غم میں شریک ہوتے لوگوں کے حالات پر بحث کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت "یَسْئَالُ عَمَّا فِی النَّاسِ" آپ دریافت کرتے رہتے کہ لوگ کس حال میں ہیں یا وتازہ ہوتی اور اپنی حیثیت کے مطابق پیش آمدہ حالات کا مداوی کرتے۔ بایں ہمہ بعد نماز عشاء دوڑنے کی اور ایک دوسرے کو پکڑنے وغیرہ کھیلوں سے ان کا دل بہلاتے

مزاح چھوٹی بچیوں کا خیال ہے کہ حقہ پینے والا شخص اگران کی گڑیا کے قریب سے گزر جائے تو وہ اندھی ہو جاتی ہیں۔ مولانا جب ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے دیکھ لینا کہیں حقے والا شخص تو تمہارے پاس سے نہیں گزر رہا؟ وہ فوراً اپنے گڑیا چھپا لیتیں۔

آبائی پیشہ آبائی دستکاری اور ہنرمندی کاوش و محنت اور منت بھی استاد کے بغیر خود بخود حاصل ہو جاتی ہیں۔ باعث برکت اور موجب طمانیت ہوتی ہیں دیگر غیر آبائی صنعت کاری کی بیکاریوں کے باوجود آدمی اس پیشہ سے بے ہنر نہیں رہ سکتا اور نہ ہی بھوکا رہ سکتا ہے۔ داؤد علیہ السلام کی سنت (ہاتھ کی کمائی) پر عمل آبائی پیشہ ہنر اپنانے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ مولانا کاشت کار کے بیٹے تھے۔ مولانا کو بھی کاشتکاری اور ہل چلانے پر فخر تھا بغیر ننگ و عار کے زندگی بھر اس عمل کو اپنائے رکھا۔ اور ضرورت پڑنے پر کسی کی محتاجی و نیاز مندی کے بغیر اپنے ہاتھوں کام سرانجام دے دیا۔ آپ نے ایک دفعہ اپنے گھر کے لئے جو مسجد سے جنوب مشرق میں واقع تھا تھلہ مارنا چاہا، رقبہ شریک شخص نے آ کر روک دیا۔ آپ نے تین کرم غالباً گلی کی جگہ چھوڑ کر اپنے بیلوں سے تھلہ مکمل کر کے عملی طور پر تنازعہ ختم کر دیا۔

سادگی محمد موسیٰ ولد غلام علی خان (راقم حروف کے والد) نے مولانا کے بیلوں کے گلے بجنے والے جرس ڈال دیئے آپ نے دیکھا تو فوراً اتار دیئے اور کہا موسیٰ خان میرے بیل یہ نہیں پہنتے "جہاں کوئی غرض صحیح ہو گو وہ حد اضطرار تک نہ

ہو تو جواز کا حکم ہے، لیکن چونکہ بیل گھوڑے وغیرہ کے گلے میں محض تفاخر اور زیبائش کے لئے باندھتے ہیں اور کوئی ضرورت نہیں ہوتی لہذا جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے مع کل جرس شیطان

والدہ سے محبت والد کا سایہ طالب علمی میں سر سے اٹھ گیا تھا ان کی صرف والدہ ہی تھیں جن کی خدمت بڑی سعادت سمجھتے تھے اور والدہ بھی آپ کے وجود باسعود سے چشم ما روشن دلِ ما شاد تھیں۔ آپ کی والدہ کی ہم عمر عورت نے بطور محاورہ کے آپ کی والدہ کو "مر جائے تو" کے الفاظ کہہ دیئے۔ مولانا سنتے ہی ناراض ہوئے اور کہا کیوں۔ "خدا کا رزق کھاتی ہے ایسی بات مت کرو" خاندان میں جو بزرگ عورتیں آپ کو جوانی اور اولاد کی دعائیں دیتی تھیں آپ ان سے درخواست کرتے میرے لئے یہ دعا کیا کرو۔ "شالا اللہ راضی ہووی"

کتب خانہ آپ اپنے اوقاتِ عزیزہ مطالعہ میں بسر کرتے تھے۔ کتابوں کا کافی نایاب ذخیرہ تھا جو بعد میں ضائع ہو گیا طب یونانی کی کتب حکیم عبدالجبار اٹھا کر لے گئے۔ ابن ماجہ شریف (الغامی) شرح فقہ اکبر اور بستان المحدثین فارسی اور قانونچہ صرف قلمی وغیرہ آپ کے استاذ مولانا یار محمد صاحب کے کتب خانہ میں چلی گئیں اور چند رسالے آپ کے خالہ زاد بھائی مولوی غلام محمد صاحب کے ہاتھ لگے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے آپ کی کتاب استحکام الاحتجاج مولوی صاحب موصوف کی کتب میں محفوظ تھی جسے دوبارہ زندگی مل گئی۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حضرت استاذ مولانا یار محمد صاحب کا کتب خانہ آپ کے صاحبزادے ہمارے استاذ مولانا محمد عبداللہ مرحوم کے بعد کوڑیوں کے عوض فروخت ہوا۔ اپنی فراہم کردہ اور مولانا محمد بخش صاحب کی کتب میں سے کوئی ایک خاص کتاب۔ بھی اب ان کی اولاد و احفاد کے پاس نہیں ہے۔ فَیَا لِلْعَجَب

ملفوظات

(۱) خدا تعالیٰ کا خزانہ اس کی رحمت اور علم لٹنے والی چیزیں نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی کوئی حد ہے۔ دستار فضیلت تو بطور اجازت کے فارغ ہونے والوں کے سر پہ رکھی جاتی ہے (کامل ہونے کی سند نہیں ہے) (یہ مولانا کا اپنی طرف اشارہ ہے)

۲۔ قرض کا کوئی کفارہ نہیں جب تک اسے ادا نہ کیا جائے یا قرض خواہ معاف نہ کرے معاف نہیں ہو سکتا

۳۔ قبلہ رخ ہو کے قبر پہ ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کرنی چاہیئے۔

۴۔ ایک دفعہ جوش میں آ کر اپنی والدہ سے کہا کہ اگر میں اس دیوار پر لاٹھی سے ماروں تو یہ دیوار روپے اگلنے لگے گاؤں والوں کی بلائیت کیا چیز ہے اس پر آپ کی والدہ نے مطمئن ہو کر کہا کہ ہمیں آخرت چاہیئے۔

فہذا آخر ما اردنا فی ہذا الباب وصلی اللہ علیہ والہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا۔ وللہ الحمد والمنۃ۔

راقم الحروف سید محمد عسینی عفی عنہ

مدرس و مفتی نصرت العلوم گوجرانوالہ و خطیب جامع نوشہرہ سانسی گوجرانوالہ

۷ نومبر ۱۹۷۹ء مطابق ۱۷ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ بروز چہارشنبہ۔

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

دفتر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

نمبر ۳۱ مورخہ ... ھ مطابق ... ۱۹ء

MADRASA MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR U.P. INDIA

DATE..........................19

مولانا محمد بخش صاحب مرحوم کا داخلہ مظاہر علوم سہارنپور میں ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں ہوا۔ یہاں آپ نے داخلہ کے بعد یہ کتابیں پڑھیں۔ بیضاوی، صحاح ستہ، موطا امام مالک، موطا امام محمد، نخبۃ الفکر، توضیح تلویح، سالانہ امتحان میں آپ معیاری نمبرات سے کامیاب ہوئے۔ جس کا ریکارڈ یہ ہے۔

کتاب	نمبر
بخاری شریف۔	۱۹
بیضاوی شریف۔	۲۱
نسائی شریف۔	۱۹½
ابوداؤد شریف۔	۱۹
موطا امام محمد۔	۲۱
موطا امام مالک۔	۲۱
صحیح مسلم شریف۔	۱۸
ابن ماجہ۔	۱۵
طحاوی شریف۔	۲۱
نخبۃ الفکر۔	۲۰
توضیح تلویح۔	۱۸
ترمذی شریف	۲۰
	۲۳۲

مظاہر علوم میں امتحانات میں ۲۰ اکیس نمبرات سے کامیاب ہونا اعلیٰ درجہ کی کامیابی شمار ہوتا ہے۔ مولانا موصوف اپنے اس امتحان سالانہ میں بیضاوی شریف اور موطا امام مالک میں اول نمبرات سے کامیاب ہیں۔ آپ کے ان دو کتابوں کے دیگر رفقاء کے نمبرات اس سے کم ہیں۔ البتہ موطا امام محمد میں جس طرح مولانا مرحوم کے اکیس نمبر ہیں ان کے دیگر رفقاء کے بھی ہیں۔

دورۂ حدیث شریف میں آپ کے خصوصی رفقاء یہ حضرات ہیں۔

(۱) حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زادمجدہٗ مہاجر مدنی۔

(۲) حضرت اقدس مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب زادمجدہ ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

(۳) مولانا خیر محمد ولد مولانا یار محمد صاحب مظفر گڑھی مہاجر مکی استاذ حرم مکی شریف۔

(۴) مولانا عبد الغنی ولد محمد بخش صاحب بارہ بنکی۔

(۵) حضرت العلام مولانا محمد صدیق صاحب کشمیری سابق امام النحو والمنطق استاذ جامعہ۔

(۶) مولانا حسن احمد بن شاہ صدیق حسن صاحب سہارنپوری۔

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

دفتر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

نمبر ۳۲ مورخہ ۱۳ھ مطابق ۱۹ء

MADRASA MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR U. P. INDIA

DATE......................19

نقل سند

سند برادرم مولوی محمد بخش پسر خان محمد ساکن موضع منڈی جنول ضلع ڈیرہ غازی خان ــ پنجاب ــ

نمبر سند ۱۶۱ ــ سند الفراغ من المدرسة العربية الشهيرة بمظاهر علوم سہارنفور ــ یوپی ــ الهند ــ

الحمد لله الذي خلق الانسان من طين ــ ثم جعل نسله من سلالة من ماء مهين ــ وفضله على كثير من خلقه وجعله خليفة في ارضه ففاق الملائكة المقربين ــ والصلوة والسلام على حبيبه وخير خلقه سيد الاولين والآخرين ــ سيدنا ومولانا محمد وآله واصحابه وذرياته واتباعه اجمعين الى يوم الدين ــ

اما بعد ــ فان اخانا في الدين الشيخ الفاضل محمد بخش بن خان محمد (المتوطن قرية منڈی جنول من مضافات ڈیرہ غازیخان متعلقات پنجاب) قد دخل هذه المدرسة العربية الشهيرة بمظاهر علوم سهارنفور يو ــ پی ــ الهند صانها الله تعالى ــ من الآفات والشرور في شهر ذي القعدة سنة ثلث وعشرين بعد الالف وثلاث مائة (سنه ۱۳۲۳ھ) من الهجرة النبوية على صاحبها الف الف صلوة وتحية وثنا فيها سنة واحدة فجعل يقرأ ويسمع حتى قرأ الكتب المتداولة من العلوم المختلفة فمن علم التفسير، تفسير سورة البقرة من البيضاوي، ومن علم الحديث الصحاح الستة وغيرها اعني بها الجامع الصحيح للامام البخاري، والجامع الصحيح للامام مسلم بن الحجاج القشيري، والجامع السنن للامام الترمذي، مع كتاب الشمائل له، والسنن للامام ابي داود السجستاني، والسنن للامام النسائي، والسنن للامام ابن ماجة القزويني، ومعاني الآثار للامام ابي جعفر الطحاوي، ومن علم اصول الحديث شرح نخبة الفكر، ومن اصول الفقه التوضيح مع التلويح تحقيقا ــ

فلما فرغ طلب منا السند واستجازنا فنجيزه بهذه الدرجة الثانية بما قرأ علينا او غيره وهو لسمع كما اجازنا مشائخنا الكرام على الشروط المعتبرة عند علماء هذا الشان ــ ونوصيه بتقوى الله تعالى في السر والعلانية وبلزوم السنة السنية واجتناب البدعة المضلة وان يشتغل بتعليم علوم الدين وان لا ينسانا في صالح دعواته في جلواته وخلواته ــ

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين ــ والصلوة والسلام على سيد المرسلين سيدنا ومولانا محمد وآله واصحابه اجمعين ــ

كتب في ۲۲ ذي القعدة سنه ۱۳۲۴ھ

ثابت علي عفا عنه مدرس مدرسه ــ عبد اللطيف عفا عنه مدرس مدرسه هذا ــ احقر ظفر احمد عفا الله مدرس مدرسه

بنده عبد الرحمن عفي عنه خادم مدرسه ــ عنايت الهی عفی عنه مہتمم مدرسہ ــ بنده محمد الیاس اختر عفي عنه

محمد شاہد غفرلہ

SHOBA-E-TANZEEM

ABNAI-QADIM

MADRASA MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR (U. P.)

دیگر تالیفات

آراء الاجلہ فی بیان ما اہل بہ لغیر اللہ

اس میں نیاز غیر اللہ پر اثباتی اور منفی پہلو سے اصولی بحث کی گئی ہے۔ علمائے سلف اور خلف کے اقوال کی روشنی میں جاہل اور محرف لوگوں کی تاویلات کا پردہ چاک کیا گیا ہے محققین امت حضرت شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر شاہ اسمعیل شہید، شاہ محمد اسحٰق، حسن علی ہاشمی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولینا حسین علی، علامہ ابن تیمیہ، علامہ آلوسی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین اور دیگر علمائے کرام کی آراء تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ وغیرہ مفصل درج ہیں۔

مکتوب سیوم فارسی

مطبوعہ ۱۲۹۲ھ از قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح۔ باب اول مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی تحقیق اور باب دوم میں عند الذبح کی قید کا بیان ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے دفاع سے بات شروع ہوئی لیکن عقلی و نقلی دلائل کے انبار لگا دیے۔ ایسی مجتہدانہ شان سے اس موضوع پر کوئی تحریر موجود نہیں ہے۔ آئمہ اربعہ کے فقہی اختلاف سے بھی حرمت تسمیہ علی الذبح میں کیا گیا ہے۔ اس مسئلے میں جاری کیا گیا ہے بیان کے ضمن میں مسائل اور امثلہ کا تلاطم نظر آتا ہے ترجمہ اور تبویب از ابو الامداد صادق

میزان العربیہ

ایک عرصہ سے ضرورت تھی کہ مشرقی تعلیم یافتہ طبقہ کیلئے ایک جامع اور مختصر اہم مسودہ تیار کیا جائے جو قرآن مجید اور حدیث شریف کے تراجم اور علوم عربیہ میں تھوڑے سے وقت میں کامیابی سے ہمکنار کرے۔ خیر الکلام ماقل ودل الحمد للہ کہ یہ تمنا میزان العربیہ میں علی وجہ الاتم پوری کر دی گئی ہے۔ (وباللہ التوفیق) عنقریب منصۂ شہود میں ظہور پذیر ہو گی (انشاء اللہ تعالیٰ)

اعجاز النحو

بعض احباب کے اصرار پر نحو کے ترکیبی گر جمع کئے گئے ہیں جنہیں تعلیم کے وقت اجراء و مشق کی کسوٹی پر پرکھا گیا ہے۔ حضرت اساتذہ اور محققین کے ثمرات جلیلہ سے یہ مسودہ تیار کیا گیا ہے اس میں نحو کے اہم مسائل اور صدہا ترکیبی جملے قرآن و حدیث اور عربی ادب سے لیے گئے ہیں۔ (وما توفیقی الا باللہ)

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ

چشمۂ حیات

سوانح مولانا محمد بخش گورمانی متوفی سنہ ۱۳۴۱ھ

حصّہ دوم

جسمیں مولانا کے اساتذہ، مشائخ، معاصرین اور آپکے عہد کی شخصیات وغیرہم بہت سے اکابر کا مفصل تذکرہ شامل ہے۔

تالیف

محمد علی گورمانی مفتی و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت دار العلوم محمدیہ لتیڑی جنوبی (تونسہ)
ڈیرہ غازی خان

فہرست

حصّہ دوم

باب اوّل حضرت مولانا محمد بخش ؒ کے اساتذہ و مشائخ

باب دوم مولانا محمد بخش کے عہد کی شخصیات

تمت

۱ حضرت مولانا یار محمد صاحب قیصرانیؒ آپ صاحب تذکرہ مولانا محمد بخشؒ کے پہلے استاذ ہیں جن سے آپ نے قرآن مجید اور نظم پڑھی آپ کی توجہ اور شفقت سے وادی علم میں قدم رکھا آپ کا اور آپ کے اساتذہ کا تفصیلی ذکر خیر مولانا کے عہد کی شخصیات میں مذکور رہے۔

۲ حضرت علامہ مولانا محمد موسی احمدانیؒ استاذ کامل، فاضل اجل، جملہ علوم و فنون میں شیخ کامل بالخصوص علوم عربیہ صرف و نحو، معانی، ادب فقہ، اصول فقہ، منطق اور میراث میں آپ کا درس مشہور و معروف ہے

آپ کے تلمذ میں یہ برکت تھی کہ جس کسی نے آپ کی خدمت میں زانوادب تہہ کئے وہ اپنے وقت کی بلند و بالا علمی شخصیت کا مالک بنا۔

آپ نے اپنی زندگی کے اوقات عزیز درس و تدریس اور تربیت تلامذہ میں بسر کئے۔ لنڈی پتافی (تحصیل جام پور) پتافی خاندان کے قائم کردہ دارالعلوم میں تاحیات صدر الصدور رہے۔

لنڈی پتافی جام پور ڈیرہ غازی خاں سے مشرق میں دریا کے کنارے لنڈی پتافی نامی ایک قصبہ واقع ہے جو مدت دراز تک سرداری، خانگی اور علم کا گہوارہ رہا ہے۔ سرداری خاندان کے علی محمد خان ولد احمد خاں پتافی کے فرزندان ارجمند کو اللہ تعالیٰ نے اپنا اپنا الگ مزاج بخشا تھا ان میں بڑے جناب عزیز محمد خان علم شائق اور قدر دان شخص تھے انہوں نے لنڈی پتافی میں مدرسہ عربیہ کی ابتدا کی۔ حضرت مولانا محمد موسی احمدانی قدس سرہ استاذ مقرر ہوئے تو اطراف و اکناف سے تشنگانِ علم کا جم غفیر ہو گیا۔ استاذ کی تعلیم اور توجہ کیمیا اثر تھی کہ آپ کے طلبہ اپنے وقت کے پیشوا اور علمی لحاظ سے اونچے منصب پر فائز ہوئے۔ اسی مدرسہ میں ہمارے تذکرہ کی موضوع شخصیت مولانا محمد بخش گودمانیؒ اور ان کے ساتھی مولانا فیض اللہ صاحبؒ صدر مدرس نعمانیہ ملتان نے فیض پایا۔ غرضیکہ یہ سب کچھ خان موصوف کی کوششوں کا نتیجہ تھا وہ ان مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کرتے جسم و جان کی طرح ماشاء اللہ بڑے فیاض دل تھے طلبہ کے ساتھ

گھل مل کر رہتے ان کے ساتھ کھانا کھاتے جب خصوصی ضیافتوں سے نوازتے تو خود قاسم بن جاتے خان موصوف نے بھی حضرت مولانا سے ابتدائی کتب پڑھیں۔ فارغ وقت مطالعہ میں گزارتے تفسیر کبیر اردو پر ان کے نشانات ہیں۔ علاقے میں ان کا رعب بھا بڑے غیور تھے کسی کو غرباء پر ظلم و تعدی کی جرأت نہ تھی۔ افسوس کہ مولانا موصوف کی وفات ۱۹۱۴ء پہ مدرسہ ماند پڑ گیا۔ رہی سہی رونق خانصاحب کی وفات ۱۹۲۲ء پرختم ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دوسرے بھائی جناب نور محمد خان نئی تہذیب و تمدن اور جدید تعلیم کے حامی تھے ان کا خیال تھا کہ جام پور سے مغرب کو پہاڑ میں ایک کالج قائم کیا جائے لوگ علم آشنا ہوں اور زمانے کے ساتھ ترقی میں دوسروں سے پیچھے نہ رہیں۔ ان کے برخوردار جناب عبدالرحیم خان اپنے بزرگوں کی نشانی ہیں اللہ تعالی کار خیر میں ان کی تائید فرمائے۔ آمین۔

تیسرے اور چھوٹے بھائی جناب احمد خان پتافی متوفی ۱۹۶۰ء ۲۵ نومبر بروز جمعہ باتی تنظیم اہل سنت معروف و مشہور ہستی ہیں۔ دینی اور دنیوی میدان میں ان کی خدمات محتاج تعارف نہیں۔
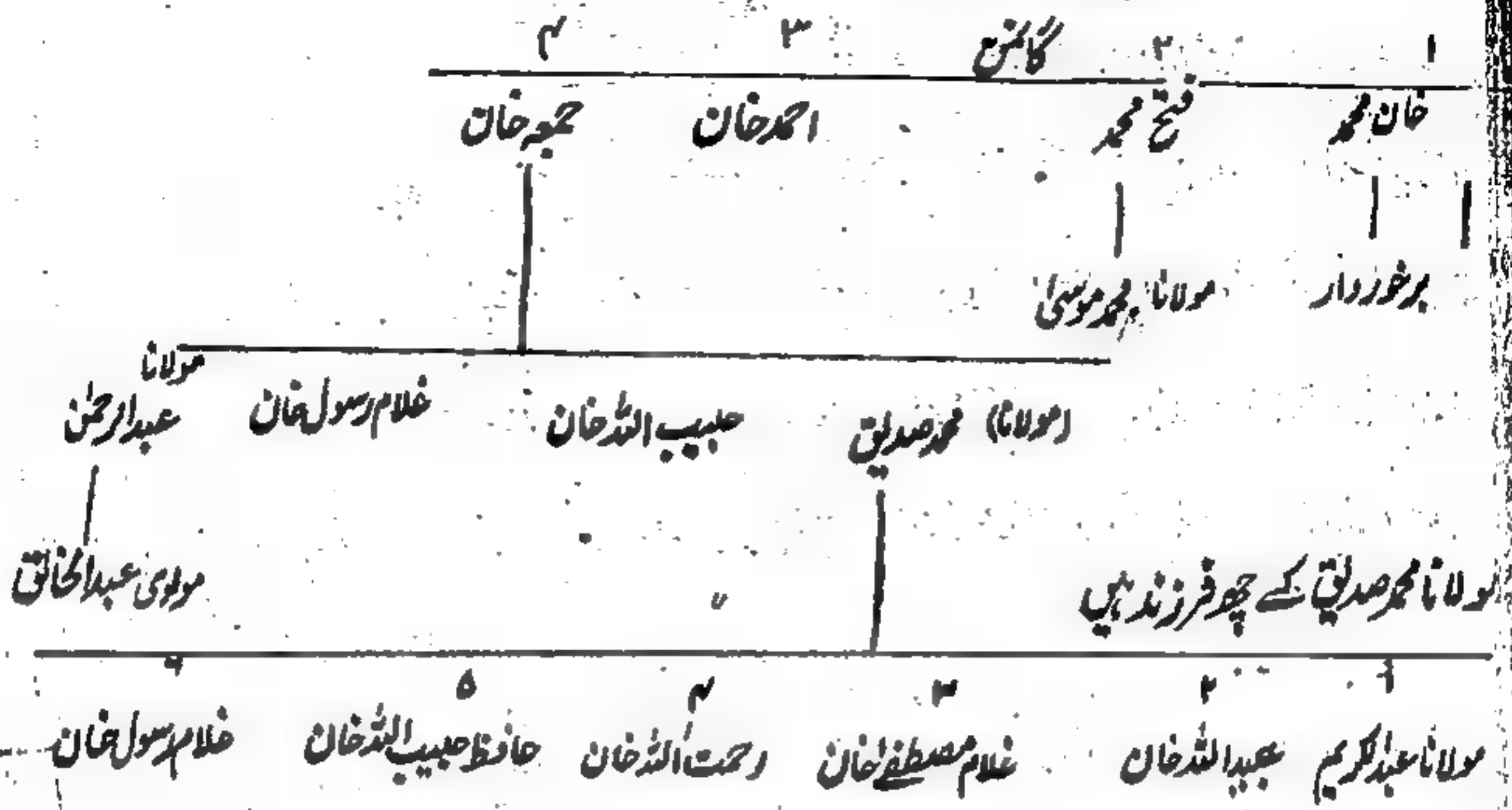
احمدانی خاندان

گانج

- ١ خان محمد
  - برخوردار
- ٢ فتح محمد
  - مولانا محمد موسیٰ
- ٣ احمد خان
- ۴ جمعہ خان
  - (مولانا) محمد صدیق
  - حبیب اللہ خان
  - غلام رسول خان
  - مولانا عبدالرحمٰن
    - مولوی عبدالخالق

مولانا محمد صدیق کے چھ فرزند ہیں

- ١ مولانا عبدالکریم
- ٢ عبیداللہ خان
- ٣ غلام مصطفےٰ خان
- ۴ رحمت اللہ خان
- ۵ حافظ حبیب اللہ خان
- ٦ غلام رسول خان

خاندان پتافی آف لنڈی پتافی

- احمد خان
  - علی خان
    - عزیز محمد
      - محمد خان
        - عزیز محمد
    - نور احمد
      - عبدالرحمٰن
      - عبدالرحیم
        - زوج ——— مائی مریم زوجہ
    - احمد خان
      - مائی مریم
  - خیر محمد خان
    - کوڑا خان
      - عطا محمد
      - خیر محمد
      - غلام احمد
      - غلام محمد خان

تعارف شخصیات | جمعہ خان ولد گامن
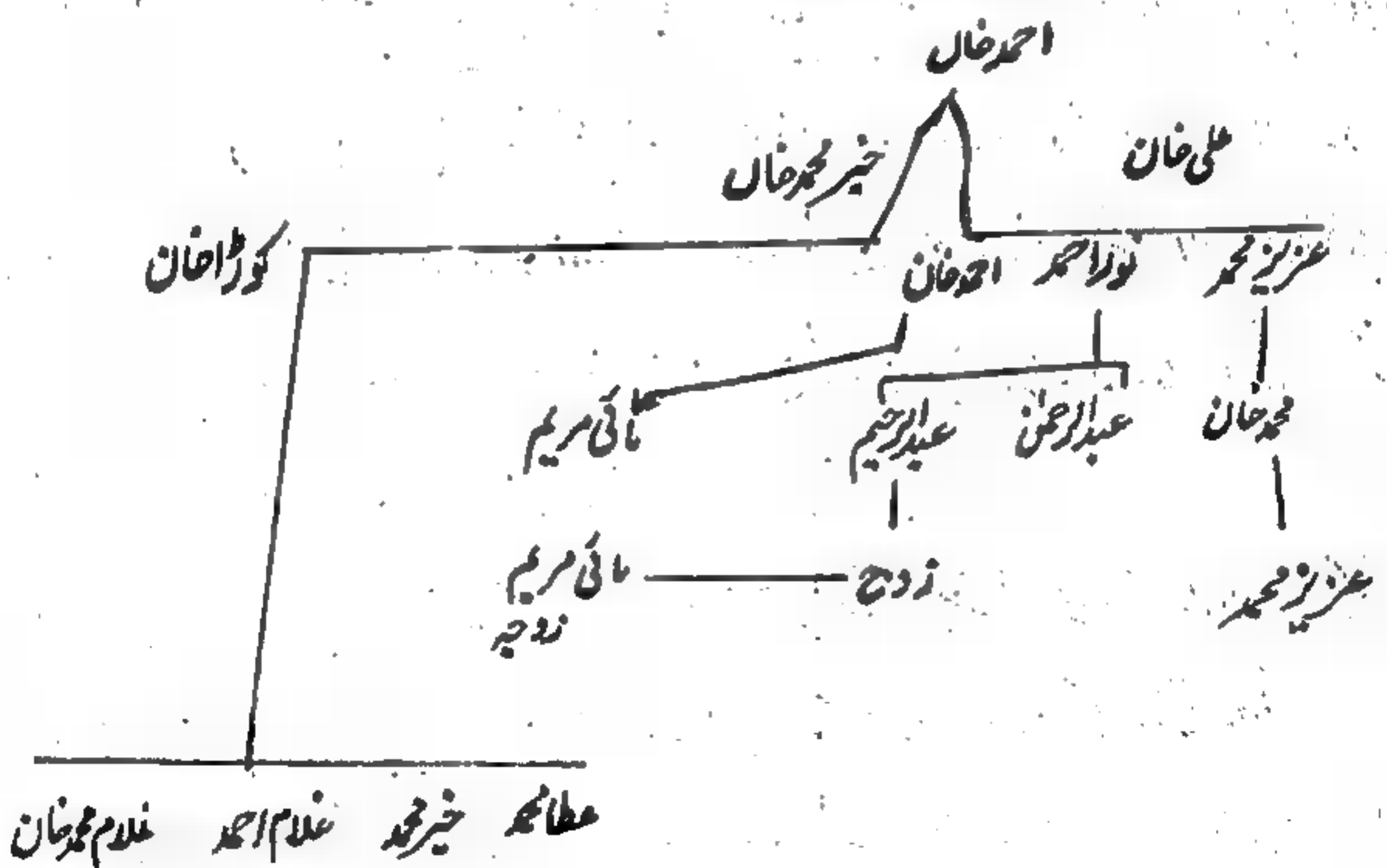
عالم دین، متقی اور پرہیزگار شخص تھے ان کے بڑے فرزند مولانا محمد صدیق صاحبؒ مظاہر علوم سہارنپور ہند کے فاضل تھے۔ موصوف کا تعلق ارادت وسلوک قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے تھا۔ آپ نے اپنے صاحبزادے کو حصن حصین و دلائل الخیرات اور جواہر خمسہ کی اجازت مولانا گنگوہیؒ کی طرف سے مجاز ہونے کی بنا پر دی۔ ملفوظات جیسنیہ میں ہے "واجازت حصن حصین و دلائل الخیرات وجواہر خمسہ ازوالدیم صاحب والیشاں را اجازت ازمولانا مولوی رشید احمد گنگوہیؒ است" ص۱۶

اور جمعہ خان کے چھوٹے فرزند مولانا عبدالرحمٰن صاحب مولانا سید محمد صاحبؒ متوفی سمہ آف ڈیرہ اسمٰعیل خان کے اکابر خلفاء میں سے تھے ان کے فرزند مولوی عبدالخالق بھی حضرت مولانا سید محمد صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔

حضرت علامہ مولانا محمد موسیٰ صاحبؒ

متوطن درڑہ شہبہ تیں والا جام پور سے شمال مشرق دریا کے کنارے واقع

حلیہ رنگ گندمی مائل بسفید، گول حسین چہرہ، دبلا جسم، درمیانہ قد اور داڑھی کالی لباس۔ کرتہ اور تہبند زیب تن کرتے تھے عموماً سر پر پگڑی اور کبھی ٹوپی پہن لیا کرتے

سادگی پسند: تکلف سے نفرت رہن سہن، کھانے پینے اور لباس میں سادگی پسند تھی۔ صوفیانہ طبیعت، ظریف الطبع اور کم گو تھے۔

اسباق آپ کے پاس مطول، شرح ملا، حدیث اور میراث کے اسباق بکثرت تھے طلبہ کی تعداد تیس چالیس کے درمیان ہوتی تھی، باقاعدہ نقدی مشاہرہ مقرر نہیں تھا بلکہ اس وقت کے ماحول کے مطابق غلے کی صورت میں فصلانہ دیا جاتا تھا جسے عرف عام میں برات کہا جاتا ہے آپ کے تلامذہ میں استاذ الکل مولانا احمد بخشؒ متوطن گدائی ڈیرہ غازیخان جیسی شخصیت بھی شامل ہے۔

نکاح پہلی بیوی مائی حوا آپ کے حقیقی چچا خان محمد کی بیٹی تھی۔ دوسری بیوی مائی مرادان دختر میوہ احمدانی۔ لیکن اولاد کسی سے نہ ہوئی۔ آپ کی ہمشیرہ مائی مریم خلیفہ مجاز مولانا سید محمد صاحبؒ اپنے چچازاد مولانا عبدالرحمٰن ولد جمعہ خان کے عقد نکاح میں آئیں۔

وفات آپ تقریباً ۴۵ سال جوانی کی عمر ۱۹۱۴ء میں فوت ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کہتے ہیں کہ بنا بر حسد آپ کے جھوک اترا میں رہنے والے کسی شاگرد نے آپ کو زہر پلائی۔ موت کے وقت آپ سے اس بارے میں استفسار کیا گیا مگر آپ نے بتانے سے انکار کردیا۔ اور جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ آپ کو اپنے آبائی گاؤں آڑہ جعفر دفن کیا گیا۔ یہ مختصر معلومات گل محمد فریدی بعمر ۸۰ سال ۱۷ شوال ۱۳۹۸ھ جام پور اور ۱۸ شوال ۱۳۹۸ھ بمقام دورشہ شہر تین والا احمدانی خاندان کے معزز حضرات حافظ حبیب اللہ خان ولد مولانا محمد صدیق صاحبؒ اور سہارا خان ولد برخوردار سے حاصل کیں۔

لنڈی پتافی میں مولانا محمد بخشؒ کی طالب علمانہ محنت وکاوش کا زمانہ تھا۔ اکثر علوم وفنون اور موقوف علیہ اسی دارالعلوم میں تمام کئے۔ اس وقت صرف میں قانونچہ بیٹ قیصری اور میراث میں رسالہ نظم الفرائض پڑھائے جاتے تھے۔ اصول وضوابط کے رسائل کو حفظ وضبط کرنے کا التزام تھا لنڈی پتافی میں آپ کے ہم درس مولانا فیض اللہ مرحوم ۱۹۵۱ء مدرسہ نعمانیہ ملتان نے میرے سامنے قانونچہ بیٹ قیصری کی عبارات از بر سنا دیں۔ اور فرمایا یوں یاد کیا کرتے تھے۔

الغرض مولانا محمد بخشؒ کی فنی مہارت اور علمی جرأت خداداد طبع مولانا محمد موسیٰ صاحبؒ کی مرہون منت تھی۔ مظاہر علوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند کو اس وقت دورہ حدیث میں جو فضیلت حاصل تھی اس کے پیش نظر آپ نے مظاہر علوم سہارنپور کی طرف رجوع کیا۔

مولانا عبدالکریمؒ متوفی ۱۹۶۴ء مولانا محمد صدیقؒ کے بڑے فرزند اور جید عالم تھے آپ صاحب کمالات جناب خواجہ غلام صاحبؒ سواگ متوفی

۱۳۵۸ھ کے اکابر خلفاء میں سے تھے ملفوظات حسنیہ اپنے پیر کے حالات اور سنت الہدیٰ داڑھی کے مسئلہ میں تصنیف کیں۔

ولادت ۱۳۱۶ھ ۱۲ ربیع الاول موضع آدم گڑھ علاقہ جام پور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم قرآن مجید، فارسی، صرف اور قدوری اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور باقی وہاں کے مقامی علماء سے پھر کانپور جاکر مولانا مشتاق احمد فرزند مولانا احمد حسن مرحوم سے ریاضی، ہیئۃ اور حدیث میں موصوف سے اور مولانا محمد سلیمان سے شرف تلمذ کیا۔

مدرسہ انوار العلوم ملتان میں تقریباً بیس سال شیخ الحدیث رہے۔ اپنے عقیدے کے بارے میں فرمایا کرتے تھے میں نہ تو دیوبندی ہوں اور نہ بریلوی بلکہ مجددی ہوں جو عقائد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے تھے وہی میرے عقائد ہیں۔

حلیہ اچھے شکل، دراز قد، فربہ جسم

لباس ہمیشہ کرتہ، ٹوپی اور تہہ بند زیب تن فرماتے سادہ جوتا استعمال کرتے ہمارے دوست جناب جلیل احمد خان احمدانی ایک تحریر میں اپنے والد بزرگوار کے متعلق فرماتے ہیں۔ کم گو کم خوراک، تقریر سے مکمل پرہیز، دعوتوں میں کبھی شرکت نہیں فرماتے تھے۔ تدریس ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ تہجد کبھی قضا نہ ہوئی۔ خاندانی جھگڑوں سے بالاتر رہتے تھے اپنے مرشد کے عرس میں باقاعدگی سے شرکت کیا کرتے۔ طب سے کافی دلچسپی تھی آپ کا طبی اور تعویذی بیاض آپ کے فرزند جلیل احمد خان کے پاس یادگار ہیں۔

۴ حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ از ۱۲۸۷ھ تا ۱۳۳۴ھ

نام و نسب آپ کا اسم گرامی محمد یحییٰ تاریخی نام بلند اختر اور سن ولادت ۱۲۸۷ھ ہے والد ماجد کا اسم گرامی مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کاندھلوی ہے۔ آپ کاندھلہ کے صدیقی خاندان کے چشم و چراغ ہیں آپکا جدی نسب حضرت مفتی الٰہی بخش صاحب

اور مولانا مظفر حسین صاحبؒ سے چھٹی پشت میں مولانا فیض محمد صاحبؒ سے جا ملتا ہے
مولانا محمد اسمٰعیلؒ کو عبادت الٰہی کا اس قدر شوق تھا کہ گھر میں پروگرام مقرر کر دیا تھا کہ رات بھر
گھر والوں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور جاگتا تھا۔

مولانا محمد یحیٰی صاحبؒ کی والدہ ماجدہ بھی کوئی معمولی درجہ کی خاتون نہ تھیں حافظ قرآن
تھیں۔ قرآن شریف اتنا اچھا یاد تھا کہ کبھی متشابہ نہ لگتا۔ ایک ہفتہ میں قرآن مجید پورا پڑھ لیتی
تھیں۔ اس کے علاوہ بے شمار اوراد و وظائف اور تسبیحات ان کا روزانہ کا معمول تھا۔

مولانا دودھ پینے کے زمانے میں پاؤ پارہ یاد کر چکے تھے۔ اور سات برس کی عمر میں قرآن
شریف حفظ کر چکے تھے۔

مولانا فرماتے ہیں والد صاحب کی طرف سے حکم تھا کہ جب تک پورا قرآن شریف حفظ نہ
کر لوگے روٹی نہ ملے گی۔ مولانا فرمایا کرتے تھے کہ میں عموماً ظہر سے قبل پورا قرآن پاک ختم کر لیا
کرتا تھا اور کھانا کھا کر چھٹی کے وقت اپنے شوق سے فارسی پڑھا کرتا تھا۔ سُلّم مجھے ازبر یاد تھی
اور تسبیح سے کو میں نے اس کی عبارت کو از اول تا آخر دو سو مرتبہ پڑھا ہے۔ ادب عربی میں آپ
کو اتنی مہارت تھی کہ عربی نظم و نثر بلا تکلف لکھ لیتے تھے۔ حمد اللہ میں نے ۱۸ دن میں پڑھا ہے
مدرسہ حسین دہلی کے دوران میں نے بخاری شریف، سیرت ابن ہشام، طحاوی، ہدایہ
فتح القدیر بالاستیعاب اس اہتمام سے دیکھی ہیں کہ مجھے خود حیرت ہوتی ہے۔ اتفاق سے
حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ ممتحن مقرر ہوتے اور تشریف لائے تو میرے جوابات دیکھ کر یہ
لفظ فرمائے کہ ایسے جوابات مدرس بھی نہیں لکھ سکتا۔ یہ فرمایا کرتے تھے کہ دہلی میں حدیث پڑھنے سے
آدمی غیر مقلد ہو جاتا ہے اور میں نے طے کر لیا تھا کہ اگر حدیث پڑھوں گا تو حضرت گنگوہی سے، ورنہ
نہیں پڑھوں گا۔

شوال ۱۳۱۱ھ میں آپ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں دورہ حدیث شریف
پڑھنے حاضر ہوئے۔ ترمذی شریف شروع ہوئی جو بہت آہستہ آہستہ اور تھوڑی دیر ہوا کرتی

میں ہر قسم کی ریاضتوں اور مشقتوں کو خوش آمدید کہا۔

قرآن شریف پڑھنے کا بہت ہی کثرت سے معمول تھا۔ خالی اوقات میں بہت کثرت سے حفظ قرآن شریف پڑھتے رہتے تھے۔ اور اخیر شب میں جہر و بکا کے ساتھ ان کو اس کا بہت ہی اہتمام تھا جیسے کوئی بچے کو پیٹ رہا ہو اور وہ رو رہا ہو۔ وہ چاہتے تھے کہ اپنے ولد عزیز محمد زکریا کو اپنی طرح اپنے رنگ میں ڈھالیں۔

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مدظلہ نے اپنے بچپن سے سن رشد تک کے جتنے احوال لکھے ہیں وہ سارے کے سارے مولانا محمد یحییٰ قدس سرہ کی سوانح کا اہم اور مکمل حصہ ہیں۔

طریق تربیت بچوں کی تربیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اس میں چشم پوشی کے ہرگز روادار نہیں تھے اس بارے میں چند بنیادی اصول ہمیشہ مدنظر رہتے۔

۱۔ ترک تعلقات ۲۔ وڈیروں کی اولاد کی صاحبزادگی ۳ ہر وقت کڑی نظر رکھنا۔ ۴۔ سیر و تماشا کی بے جا اور زیادہ خوشی کو بھی منزل مقصود کی بہت بڑی رکاوٹ سمجھنا ۵ شخصی رعب اور زبانی تنبیہ کے علاوہ غلطی کے مناسب زد و کوب کرنا۔ بارہا آپ نے اپنے فرزند مولانا زکریا کو کہا کہ اگر میرے مارتے مارتے تو مر جائے گا تو تو شہید ہوگا اور مجھے ثواب ملے گا۔ یہ طریقہ نہ صرف تعلیمی ترقی میں مددگار ثابت ہوتا ہے بلکہ اعتقادی اور علمی صلاحیتیں بھی پیدا کرتا ہے ایسی تربیت ذی استعداد کو زاہد بنا دیتی ہیں۔

شیخ فرماتے ہیں میرے والد نور اللہ مرقدہ کے یہاں سب سے زیادہ شدت ترک تعلقات پر تھی ان کا مقولہ جو بار بار انہوں نے ارشاد فرمایا تھا آدمی چاہے کتنا ہی غبی اور کند ذہن کیوں نہ ہو اگر اس میں تعلقات کا مرض نہیں تو کسی وقت ذی استعداد بن جاتا ہے اور آدمی چاہے جتنا بھی ذی استعداد ذہین اور علم کا شوقین ہو اگر اس کو تعلقات کا چسکا ہے تو اپنے جوہر کو کھو کر رہے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ابتدائی عمر میں امردوں کا کسی سے میل جول ان کے نزدیک نہایت خطرناک تھا

آپ کی نگاہ میں اہم چیز صاحبزادگی کا مسئلہ بھی تھا ان کا بار بار کا سینکڑوں دفعہ کا سنا ہوا مقولہ کہ صاحبزادگی کا سود بہت دیر میں نکلتا ہے آپکو اپنے شاگردوں کے لئے اور بالخصوص اپنے بیٹے محمد زکریا کے لئے نظام الاوقات لکھوانے کا بڑا اہتمام تھا ہر موسم میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اپنا نظام الاوقات بنا کر مجھے دکھلاؤ نیز ہر کتاب کے ختم پر شیرینی کے پیسے دینے کا بھی معمول تھا۔

سلوک و تصوف

چنانچہ ۱۳۱۱ھ میں آپ گنگوہ حاضر ہوئے لیکن ایک طالب بن کر ہی نہیں بلکہ ایک مرید اور سالک بن کر چنانچہ آپ کو حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز سے حد درجہ محبت تھی یہی وجہ تھی کہ جب تک آپ گنگوہ رہے تاحیات حضرت گنگوہی کے پیش کار بن کر رہے حضرت گنگوہی کی جب ظاہری بینائی ختم ہوگئی۔ تو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کو فرمایا کرتے تھے "یحییٰ اندھے کی لاٹھی ہے"۔

اگر تھوڑی دیر کے لئے آپ کہیں چلے جاتے تو حضرت امام ربانی بے چین ہو جایا کرتے غرض کہ بارہ برس تک حضرت گنگوہی کی خدمت میں اسی لاڈ و پیار سے رہے حضرت امام ربانی سے بیعت ہو کر ذکر و شغل بھی شروع کر دیا تھا۔ حضرت گنگوہی کی وفات کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے وہ عمامہ جو آپ کے سر اقدس پر حاجی صاحب نے باندھا تھا اور جس کو اصلاً ہمیشہ پر آپ نے سی لیا تھا رکھ دیا۔

اس کے مستحق تم ہو میں آج تک اس کا محافظ اور امین تھا الحمد للہ کہ آج حق کو حقدار کے حوالہ کر کے بار امانت سے سبکدوش ہوتا ہوں اور تم کو اجازت دیتا ہوں کہ کوئی طالب آئے تو اس کو سلاسل اربعہ میں بیعت کرنا اور اللہ کا نام بتانا"۔

مولانا عاشق الٰہی صاحب فرماتے ہیں ایک مرتبہ میری درخواست پر رمضان شریف کے لئے میرٹھ تشریف لائے تو میں نے دیکھا دن بھر میں چلتے پھرتے پورا قرآن مجید ختم فرما لیتے افطار کا وقت ہوتا قرآن کی زبان پر قل اعوذ برب الناس ہوتی تھی۔

ریل سے اترے تو عشاء کا وقت ہو لیا تھا۔ ہمیشہ باوضو رہنے کی عادت تھی

لئے مسجد میں قدم رکھتے ہی مصلے پر آ گئے اور تین گھنٹہ میں دس پارے ایسے صاف اور رواں پڑھے کہ نہ کہیں لکنت تھی نہ متشابہ گویا قرآن شریف سامنے کھلا رکھا ہے اور با طلیان پڑھ رہے ہیں۔ تیسرے دن ختم فرما کر روانہ ہو گئے کہ نہ دور کی ضرورت تھی نہ سامع کی۔ یہ بھی مولانا کی خصوصی شان تھی کہ بالاصالت کبھی تنخواہ نہیں لی۔ اور کبھی درس پر کسی قسم کا معاوضہ گوارا نہیں فرمایا اس کا شوق تھا کہ بچوں کو گھیر گھار کر عربی تعلیم میں ڈالتے اور اس کی خاطر ان کو طلبہ کے ساتھ ایسا مشفقانہ پدرانہ برتاؤ کرنا پڑتا تھا۔

تفقہ میں بلند نظر تھے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ اور آپ کے درمیان متعدد مسائل میں اختلاف تھا مگر چونکہ مجادلہ اور مخالفت نہیں تھی اس لئے عوام تو عوام خواص کو اس کی ہوا نہیں لگی تھی ان میں سے ایک مثال کے طور پر یہ تھا قربانی کے جانور میں دو تین شرکاء اگر ایک حصہ مشترک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرنا چاہیں بشرطیکہ خود ان کے حصے اپنے بھی اس جانور میں ہوں یہ صورت ان کے نزدیک جائز تھی اور حضرت سہارنپوری کے نزدیک ناجائز۔ یہ دیکھا گیا جب کوئی حضرت سہارنپوری کے پاس آتا تو فرماتے یہ صورت میرے نزدیک تو ناجائز ہے مولانا یحییٰ کے نزدیک جائز ہے۔ ان سے مسئلہ پوچھ لیجئے وہ اجازت دے دیں گے اس پر عمل کر لینا" راقم الحروف کے خیال میں لفظ بظاہر عام متون صورت مذکورہ ناجائز ہی ہے" اور اگر دقت نظر سے دیکھا جائے تو خلاف ہی ہے اس لئے کہ ایک بڑے جانور میں مثلاً چھ آدمی بھی شریک ہو سکتے ہیں تو ایک حصے میں اشتراک لازم آتا ہے۔ نیز قربانی ابتداء ہی میں نامزد شخص کے نام ہو جاتی ہے۔ اپنی طرف سے قربانی کرنے والے محض واسطہ ہوتے ہیں تو اس اعتبار سے مکمل قربانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ہو جاتی ہے اس میں تجزیہ باقی نہیں رہتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم"

تدریس اسباق ۱۳۲۵ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مظاہر علوم کے ناظم بھی مقرر ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے مدرسہ کے لئے اسفار بھی کرنے پڑتے تھے جس کی وجہ سے آخر سال میں کتابیں بہت کافی رہ گئیں تو ۱۳۲۶ھ میں آپ نے مولانا

محمد یحییٰ صاحبؒ کو گنگوہ سے بلالیا اور آپ نے آکر ۱۸ دن میں تمام کتابیں ختم کرادیں اور واپس گنگوہ تشریف لے گئے۔ بعد ۱۳۲۶ھ میں بھی یہی حالت پیش آئی۔

۱۳۲۸ھ میں جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ حج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے مولانا کا قائم مقام بن کر مظاہر علوم میں درس حدیث دیا۔ اور تنخواہ ایک پیسہ نہیں لی۔ بلکہ سب تنخواہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے گھر پہنچادیا آپ کا عمل رہا۔

طلبہ میں روز بروز بڑھتی ہوئی علمی بددلی کی شکایت ان الفاظ میں فرماتے "معلوم نہیں ایک رمضان میں کیا تغیر ہوجاتا ہے شوال ۱۳۳۳ھ میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ اور حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے طویل سفر حجاز کی وجہ سے حضرت سہارنپوری کے اسباق ترمذی، بخاری بھی آپ کے ذمہ ہوگئی تھی اور آپ کے اپنے اسباق ابو داؤد نسائی شریف تو تھے ہی۔ البتہ مسلم شریف اس سال پہلی مرتبہ مولانا عبداللطیف کے پاس ہوئی تھی اور ابن ماجہ کئی سال قبل مولانا ثابت علیؒ کے پاس ہورہی تھی۔ ابوداؤد شریف کا سبق حضرت کے ہاں مستقل اور مسلسل رہا جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کے زمانے میں بھی اہتمام سے آپ ہی کے پاس ہوتا تھا آپ کو طحاوی سے بڑی مناسبت تھی ان کی خواہش تھی کہ طحاوی مشکوٰۃ شریف کے ساتھ ترجمہ کے ساتھ پڑھائی جائے۔

طرز تعلیم

ان کی تعلیم کا طرز عجیب و نرالہ تھا جدت تھی ان کے ہاں درس نظامی کی پابندی نہیں تھی بلکہ ہر شخص کی حیثیت کے موافق کتاب تجویز ہوتی تھی۔ ان کا طرز تعلیم بالکل الگ تھا مشکوٰۃ شریف میں مظاہر حق کا دیکھنا جرم تھا۔ ہدایہ اور طحاوی کا دیکھنا ضروری تھا اور صحاح کی کتابوں میں سے جس کتاب کی حدیث ہو اس کو نکال کر اس کے حواشی دیکھنے کی اجازت تھی۔ قانون تعلیم یہ تھا کہ ہر حدیث کے لئے یہ بتانا ضروری تھا کہ یہ حدیث حنفیہ کے موافق ہے یا خلاف اگر خلاف ہے تو حنفیہ کی دلیل اور حدیث پاک کا جواب۔ یہ تمام گویا حدیث کا جزو لازم تھا۔

صرف کے پڑھانے کا ایک خاص طریقہ تھا وہ الفاظ لکھوا دیا کرتے تھے اور کچھ قواعد لکھوا

دیتے تھے مثال اجوف، ناقص وغیرہ۔

پہلے قواعد زبانی یاد کرائے جاتے تھے اور اس کے بعد ان قواعد کا اجرا تختی یا ردی کاغذ پر کرایا جاتا تھا۔ آپ مدارس کے موجودہ طرز تعلیم کے بہت ہی خلاف تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ اس سے استعداد نہیں بن سکتی کہ مدرس تو رات بھر مطالعہ دیکھے اور سبق میں ساری تقریریں کرے اور طلبہ عظام کا احسان ہے کہ وہ سنیں یا نہ سنیں ادھر ادھر مشغول رہیں۔

ان کا مشہور و معروف طرز تعلیم یہ تھا کہ سارا بار طالب علم کے اوپر رہے وہ مطالعہ دیکھے سبق کی تقریر کرے وہ فرمایا کرتے تھے کہ استاذ کا کام صرف یہ ہے کہ وہ "ہوں کرے یا اُہوں"۔ اگر طالب علم زیادہ لغویات کہے تو طالب علم کے منہ پر کتاب پھینک کر مارتے چاہے کتاب کی جلد ٹوٹ جائے۔ یا طالب علم کی ناک ٹوٹ جائے یہ ان کا مقولہ مشہور ہے۔

حدیث میں آپ کو پڑھانے کا ایسا ملکہ تھا کہ آپ سے پڑھ کر کسی بڑے سے بڑے محدث کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔

آپ اپنے خاص شاگردوں کو پڑھانے میں مجتہد تھے کسی نصاب کے پابند نہیں تھے ان کے یہاں زبانی تعلیم زیادہ اہم تھی بہ نسبت کتابی تعلیم کے اور میدان ادب میں بہت زور تھا۔ نحو میر کے ساتھ عربی سے اردو، اردو سے عربی بنانے کا اہتمام تھا، ادب میں چہل حدیث کا بہت دستور تھا۔ ان کے یہاں کافیہ ہدایۃ النحو ساتھ پڑھانے کا معمول تھا، جتنی شام کو کافیہ پڑھائی ہوتی صبح کو اتنی ہدایۃ النحو ہو جاتی۔ گویا ہدایۃ النحو کافیہ کی جگہ مطالعہ ہوتا اسی طرح کنز اور قدوری ساتھ ہوتی۔ اسی طرح قدوری بمنزلہ مطالعہ کے ہوتی جس طرح شام کو کنز ہوتی ادب کی کتابوں میں معنی کتابوں میں پڑھانے کے مخالف تھے۔

اونچے درجے کے طلبہ کے ذمہ جو سمجھدار اور ذی استعداد ہوں ان سے چھوٹے درجے کے طلبہ کے اسباق متعلق ہوتے تھے جو آپ کے سامنے بیٹھ کر پڑھانے ہوتے تھے۔ وہ احادیث کے اسباق کے مقابلے میں ابتدائی کتابوں کے پڑھانے کا زیادہ اشتیاق رکھتے تھے ان

کا خیال یہ تھا کہ بنیاد ابتدا سے پڑتی ہے۔ استعداد کی بھی اصلاح اور تقویت کی بھی۔ اور جب بنیاد خراب ہو جائے تو پھر اخیر میں تعمیر اچھی نہیں ہوتی اس لئے وہ تدریس حدیث کے زمانے میں مدرسے سے یہ مطالبہ کرتے رہے کہ مجھے ابتدائی سبق دے دو۔ مگر اہل مدرسہ اس کو کیسے مانتے انہوں نے ایک مرتبہ مدرسہ میں یہ تجویز پیش کی کہ درجہ ابتدائی کا مدرس ایسا ہونا چاہئیے جس نے شرح جامی سے اوپر کچھ نہ پڑھا ہو کہ ایک دو ہوشیار سمجھداروں کو ابتدائی کتب مجھ سے پڑھوا کر اور بعد کی تعلیم بند کر کے مدرس بنا دیا جائے۔ کہ وہ کہتے تھے کہ پورا مولوی ہمیشہ ترقی کی فکر میں رہتا ہے اور جب اس کو متوسط کتب مل جاتی ہیں تو ابتدائی کتب میں اس کی توجہ نہیں رہتی اور جب اس نے شرح جامی سے اوپر پڑھا نہیں ہو گا تو وہ اوپر کی کتابیں نہیں مانگے گا۔

تجارت حلال روزی کمانا فرض ہے آپ نے دینی کتب اور اپنے بزرگوں کی تصنیفات و تالیفات اور ان کی تقاریر احادیث، ملفوظات و مکتوبات فتاوی، وعظ و نصیحت کی نشر و اشاعت کے ذریعے کسب حلال کو اختیار کیا تاکہ دو چند مقاصد ساتھ ہی حاصل ہوں۔

ع ہم خرما و ہم ثواب

لیکن چونکہ اصل مقصد دینی اشاعت تھا۔ تجارت میں خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ قرض کا بار گراں اپنی اولاد پر بھی چھوڑ گئے۔ کہا جاتا ہے دینی کتب کی اشاعت کے سلسلے میں خزانۂ قارون چاہئیے عمر نوح چاہئیے اور صبر ایوبی۔ تب جا کر کچھ فائدہ کی امید ہے لیکن شیخ مولانا محمد زکریا خلد ظلالہ اس سلسلے کو قائم نہ رکھ سکے۔

شیخ مولانا محمد زکریا تحریر فرماتے ہیں "والد صاحب کے انتقال کے وقت آٹھ ہزار روپے اُن پر قرض تھا اس میں ان کی تجارت کو بہت زیادہ دخل تھا"

نیز طلبہ و غرباء، و مساکین اور حاجت مندوں کی خبر گیری اور ان کی ہر ممکن امداد کرنا آپ اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ اتنے مقروض ہو گئے تھے۔ اس قرض کو حضرت شیخ نے ادا کیا

اتقاء و پرہیزگاری

۱۳۲۸ھ سے آپ مستقل مظاہر علوم میں پڑھانے لگے کبھی ایک پیسہ اجرت میں نہیں لیا۔ اور ساڑھے پانچ سال بالکل مفت پڑھایا یہ صرف حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کی ہی امتیازی شان ہے۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں میرے والد صاحب قدس سرہ کے زمانے میں مدرسہ کا مطبخ جاری نہیں ہوا تھا نہ مدرسہ کے قریب کسی طباخ کی دکان تھی گھر والوں کے نہ ہونے کے زمانے میں جامع مسجد کے قریب ایک طباخ کی دکان تھی جس کا نام اسمٰعیل تھا اس کے یہاں سے کھانا آیا کرتا تھا۔ سردی کے زمانے میں وہاں سے آتے آتے خصوصاً شام کو ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔ تو سالن کے برتن کو مدرسہ کے حمام کے سامنے اندر نہیں بلکہ باہر رکھوا دیتے تھے اس کی تپش سے وہ تھوڑی دیر میں گرم ہو جاتا تھا تو یہ فرما کر دو تین روپے ہر ماہ چندہ کے اندر داخل فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ کی آگ سے انتفاع ہوا۔ تنخواہ تو میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے سات سالہ قیام مدرسہ میں کبھی لی ہی نہیں۔

وفات

۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ کی صبح یا چاشت کے وقت ہیضہ میں مبتلا ہوئے اور چند ہی گھنٹے میں انتقال فرما گئے۔ اور سہارنپور کے مشہور قبرستان حاجی شاہ میں جہاں مولانا محمد مظہر صاحب بانی مدرسہ مظاہر علوم اور مدرسہ مظاہر علوم کے اور دوسرے اکابر بھی آرام فرما ہیں۔ مدفون ہوئے۔

مشائخ کی نظر میں

پورے بارہ سال حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں گزارے اور اس پوری مدت میں حضرت گنگوہیؒ کی محبت و شفقت کی آغوش میں پلے اور اس وقت گنگوہ سے رخصت ہوئے جب کہ حضرت گنگوہیؒ وصال فرما گئے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری چونکہ آپکی ذکاوت اور ذہانت اس وقت جانچ چکے تھے جب کہ آپ دہلی میں طالب علم تھے اس لئے آپ مدت سے متمنی تھے کہ کسی طرح مولانا محمد یحییٰ صاحب مدرسہ مظاہر علوم میں درس حدیث کے لئے آجائیں۔ مولانا کو چند روز کے لئے بلایا اور تیسرے سال مستقل قیام پر زور دیا چنانچہ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ میں مولانا مدرسہ مظاہر علوم میں درس حدیث کے لئے مستقل تشریف لائے۔

حضرت مولانا خلیل احمد قدس سرہ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ ساری عمر سے یہ تمنا رہی کہ ابوداؤد شریف پر کچھ لکھوں اور کئی دفعہ شروع بھی کیا مگر پورا نہ ہوسکا حضرت گنگوہیؒ کی حیات میں ہمیشہ تقاضا رہا کہ لکھوں اور جو اشکال ہوگا حضرت سے پوچھتا رہوں گا حضرتؒ کے بعد طبیعت سرد ہوگئی پھر خیال ہوا ہمارے مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ تو حیات ہیں جہاں اشکال ہوگا ان سے الجھتے رہیں گے مگر ان کے انتقال پر تو خیال بالکل ہی نکل گیا تھا"۔

اعلیٰ حضرت حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ سے آپ کا خصوصی تعلق تھا بلکہ ایک گونہ ان کی نظر میں آپ کو محبوبیت کا درجہ حاصل تھا وہ آپ سے جدائی برداشت نہ کرتے تھے اور چاہتے تھے میرے دور دراز اسفار میں بھی آپ ہمراہ رہیں۔ اس معیت پر کبھی آپ کڑی شرائط عائد کر دیتے تو وہ بھی تسلیم کر لیتے یہی نسبت آپ کے فرزند حضرت شیخ مدظلہ کو حضرت رائے پوری ثانی رحمہ اللہ کے ساتھ تھی۔

وراثت

مذکورہ بالا عنوانِ تجارت سے ظاہر ہے کہ سوائے ذخیرۂ کتب کے اور کوئی متروکہ جائیداد نہیں چھوڑی۔ وراثت کے باب میں کئی ایک جاہلانہ رسوم قدیم اور جدید روایات میں پائی جاتی ہیں اولاً تو عورتوں کو محروم الارث سمجھا جاتا ہے اگر کوئی دختر یا ہمشیرہ حق دعویٰ کرے تو اس کی شامت آجاتی ہے اور اگر کوئی نیک دل بھائی جائیداد کے حصے بخرے کرنے پر رضامند بھی ہو تو حصص کی تقسیم میں مساوات کی تقسیم کئے بغیر اعلیٰ حصہ خود لے کر داد انصاف لیتا ہے اس کے برعکس شیخ مدظلہ نے ایسا اسوۂ حسنہ پیش کیا جس کی پہلے زمانے میں بھی مثال نہیں ملتی اور جس سے آج کے اکثر خواص بھی تہی دامن نظر آتے ہیں۔

والد کی جائیداد کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں "میری ہمشیرہ مرحومہ چونکہ نابالغ تھی اور مجھ سے حساب کا رکھنا بہت مشکل ... حصے کا بھی بڑا مرحلہ تھا اس لئے میں نے مرحومہ کی طرف سے اپنے چچا جان کو وکیل بنایا اور کاندھلہ کی ننھیال والی جائدادیں مسکونہ اور صحرائی کا حساب لگا کر والدہ اور دادی اور ہمشیرہ کی طرف لگا دیا۔ جو بہت بہت تھوڑی مقدار میں آیا اور کتب خانہ

جس کی مقدار بہت ہی کم تھی اپنی طرف لگا لیا اللہ نے وہ احسان فرمایا ہے کہ آج دنیا بھی دیکھ رہی ہے کہ کسی نواب یا بادشاہ کو یہ وسعت کہاں حاصل ہو گی جو اس سیہ کار کو حاصل ہے البتہ ابتدائی ایک سال لوگوں کے اس اندیشے سے کہ رقم ضائع ہو جائے گی مجاہدے کا ضرور گزرا"۔

اپنی والدہ کی جائیداد کی تقسیم کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں ۔"میں نے اپنی والدہ نور اللہ مرقدہا کے انتقال پر عام گھروں کے دستور کے موافق کہ بہنیں اپنی رضا و خوشی سے اپنا حصہ بھائیوں کو دے دیا کرتی ہیں ۔ اس کا حصہ لینے سے انکار کر دیا ۔ مرحومہ نے بہت خوشامد کی بہت روئی بھی کہ میں تو آخر تمہارے ہی ذمے رہوں گی ۔ کہاں جاؤں گی ۔ ماں نہیں ، باپ نہیں ۔ میں نے کہا ضرور رہے گی انشاء اللہ ۔ اور ماں باپ دونوں کا بدل بن کے دکھلا دوں گا ۔ لیکن حصہ تیرا ضرور الگ کروں گا میں نے اپنے منتظم جائیداد حاجی محسن صاحب مرحوم سے کہہ دیا تھا کہ دو حصے میرے اور ایک حصہ ہمشیرہ کا جو تقسیم کے ضابطے تمہارے ہوتے ہیں اس کے موافق کر دو انہوں نے کئی دن بعد مجھ سے ازراہ شفقت فرمایا کہ کنوئیں والا حصہ تیرے قرعہ میں آیا ۔ میں جانتا بھی نہیں تھا ۔ کنوئیں والا حصہ کیا بلا ہے ۔ اور کیا اہمیت اس کو ہے ۔ میں نے کہہ دیا نہیں وہ تو ہمشیرہ کی طرف لگے گا ۔ ان بیچاروں نے مجھ پر بڑا احسان رکھا تھا ۔ میرے شدت سے انکار پر وہ مجھ سے ناراض ہو گئے ۔ میں نے ان سے کہہ دیا پھر آپ اس جھگڑے میں نہ پڑیں ۔ میرا زمین کی آمدنی سے کیا سہارا ہو سکتا ہے ۔ سارا ہی ہمشیرہ کے نام لکھوا دو ۔ اول تو مرحوم نے اس کو تفریح سمجھا لیکن جب میں نے بڑوں سے یہ کہہ دیا کہ یہ دس بارہ من غلہ مجھے کیا کفایت کرے گا ؟ وہ بچی ہے اس کو کام دے گا آپ اس کے نام ہی لکھوا دیں ۔ تب مرحوم نے میری مرضی کے موافق اس کو کرا دیا"۔

سبحان اللہ اہل دنیا کی طرح اپنے حق میں اپنی ہمشیرگان کو کسی طرح وقتی طور پر راضی کر کے سبکدوش کرنے کی بجائے خود ہی اپنی ہمشیرہ کے حق میں دستبردار ہو گئے ۔

چنیں کردند یاراں زندگانی
ز کار افتادہ بشنو تا بدانی

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہ

صاحب کمال محدث وفقیہ جامع بین الظاہر والباطن، یادگار سلف اپنے پیشرو بزرگوں کی طرح اصلاح امت کے غم میں سرشار، اپنے بزرگوں کی سوانح اور تذکروں کے دلدادہ اور عاشق زار ہیں بلکہ آپ ہی کے وجود باجود سے سلف اسلاف کی ہزاروں یادیں قائم ہیں۔ اپنے وقت کے بڑے بڑے مشائخ کی توجہات وعنایات کا مرکز رہے اور صرف آپ ہی بہت سے مشائخ و علماء صلحاء کی کامل اور مکمل سوانح ہیں خصوصاً اپنے والد بزرگوار کی زندہ اور تابندہ عملی و علمی تصویر ہیں۔ آپکے تذکرے سے دفاتر کتب اٹی پڑی ہیں۔ بہت سے مشاہیر نے آپ کا ترجمہ بڑے اہتمام سے ذکر کیا ہے خلد اللہ علینا وعلی سائر المستفیدین آمین یارب العالمین

آغاز جوانی اور شباب علم میں یہ ابوداؤد شریف کی مشہور شرح بذل المجہود حضرت سہارنپوریؒ نے آپ سے املا کرائی۔ حضرت قدس سرہ نے بذل کے دیباچہ میں آپ کے والد اور آپ کے بارے میں بڑی عقیدت کا اظہار فرمایا ہے:

اپنے مستفدین کی فہرست میں مولانا کاندھلویؒ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

منہم الشیخ الاجل والفاضل الابجل من احیی بطبیعتہ الوقادۃ العلوم والسنن ونوّر بلفظہ النقابیۃ النفوس والزمن مولانا محمد یحیی الکاندھلوی قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدظلہ کے بارے دعاؤں کے ساتھ۔ منہم عزیزی وقرۃ عینی وقلبی الحاج الحافظ المولوی محمد زکریا ابن مولانا الحافظ المولوی محمد یحیی الکاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ فانی لا اقدر علی الکتابۃ ولا علی التتبع لرعشۃ حدثت فی یدی وضعف فی دماغی وبصری فکنت املی علیہ وھو یکتب ویتتبع المباحث المشکلۃ من مظانہا فیسر علی املائہا فشکر اللہ سعیہ واحسن جزاءہ وما بذل فیہ جہدہ واکرمہ اللہ بعلومہ الباطنۃ والظاہرۃ النافعۃ فی الدنیا والآخرۃ وبالاعمال المبرورۃ المتقبلۃ الزاھرۃ۔

حضرت مولانا یار محمد صاحبؒ کے اساتذہ

۱۔ حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ

علامہ، فقیہ، زاہد، آیۃ من آیات اللہ حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ قدس سرہ العزیز متوطن چودھواں تحصیل کلاچی ڈیرہ اسمٰعیل خان سرحد، تیرہویں صدی کے وسط آخر میں علم و تحقیق کے فلک پر آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔ محقق و مدقق اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے بڑے وجیہہ، مناظر، مصنف، مفتی اور قاضی، طلبہ پر سراپا شفیق، راست باز، حق گو اور حق پرست عالم تھے۔ خضری مجلس، علمی اور شرعی فیوض و برکات کے دریا شرعی حدود وراثت کے مروج محکمہ قضا کے امام اور قائد وہ تن تنہا ایک امۃ قائمہ تھے۔ آپ کی کرامات و کمالات زبان زد اور مشہور ہیں۔

خدایا وہ کیا سعید ساعتیں اور مبارک مجلسیں تھیں جب ہمارے مربی اور استاذ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مرحوم و مغفور اپنے والد بزرگوار کے اساتذہ کی مجالس میں ہمیں لے جاتے گویا اصحاب تذکرہ کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت الفقیہ مولانا فتح محمد صاحبؒ اور حضرت المحدث مولانا احمد ہزارویؒ کا نہایت والہانہ انداز میں ذکر کرتے اور فرماتے کہ مولانا فتح محمد صاحب کو فراغت علم کے بعد سلوک کے لئے مرشد کی طلب غالب ہوئی چودھواں کے قبرستان میں مراقبہ کیا۔ ایک صاحبِ قبر نے کہا آپ خود صاحب کمال ہیں آپ کو مرشد کی حاجت نہیں ہے ذکر فکر میں مشغول رہو۔ دوسرے صاحب کا جس کا دائیں یا بائیں مزار تھا۔ بولے اس اندھے کی بات نہ سنو خواجہ سلیمانؒ کی خدمت تونسہ شریف چلے جاؤ آپ تونسہ شریف تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ نے آپ کے لطائف پر توجہ دی۔ آپ پر غشی طاری ہوگئی اس وقت دیکھتے ہیں کہ سونے کا تار حضرت کے دہن مبارک سے نکل کر میرے دہن میں داخل ہو رہا ہے۔ میں اپنے میں طاقت محسوس کر رہا ہوں۔ کافی وقت یہ کیفیت طاری رہی پھر افاقہ ہوگیا۔

ایک دفعہ آپ نے وضو کے لئے حضرت خواجہؒ کا کوزہ اٹھالیا اس پر خدام نے برہمی کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوزے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وضو نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ حضرت مولانا یار محمد صاحب کے فقہ اور اصول فقہ میں شیخ اور استاد تھے آپ کی تربیت کی برکت تھی کہ مولانا یار محمد صاحب اپنے زمانے کے علماء و فقہاء کے مرجع و ماوی ہوئے۔

کذلک تنشأ لینة سنخ عرقها واصل کرام الناس من کرم البذر

آپ کا خضری المجلس ہونا مولانا یار محمد صاحب سے بھی منقول و معروف ہے۔

کرامات یہاں آپ کی دو کراموں کا ذکر جو راقم الحروف نے اپنے اساتذہ کرام سے کئی مرتبہ سنی تھیں بیان کرتا ہوں۔

۱۔ ایک افغان نے ایک طالب علم کے کھانے پر یہ شرط لگائی کہ میرے گھر کا پانی لا دیا کرے گا آپ نے اسے قبول کر لیا آپ نے طالب علم کو کھانا لانے کے لئے گھر بتلا دیا وہ روز کھانا لایا کرتا۔ افغان کی بیوی اپنی دہلیز میں رات کو دو گھڑے اور تانگی رکھ دیا کرتی اور صبح سویرے بھرے ہوئے گھڑے اندر لے جاتی۔ ایک دن افغان کی اچانک نظر پڑی کیا دیکھتا ہے سحری کے وقت حضرت الفقیہہ خود کندھے پر پانی لا رہے ہیں۔ وہ دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑا اور آئندہ کے لئے یہ شرط موقوف کر دی۔

۲۔ استاذ مولانا عبدالرحیم صاحب (دین پور، مظفر گڑھ) اپنے اساتذہ سے روایت کرتے ہیں کہ نواب کٹی خیل (غالباً) نے ایک عورت گھر بٹھا رکھی تھی۔ حضرت الفقیہہ نے فتوی لکھا کہ اس کا نکاح صحیح نہیں ہے جب نواب کو خبر پہنچی تو اس نے کہا وہ تو قصائی ہے۔ تحقیراً آپ اس کی مجلس میں پہنچ گئے اور اسلامی حمیت کے جوش میں آکر کہا "قصائی کہتا ہے نکاح نہیں ہے، قصائی کہتا ہے، قصائی کہتا ہے۔۔۔۔۔" آپ یہ جملے دہراتے ہوئے آگے جاتے نواب گھبرا کے اپنی جگہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ رہا تھا۔ جوتوں کی جگہ جا کھڑا ہوا توبہ کی اور آپ سے معافی مانگی۔

حضرت الفقیہہ کے حسبی اور نسبی، علمی اور عملی جانشین آپ کے پڑپوتے حضرت مولانا قاضی عطا محمد صاحب مدظلہ العالی سے آپ کے جو حالات ومناقب اور مناصب جلیلہ معلوم ہوئے وہ لکھتے ہیں۔

پیشہ اور کسب کمال

فقیر کے جد امجد مولانا فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاندان کے پہلے فرد ہیں جنہوں نے تحصیل علوم کی۔ خاندان قومیت کے اعتبار سے سیال ہے قوم کے افراد پیشہ میں مختلف تھے کوئی ندافی کرتا تھا کوئی قصابی کرتا تھا۔ ہمارے جد امجد کے والد ماجد محمد حیات نداف تھے اور حضرت نے بھی یہی پیشہ جاری رکھا۔ طالب علمی میں اپنا خرچ وخوراک اور پوشاک اپنے ہاتھ کی کمائی سے پورا کیا کرتے ساتھ ہی تحصیل علوم میں بھی مصروف رہتے۔

استاذ اور ایک مجذوب کی بشارت

اس وقت مشہور عالم غلام حسن مرحوم شہر کے مشہور بزرگ تھے ان کی خدمت میں تحصیل علوم کی یہ بزرگ دہلی کے سند یافتہ تھے اور شاہ احمد سعیدؒ کے ہمدرس تھے۔ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہایت کو پہنچے ہوئے تھے۔ فارسی کے شاعر تھے ایک ضخیم دیوان ان کا موجود ہے۔ تخلص ان کا فائض ہے ان کی وفات سنہ ۱۲۷۳ھ میں ہوئی جب جد امجد مولانا فتح محمد صاحب کی دستار بندی کا وقت آیا آپ کے والد کو اطلاع دی گئی تو وہ متحیر ہو گئے کہ کیا وہ پڑھتے رہے ایک مجذوب مجمع دستار بندی میں موجود تھا انہوں نے مولانا غلام حسن صاحب کو بشارت سنائی کہ یہ ایک شخص کی دستار بندی نہیں بلکہ سینکڑوں علماء کی دستار بندی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو درس و تدریس میں کمال عطا فرمایا نیز فقہ اور اصول میں یکتائے روزگار ہوئے۔

تصانیف

۱. شرح وقایہ پر مبسوط حاشیہ تحریر کیا جس کا جلد اول موجود ہے ۲. اپنے فتاویٰ بھی مرتب فرمائے ۳. تقلید کے بارے میں بہت سے رسائل تحریر فرمائے ۴. ذبح علی القبور کے بارے میں رسائل ۵. تفسیر احمدیہ کا خلاصہ۔

محکمہ قضا

اپنے دور میں ایک محکمہ قضا بھی مقرر کیا تھا اس وقت کے دفاتر موجود ہیں۔

قوم بابڑ کا شرعی وراثت بل منظور کرنا آپ کی مساعی جمیلہ سے قوم بابڑ نے تقسیم میراث میں شریعت منظور کر لی

مناقب صاحب کشف و کرامت ہوئے اور مشہور ہے کہ خضری الملاقات تھے جنات کے فیصلے کرنا اور ان کے درس و تدریس میں شمولیت بھی لوگوں میں متعارف ہے۔ **واقعہ:** مولانا محمد اکرم ان پر دآ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان جو کہ حضرت الفقیہ کے خاص شاگرد تھے (بروایت مولانا عطا محمد صاحب مدظلہ) فرماتے ہیں کہ جنوں کے بادشاہ نے ایک رات حضرت کو بلایا کہ ہمارے یہاں علمار کے درمیان ایک مسئلے میں نزاع ہے انہوں بالاتفاق آپ کو فیصل مقرر کیا ہے چنانچہ آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور مسئلہ طے کر دیا صبح سے پہلے گھر پہنچا دیئے گئے۔ رخصت کے وقت بادشاہ نے آپ کی خدمت میں بہت سا سونا چاندی پیش کیا مگر حضرتؒ ہاتھ جھاڑ کر خالی کپڑوں میں گھر واپس ہوئے۔

بیعت وسلوک آپ کا پہلا تعلق حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۶۷ھ سے تھا اور کافی وقت رہا بعد میں حضرت مولانا حاجی دوست محمد قندھاروی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع فرمایا لیکن یہ دوسرا رجوع لوگوں میں معروف نہیں پہلا تعلق لوگوں میں زیادہ مشہور ہے۔ آپ کے مسودات میں آپ کی سند حدیث مولانا حاجی دوست محمد قندھارویؒ کے واسطہ سے موجود ہے اور حضرات نقشبندیہ کے ایک رسالہ کا خلاصہ بھی آپ کے قلم سے موجود ہے۔ پپلاں کے ایک معمر بزرگ نے جو کہ حضرت خلیفہ محمد عثمانؒ کے دور کے تھے۔ فقیر سے اس رجوع کا مفصل تذکرہ کیا تھا اور بتایا کہ یہ رجوع بموجب دلالت ایک مجذوب کے ہوا جس سے حضرت کی ملاقات تونسہ شریف میں ہوئی تھی اور بہ اجازت حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ کے ہوا تھا۔

مناظرہ آپکے مسودہ میں ایک مناظرہ کی روئیداد موجود ہے جو نواب غلام حسن کیری والا کی طلب پر چودھواں سے حضرت کو باتفاق علمار ڈیرہ اسمٰعیل خان بلایا گیا تھا جس میں ہندوستان سے آئے ہوئے دو غیر مقلدین مناظرین سے مناظرہ مقصود تھا حضرت نے انتہا ... دست فاش دی جس پر نواب صاحب نے آپ کو فتح القدیر کا نسخہ خرید کر دیا۔ اصول فقہ میں آپ بلند پایہ تھے مناظرہ

ہوتے ہی خصم کو اصول فقہ کے جال میں ڈال دیتے اور پھر قدرت کا طرفہ تماشا دیکھتے شاید غیر مقلدین حضرات کے مناظرہ میں ایسا ہی ہو۔ اس طریقے میں دو فائدے ہیں ایک تو الزام خصم ہے کہ جن اصولوں سے تم بھاگتے ہو انکے بھنور میں پھنس گئے دوسرا احقاق حق

وفات: آپ کی وفات ۱۳۰۴ھ ۲۹ رمضان المبارک میں ہوئی۔

تلامذہ: کامیاب تلامذہ کی ایک فہرست آپ کے اپنے قلم سے موجود ہے۔ مولانا عبدالکریم صاحب آف کرڑی شموزی ڈیرہ اسمٰعیل خان ۲۔ مولانا یار محمد صاحبؒ متوطن لبتی غریبہ استاذ مولانا محمد بخشؒ والد ماجد مولانا عبداللہ صاحب ڈاکخانہ ٹبی قیصرانی تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان ۳۔ مولانا گہنہ صاحبؒ دہوی والد ماجد مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ وہوا ضلع ڈیرہ غازیخان۔ ۴۔ مولانا محمد اکرم صاحبؒ پروا (ڈیرہ اسمٰعیل خان) ۵ مولانا کوٹ چاندنہ والے (استاذ مولانا غلام محمد گھوٹوی مرحوم)

حضرت الاستاذ مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالی مدرس محمدیہ تونسہ شریف فرماتے ہیں حضرت خواجہ خواجگانؒ نے مولانا سے فرمایا اپنے گھر جا کر تعلیمی کام کرو جواباً کہا مجھے تشویش ہے کہ طالب علموں کو کھانا ملنا مشکل ہوگا حضرت نے آپ کے کان کو چھو کر کہا اے بندہ خدا حدیث مَن کان للہ کان اللہ لہ نہیں پڑھی اس پر مولانا نے فرمایا بخدا حدیث تو پہلے پڑھی تھی لیکن اسکا مطلب آج سمجھا ہے۔

حضرت مولانا عطا محمد صاحب مدظلہ

آپ کی پیدائش (تقریباً ۱۳۲۸ھ) میں ہوئی آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ عطا محمد بن میاں غلام محمد بن مولوی صالح محمد بن مولوی فتح محمد۔ پانچ چھ سال کی عمر میں قرآن شریف اپنے چچا حافظ حبیب اللہ صاحب سے شروع کیا۔ دو اڑھائی سال میں ختم کیا۔ ابتدائی نظم کی کتابیں اپنے چچا بزرگ مولانا پیر محمد صاحب سے پڑھیں۔ دیگر ابتدائی کتابیں مولانا اللہ داد کوٹ موسے والے سے پڑھیں۔ دو تین سال مولانا فضل حق صاحب کرڑی شموزی کی خدمت میں رہے چند اسباق مولانا علی گوہرؒ سے پڑھے بعد میں کچھ وقت ملتان میں گزارا۔ بالآخر مولانا فیض محمد صاحب شاہجمالی ؒ سے تکمیل کی۔ ۱۳۴۹ھ کی فراغت کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت دی فنون میں خصوصاً میراث، فقہ اور نحو زیر شغل رہے۔ ۱۳۶۲ھ کے اواخر میں استخارہ کے بعد خانقاہ سراجیہ مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ قدس سرہ العزیز جانشین مولانا احمد خان صاحبؒ کی خدمت میں کندیاں شریف میں حاضری دی وہاں درس و تدریس کے ساتھ اکتساب فیض بھی کیا اور اجازت طریقہ مرحمت ہوئی۔ مکتوبات شریف اور رسائل نقشبندیہ

سبقاً پڑھے۔ طریقت کی بجائے فقہ طریقت پر حضرتؒ زور دیا کرتے تھے چنانچہ اس سلسلہ میں آپ بہت کامیابی ہوئی۔ اور دوران حج و زیارت مدینہ طیبہ ایک سوال کے جواب میں مولانا عبد الغفور مدنیؒ المتوفی ۱۳۸۹ھ سے خراج تحسین حاصل کیا۔

آپ نے حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے میراث انوار الفائض کی شرح لکھی جو رسالہ شمس الاسلام میں چھپی اس کے علاوہ اور بھی بہت سے رسائل لکھے۔

اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں اب معذوری کا زمانہ ہے اور لکیلا یعلم بعد علم شیئاً کا دور شروع ہو چکا ہے دعا فرمادیں اللہ تعالیٰ خاتمہ ایمان کامل پر کرے آمین۔ فقط والسلام المرقوم ۵ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ از جامع مسجد چودھواں۔

حضرت الفقیہ کے تصنیفی ذخیرہ، محکمہ قضاء کی دستاویزات فتاویٰ کی نقول اور بیاض مناظرہ کی مدد سے آپ کی علمی اور فقہی خدمات زبان زد عوام صحیح اور مشہور روایات کی مدد سے آپ کے کمالات و کرامات پر ریسرچ کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ مولانا موصوف مدظلہ حضرت الفقیہ کی ان امانتوں کے امین ہیں اگر وہ اس سلسلے کو اپنی حیات میں جنبانی فرمالیں تو زہے سعادت واللہ الموفق

۲۔ حضرت مولانا احمد ہزاروی سکندرپوریؒ

فقیہ، محدث، معقول و منقول میں یگانہ روزگار تھے۔ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے زمرہ خواص میں شامل تھے۔ فتاویٰ رشیدیہ و دیگر فتاویٰ میں آپ کے دستخط "احمد الہزاروی" موجود ہیں۔ ذاتی اور شخصی روایات جو ہم نے استاذ مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ سے سنی ہیں۔ گوش گزار کرتا ہوں۔ شروع میں جب آپ سند فراغ لے کر آئے تو قاضی میر عالم جو بڑے ذی علم اور آزاد رائے شخص تھے۔ تقلید وغیرہ کے مسائل میں آپ سے الجھ گئے تا اینکہ مولانا نے دوبارہ تحصیل علوم کی طرف رخ کیا۔ اب جب واپس آئے تو قاضی صاحب مذکور کی وہاں دسترس مشکل ہوگئی گو نوک جھوک اب بھی رہتی تھی لیکن علماء عصر اور خود قاضی صاحب نے آپ کے علم و فضل پر شہادت

دی اور قاضی صاحب کہتے تھے. حدیث شریف پڑھانا مولانا احمد کا کام ہے خود مولانا بھی بطور تحدیث نعمت کے فرماتے تھے کہ یہ مشکل ہے کہ کوئی غیر مقلد شخص مجھ سے حدیث پڑھے اور اس میں غیر مقلدیت کا اثر باقی رہے۔ درس و تدریس کا سنتے ہی اطراف عالم سے معقول و منقول اور حدیث پڑھنے کی غرض سے طلبہ کا جم غفیر آپ پر ہجوم کر آیا صبح سے شام تک پڑھانے کا سلسلہ جاری رکھتے دوپہر کے وقت معمولی سا آرام فرما لیتے۔ جب کسی طالب علم کے ساتھ سختی کرتے یا بے اعتنائی برتتے تو آپ کے والد ماجد مولانا عبداللہ سکندر پوری کہتے۔ اے احمد تیرے پاس طالب علم جمع ہو گئے ہیں شکر کرو ان کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھو۔ حضرت مولانا یار محمد صاحب کے یہ دوسرے بڑے استاذ تھے جن کی خدمت میں حدیث شریف اور دیگر علوم پڑھے ایسے یکتائے روزگار کے تلامذہ ہونہار باکمال کیوں نہ ہوتے۔

راقم نے حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سکندر پوری ہزاروی مدظلہ العالی مہتمم مدرسہ احمد المدارس سکندر پور ہزارہ (حضرت المحدث کے فرزند ارجمند مولانا عبدالسلام آپ کے پھوپھا اور سسر تھے) کی خدمت میں حضرت المحدث کے حالات کے متعلق استفسار چاہا تو آپ نے بڑی فیاضی سے میری حوصلہ افزائی فرمائی فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین۔ آمین۔

آپ کے والد ماجد مولانا موصوف کے والد مولانا عبداللہ متقی، ماہر فنون اور مستجاب الدعوات عالم تھے۔ اصلی جگہ کلنجر تھی آپ کو فراغ علم کے بعد سکندر پور کے جاگیر دار قاضی خاندان قاضی میر عالم مرحوم و قاضی عبدالغفار صاحب وغیرہ آپ کے استاذ میاں صاحب ملکیار والوں سے درخواست کر کے بصیغہ امامت سکندر پور لے آئے

مولد، تعلیم اور اساتذہ مولانا احمد سکندر پور ہی میں پیدا ہوئے۔ درسیات کی اکثر کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں پھر دیوبند تشریف لے گئے وہاں قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند کی خدمت مسجد چھتہ میں استفادہ کیا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی سے حدیث پڑھی اور حضرت مولانا ملا محمود استاذ شیخ الہند

کی خدمت میں معقول و منقول کی تحصیل کی۔ ازیں بعد مزید شوق تکمیل کے لئے عبقری عصر مولانا عبدالحی لکھنوی (المتوفی ۱۳۰۴ھ) کی خدمت لکھنؤ تشریف لے گئے۔ دوبارہ شرح چغمینی پڑھی اور قضاء عمری کے بارے میں اپنے استاذ کو اپنے علاقہ کے رواج اور علماء زمانہ کی حیلہ سازیوں سے آگاہ کرتے ہوئے اصرار کیا کہ آپ اس پر شرعی نقطہ نگاہ سے بحث فرمائیں۔ مولانا موصوف اس کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں۔ وهذه العبارة قد اوقفني عليها الفاضل النبيل العالم الجليل المولوي ابو الطيبات احمد بن المولوي عبد الله سكندر پوري الهزاروي حين حضر عندي لتكميل بقية كتبه كشرح ملخص چغميني وغير ذلك واقام في مجالس درسي مدة وحصل عندي ما حصل برهة وهو الذي اصر على تاليف رسالة فيما هنالك وذكر لي ان عوام اطراف بلدته بل خواص اكناف مستقره يهتمون بهذه الصلوة غاية الاهتمام ويؤدونها بالالتزام بل منهم من يقضي صلوته عمداً ظناً انه يصلي قضاء العمري في جمعة رمضان فيكون ذلك كفارة

(ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان۔ مجموعة الرسائل الخمس ص۵۱)

پھر دار العلوم دیو بند میں بطور مدرس آپ کا تقرر ہوا۔ تاریخ دار العلوم دیو بند ص۱۰۹ ج۲ دار العلوم کے اساتذہ میں ستر ہویں نمبر پر آپ کا نام نامی موجود ہے۔ مدت تدریس ۱۲۹۸ھ تا ۱۲۹۹ھ درج ہے

بیعت بیعت کا تعلق امام مرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے تھا جب آپ ہجرت کر کے حجاز چلے گئے تو آپ کو اپنے مکتوب میں حضرت گنگوہی سے تعلق قائم رکھنے کا حکم فرمایا۔

محکمہ قضاء اور استغناء قاضی میر عالم ڈپٹی کمشنر تھے وہ آپ کے ہم زلف بھی ہو گئے فیصلے بھی آپ کے پاس آتے تھے لیکن آپ کا کمال تقویٰ تھا کہ حکومت کی جانب سے فریقین پر آپ کا جو خرچہ پڑتا تھا آپ نہیں لیتے تھے۔

تدریس اور بے فکری واپس آکر سکندر پور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے کنجر میں آپ کی بہت جائیداد تھی جراب تک فروخت ہو رہی ہے یہاں

سکندر پور بھی کافی زمین ہے۔ مولانا کا کوئی مشاہرہ نہیں تھا متقدمین علماء کی طرح مولانا فی سبیل اللہ درس دیتے تھے۔

کمال درس مولانا خلیل الرحمٰن لکھتے ہیں میرے استاذ کے استاذ مولانا سکندر علی مرحوم نے فرمایا کہ میں رام پور سے گھر جاتے ہوئے سکندر پور آیا مولانا احمد شرح چغمینی ایسے پڑھا رہے تھے جیسے شیر بیٹھا ہوا ہے۔ مولانا سکندر علی مرحوم جامع شخصیت تھی۔ آپ کے بقول ہزارہ میں جامع فنون ایک یہ بندہ تھا دوسرے مولانا احمد، دیگر علماء جامع نہ تھے۔ مولانا خلیل الرحمٰن مدظلہ اپنی تحریر میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جمعہ کے بارے میں مناظرہ (شاید کسی غیر مقلد سے ہوگا ؟) آپ کا جانا معلوم ہے افسوس کہ آپ کی تصنیف و تالیف کا علم نہ ہو سکا۔ اور نہ ہی آپ کی کوئی تحریر موصول ہو سکی۔ شاید کہ شدید مصروفیت کی وجہ سے آپ اس طرف متوجہ نہیں ہو سکے۔ مولانا خلیل الرحمٰن فرماتے ہیں میں نے صرف ایک جگہ آپ کے دستخط دیکھے ہیں جس میں لکھا ہے۔ احمد عفا عنہ الصمد مدرس مدرسہ سکندر پور۔

تعداد طلبہ جو منتہی طلبہ دورہ حدیث میں شریک ہوتے ان کے ساتھ چھوٹے طلبہ رہتے۔ شرح ملا جامی، ملا حسن پڑھتے پڑھتے تخمیناً اسی طلبہ ہو جاتے سب کو آپ خود ہی پڑھاتے صبح کی نماز کے بعد بیٹھ جاتے۔ دوپہر کھانا گھر جا کر کھاتے پھر ظہر کے بعد سبق شروع ہو جاتا تب کہیں جا کر مغرب کے وقت اسباق ختم ہوتے۔

تلامذہ آپ کے شاگرد بڑے بڑے علماء ہو گزرے ہیں۔ ۱۔ قاضی صفی اللہ صاحب (تحصیل مانسہرہ) ۲۔ قاضی صاحب تراڑوڑہ (تحصیل مانسہرہ) ۳۔ قاضی صاحب ڈنڈہ خولیاں ۴۔ مولانا غلام ربانی صاحب بھوئی گاڑ ۵۔ مولانا یار محمد صاحب (بستی عزیبہ تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان ۶۔ حضرت مولانا محمد رسول خان صاحبؒ المتوفی ـــــ سنہ ھ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ایبٹ آبادی جو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (متوفی ۱۳۲۲ھ) کے خلیفہ ہیں حضرت تھانوی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نور الانوار مولانا احمد سے پڑھی ہے۔ البلاغ

تعلقات مولانا خلیل الرحمٰن لکھتے ہیں بندہ کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اپنے استاذ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے صاحبزادے حافظ محمد احمد سے برادرانہ اور دوستانہ تعلقات تھے جو کہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم تھے۔

وفات آپ کے صاحبزادے مولوی عبدالسلام نے اپنے قلم سے اپنے والد کی وفات ۱۱، صفر ۱۳۳۱ھ لکھی ہے۔ مولانا احمد نے اپنے والد کی وفات کے نو سال بعد انتقال کیا۔ مولانا خلیل الرحمٰن کے بقول آپ کی عمر تخمیناً ۸۰ سال ہے۔

احمد المدارس حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی نے بیادگار حضرت المحدث آپ کے نام نامی پر اسلامی درسگاہ احمد المدارس کی شوال ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء بنیاد رکھی۔ ادام اللہ تعالیٰ فیضہا الجاری وجزی بانیہا مع الاساتذہ والقاری۔ آمین

اولاد و احفاد آپ کے صاحب زادے مولانا عبدالسلام مرحوم اور تین صاحبزادیاں تھیں مولانا عبدالسلام کے چار صاحبزادے بقید حیات ہیں ۱۔ مولوی محمد طیب فاضل ٹنڈو اللہ یار ۲۔ مولوی محمد طاہر تا موقوف علیہ ۳۔ محمد قاسم ہدایہ تک کتابیں پڑھیں ۴۔ عزیز محمد صالح اللہ تعالیٰ حضرت المحدث کی روحانی اور جسمانی آل میں آپ کے فیوض و برکات تا قیامت جاری رکھے۔ آمین

علامہ عبدالحی حسنی لکھنوی (المتوفی ۱۳۴۱ھ) نزہۃ الخواطر میں حضرت المحدث کے متعلق اپنی عقیدت کا اظہار یوں فرماتے ہیں۔

الشیخ الفاضل القاضی احمد الہزاروی احد العلماء والصالحین ولد ونشأ بہزارہ وقرأ اکثر الکتب الدرسیۃ علی والدہ ثم سافر الی دیوبند وأخذ عن اساتذتہا فی المدرسۃ العالیۃ ثم رجع الی بلادہ وولی القضاء۔ وحصل لہ القبول العظیم فی بلادہ وھو الیوم مشتغل بالقضاء والتدریس

صفحہ ۲۸ / ۸۷

مولانا یار محمد صاحب کے معاصر دو بڑے عالم

مولانا گہنہ صاحب [۱] (دہوا) مولانا علی گوہر صاحب [۲] (تونسہ) اکے متعلقین

مولانا گہنہ صاحب آف دہوا ڈیرہ غازیخان فقیہ، محدث۔ آپ کا مقام پیدائش رکن ڈھیڑی ہے۔

خاندان - گہنہ ولد موسیٰ ولد محمد قیصرانی لشکری۔ مولانا ایک ٹانگ سے معذور تھے آپ کے والد کہا کرتے تھے میرے ڈھائی لڑکے ہیں، ابراہیم، راسو اور آدھے گہنہ۔

اساتذہ قاضی غلام مرتضیٰ صاحب، جناب قاضی عبدالعزیز ولد قاضی عبدالکریم کے جد امجد نظم ان کی خدمت میں پڑھی۔ ۲ - مولانا احمد الہزاروی ثم السکندر فوری سے حدیث ۳ - مولانا فتح محمد صاحب آف چودھواں سے فقہ۔

معاش تھوڑی سی زمینداری پر تھی۔ سردار اللہ داد خان جمالی آپ کو جامع مسجد کی امامت اور درس کے لئے لایا تھا۔ اس وقت کے رواج کے مطابق ششماہی غلہ مقرر ہوا۔ پہلے آپ کی سکونت قیر ڈیرہ پولیٹیکل میں تھی بعد میں باجھا رہے پھر وہاں سے دہوا منتقل ہو گئے۔ کریم داد خان نے آپ سے ترجمہ قرآن مجید پڑھا۔ سردار موصوف (متوفی ۲۸ مئی ۱۹۴۱ء) بڑے علم دوست شخص تھے ان کے عہد تمنداری میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا گلشیر، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد بخش سوکڑی دہوا میں موعظت کے لئے اکثر دورہ کیا کرتے تھے اور آپ کے خصوصی مہمان ہوتے تھے۔

گورا رنگ، متوسط قد، سیاہ سفید داڑھی ایک پاؤں سے معذور لنگڑا کر چلتے تھے سادہ دیہاتی لباس، پاؤں میں پہاڑی چپل پہنتے تھے۔ ۱۳۳۰ھ میں بعمر ۶۰ سال بخار کے عارضہ سے وفات پائی اپنے آبائی گاؤں باجھا میں دفن ہوئے۔ اور فرزند ارجمند جید عالم فقیہہ، مفتی علمی ادبی جانشین (مولانا عبدالحق) یادگار چھوڑا۔ آپ مولانا یار محمد صاحب مرحوم کے ہمدرس اور معاصر تھے لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ صاحب تذکرہ مولانا محمد بخش نے بھی آپ سے پڑھا ہے یا نہیں۔

مولانا کی چند ایک لطیف حکایات: آپ کی خدمت ایک شخص آیا اور پوچھا انسان

خود مختار ہے یا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔

اٹھ کھڑے ہو بیٹھ جاؤ ایک ٹانگ اٹھالو دوسری

ٹانگ اٹھالو اس نے ایسے ہی عمل کیا آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ شاید انسان

خود مختار ہے۔ پھر فرمایا دونوں ٹانگیں اٹھالو اس نے کہا یہ ناممکن ہے فرمایا معلوم ہوتا ہے

شاید انسان خود مختار نہیں ہو گا۔ اس پر سائل نے کہا مجھے مسئلہ سمجھ آگیا ہے وہ چلتا بنا۔

۲۔ تھلہ میراں شاہ دہوا میں کھجوروں کا ایک جھنڈ تھا وہاں بھنگی رہتے تھے ان کی ایک کنا

جس میں بھنگ تیار کی گئی تھی کتے نے دوڑتے ہوئے ایک ٹانگ ڈال دی اس پر شور ہوا تو بھنگیوں

رئیس اللہ بخش والد نور محمد نے آپ سے مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس کتے کا ہی پاؤں دھو دا

بھنگ پاک ہو جائے گی (غالباً آپ کا مقصد یہ تھا بھنگ کتے کی ٹانگ سے بھی زیادہ پلید ہے اس

سجائے کتے کے پاؤں کو دھو لیا جائے جہاں اسے بھنگ لگ گیا ہے۔

۳۔ ایک شخص مسجد کی دیوار کو بوسہ دے رہا تھا تو آپ نے اپنے ذاتی مکان کی طرف اشا

کیا کہ اسے بھی چوم لو کیونکہ جن مزدوروں (راو ڈوبل) نے مسجد کو بنایا ہے انہوں نے ہی میرے مکان کی

دیوار بنائی ہے۔

مولانا عبدالحق مدظلہ کے سیال شریف میں بیتے ہوئے دن

سیال شریف میں جب آپ انتہائی تحصیل کر رہے تھے۔ مولانا حافظ محمد شفیع صاحب

مہتمم سراج العلوم سرگودھا، مولانا فضل کریم بندیالوی، مولانا غلام رسول صاحب المعروف

بابا اٹی والے گجرات تشریف لائے۔ مجھے پہلے دو حضرات سے تعارف تھا۔ متعارف ہو کر

لیکن بابا صاحب سے تعارف نہیں تھا۔ تو بابا نے ازراہ تعجب پوچھا کہ تو ان کو پہچانتا ہے آپ

پہلے دو حضرات نے مجھے کہا کہ تیری اس بزرگ سے شناسائی ہے میں نے نفی میں جواب دیا۔

انہوں نے بتایا یا اٹی والے بابا جی ہیں۔ آپ کا خاکی یا بادامی رنگ کا تہبند گرتے کے کشادہ

اور بڑی پگڑی سر پر تھی۔ ان دنوں مہمانوں کا بندوبست میرے ذمہ تھا۔ میں نے ان حضرات کی دلخواہ تواضع کی۔ یہ بزرگ دراصل مبحث علم غیب پر شرائط مناظرہ طے کرنے آئے تھے جو کہ مولانا حسین صاحبؒ (واں بھچراں) اور جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہؒ کے مابین ہونے والا تھا جناب ضیاء الدین صاحب سجادہ نشین نے اس کا اہتمام کیا تھا اور مولانا معین الدین اجمیریؒ کو ثالثی کا حق تفویض کیا گیا تھا۔ مولانا حسین علی صاحبؒ وقت مقررہ پر پہنچ گئے۔ پیر صاحب نہ آئے عرس کے موقع پر جب مولانا معین الدینؒ تشریف لائے ان کا پاندان بھی ان کے ساتھ تھا مولانا حسین علی صاحبؒ نے آپ سے کہا کہ آپ اس مسئلہ علم غیب پر کچھ بیان فرمائیں تو آپ نے مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"میں حیران ہوں یہاں ان لوگوں میں اس قسم کے مسئلے زیر بحث ہیں جن کو کلی اور جزئی کے معنی بھی نہیں آتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ معنی نہیں کہ اس بل میں کتنی چیونٹیاں ہیں اس گھر میں کتنے آدمی۔ اس تھیلے میں کتنے روپے اور اس صندوق میں کتنے کپڑے ہیں۔ تم تو علم غیب کہتے ہو میں کہتا ہوں وہ تو غیب الغیب جانتے تھے۔ علم قیامت، علم جنت، علم دوزخ، علم ملأ اعلی۔ مولانا نے بھرے مجمع میں یہ بھی کہا کہ میں چوبیس پچیس اضلاع سے چل کر آیا ہوں اگر میں شہرت چاہتا تو کسی منطقی مسئے میں الجھا دیتا کہ میرا تفوق ہو لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ میرا تفوق ہو اور علماء کی تذلیل"

سجادہ صاحب کی مجلس میں مولانا نے فرمایا "یہ مسائل عوام کی طبع آزمائی کے نہیں علماء کی طبع آزمائی کے ہیں۔ انہی مسائل پر اپنے محدود دائرے میں بحث کی جاتے اور آپس میں بیٹھ کر حل کیا جائے۔ انکو عوام میں نہ جانے دیئے جائیں"

مولانا حسین علی صاحبؒ جب رخصت ہونے لگے تو مولانا اجمیریؒ کی قیام گاہ میں آئے اور ان سے ملے۔

مولانا اجمیریؒ کے ارشاد

"اگر میں شہرت چاہتا تو کسی منطقی مسئلے میں الجھا دیتا لیکن میں نہیں چاہتا کہ میرا تفوق ہو اور علماء کی تذلیل" اس کے برعکس جناب پیر مہر علی شاہ صاحبؒ میں یہ بات نہیں تھی۔ وہ اکثر و بیشتر پیش آمدہ مسائل میں اصل موضوع سے ہٹ کر کسی غیر متعلق بات میں الجھا دیتے۔ یا کوئی اصطلاح چھیڑ دیتے تھے حالانکہ اہل حق کا یہ طریق نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہمیشہ افہام و تفہیم کے ذریعہ حق بات کو قبول کر لیتے ہیں یا پھر اپنی بات سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک اور مکالمہ

واں بھچراں میں مولانا حسین علیؒ اور جناب پیر صاحب کے درمیان ایک اور مکالمہ جو مشہور و معروف ہے کہ روئداد مہر منیر پیر صاحب کی مفصل سوانح میں یوں لکھا ہے۔ مولانا حسین علی صاحبؒ کی پیش کردہ آیت قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ کے جواب میں پیر صاحب نے مولانا سے یہ دریافت فرمایا۔ مولوی صاحب آیت مبارکہ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ پہ آپ کا ایمان ہے؟ فرمایا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا ایمان نام ہے تصدیق کا اور تصدیق کی چھ قسمیں ہیں ان میں سے ایک مقبول اور پانچ مردود۔ وہ کیا کیا ہیں؟ مہر منیر ص ۲۳۹ باب

بتائیے اس یک طرفہ تحریر میں بھی جو آپ کے ایک مرید مولوی صاحب کی ہے یہی نکلتا ہے کہ آپ نے مسئلہ علم غیب پر بحث کرنے سے کیسے گریز کیا اور اصل مبحث سے ہٹ گئے۔ سنا ہے کہ مولانا نے پیر صاحب پر سختی کی اور موضوع پر بات چیت کرنے کو کہا۔ لیکن کہاں۔

بقول استاذ مولانا محمد ابراہیم صاحب فیضراتی تونسوی مدظلہ، بابا انھی وانے فرماتے تھے، کاش میں مجلس مناظرہ میں ہوتا تو پیر صاحب کی منطق کا بھوت نکال دیتا۔

یہی وجہ ہے کہ طے کردہ تفصیلی مجلس مناظرہ میں پیر صاحب تشریف نہ لائے جس پر اصل موضوع پر فریقین کے دلائل کی روشنی میں فیصلہ سرپرآوردہ علماء کے ہاتھ میں تھا۔

حضرت مولانا علی گوہر تونسویؒ

آپ کے والد ماجد کا نام لال خان اور قوم للوانی ہے علاقہ تونسہ کی لالو بستی میں پیدا ہوئے۔ اکثر و بیشتر کتب کی اپنے استاذ حضرت مولانا خدا بخش جراح تونسوی مرحوم کی خدمت تکمیل کی۔ فقہ، معانی، بیان، علوم ادبیہ، اصول فقہ میں شیخ کامل تھے۔ اعلیٰ درجہ کے ذکی۔ معقول پڑھاتے تھے مگر اتنی مہارت تامہ نہ تھی۔ فائق الاقران۔ آپ مدت العمر مدرسہ محمودیہ قائم کردہ حضرت خواجہ محمود متوفی ۱۹۲۸ء تونسہ شریف میں مدرس رہے آپ کے شب و روز مطالعہ و تدریس میں بسر ہوتے تھے صرف کھانے کے لئے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ سفر و حضر میں حضرت خواجہ محمود کے ساتھ رہتے حضرت خواجہؒ کے امام تھے۔ متشرع طبیعت، لباس و خوراک میں سادگی، متوسط قد، خوبصورت شکل، سفید گول چہرہ، تہبند باندھتے تھے کلاہ کے نیچے کوئی کپڑا رکھتے تھے۔ ۱۳۴۹ھ ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی ظہر کی سنتیں پڑھی تھیں۔ فرض نماز سے پہلے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ درس نظامی کی کتب، فقہ، نحو، اصول پر حاشیے لکھے لیکن اپنی تحریریں ضائع ہو گئیں۔ آپ کا ایک فتویٰ عہد رجال و شخصیات کے باب میں مذکور ہے۔ مولانا محمد منظہ صاحبؒ آپ کے ہم عصر عالم تھے۔

تلامذہ

۱۔ مولانا احمد بخشؒ ساکن بستی ارائیں ڈیرہ غازی خان ۲ مولانا محمد بخش سرگرؒ ۳۔ مولانا واحد بخش کوٹ مٹھن الحال صدر مدرس مخزن العلوم خانپور

۴۔ مولانا غلام لیسینؒ ثوان بھچراں والے آپ کی خدمت میں شرقیہ ہدایہ اخیرین پڑھنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ ۵ مولانا مہر محمد صاحبؒ متوفی ۴/۷/۱۲ ۱۹۶۴ء اچھرہ لاہور سے شرقیہ حاشیہ ملا عبدالغفور پڑھنے کی غرض سے تونسہ تشریف لائے۔ ۶ حضرت خواجہ نظام الدین تونسویؒ ۷ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالی صدر مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ محمودیہ تونسہ شریف۔ آپ کے استاذ مولانا خدا بخشؒ کا خاندان پشتہا پشت سے بہت بڑا علمی خاندان چلا آتا ہے خصوصاً نظمہائے فارسی عربی ریاضی، جفر اور رمل میں بے مثال اور بے بدیل۔ یہ خاندان تونسوی خواجگان کے اتالیق میں شمار ہوتا ہے

مولانا خدا بخشؒ کے والد مولانا ابوالفضل شیخ المشائخ خواجہ سلیمان تونسوی کے خلیفہ مجاز تھے حضرت خواجہ اللہ بخشؒ نے اپنے صاحبزادگان کی تعلیم کے لئے ان کو تونسہ شریف میں بلا لیا تھا اس خاندان کا آبائی وطن ڈھومرہ تھا۔ جو تونسہ شریف سے شمال مغرب میں واقع ہے

سلسلہ نسب حسب ذیل ہے۔ مولانا خدا بخش ولد مولانا ابوالفضل ولد مولانا خدا بخش صابر ولد میاں حسن ولد میاں خضر ولد خمیسہ ولد حافظ عبداللہؒ

ان میں زیادہ تر مشہور بزرگ ہستی حضرت مولانا خدا بخش صابر مرحوم کی ہے وہ اپنے دور کے امام اور بڑے فاضل تھے مشہور کتاب نصاب مزوری وغیرہ کے مصنف ہیں بہت باحیا اور شرمیلی طبیعت کے مالک تھے۔

حضرت مولانا قاضی عبید اللہ دامت برکاتہم متوطن ڈیرہ غازیخان

سلسلہ نسب مولانا قاضی عبید اللہ ولد قاضی غلام یٰسین ولد علامہ عبد الرزاق، ولد مولانا محمد ولد مولانا قاضی عبد الرحمٰن۔ آپ کا سلسلہ نسب شیرِ خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے ۱۳۲۲ھ میں پیدا ہوتے آپ اونچے طبقے کے علماء میں سے ہیں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لئے آپ کا وجود از بس غنیمت ہے وہ دین متین کے حامی پاک وصاف دل کے مالک، وہ تن تنہا اہل باطل کے مقابلہ میں امت واحدہ ہیں۔ بچپن، جوانی اور بڑھاپا الغرض اپنی زندگی کی تمام تر ہمت علمی ودینی اور ملی خدمات کے سرمایہ میں لگا دی۔ دنیا اور اہل دنیا سے بالکل مستغنی، اہل دل، غرباء اور دیندار طبقہ سے الفت رکھتے ہیں آپ کا محبوب مشغلہ بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کو ترجمہ قرآن مجید کی تعلیم دینا ہے۔ قواعد عربی کی پیشگی تعلیم شرط نہیں۔ فن تفسیر، حدیث، فقہ میں شیخ کامل ہیں بالخصوص تفسیر میں رائے واجتہاد کا درجہ (مسائل فقہیہ اور قضایا شرعیہ میں دوررس نظر رکھتے ہیں) حاصل ہے۔ قرآن کریم پر ریسرچ اور تحقیق آپ کی زندگی کا موضوع ہے۔

۱۳۳۹ھ میں تحصیل تمام کی اور ۱۳۴۱ھ میں قضا کی جدی وراثت آپ کے سپرد ہوئی۔ اسی سال مدرسہ عبیدیہ کا افتتاح کیا اور طریقہ حقہ سنت نبویہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کی تائید ونصرت میں رسائل وجرائد تحریر کئے۔ غالی فرقہ مبتدعہ کے مسلک کا بلیغ رد کیا اور میدان مناظرہ میں نکل آئے۔ ترجمہ قرآن مجید، التفسیرات العبیدیہ، مشکوٰۃ شریف پر مرآۃ المفاتیح اور شرح "فقہ اکبر بروایت ابی مطیع بلخی" "الارشاد الغالیہ فی الرد علی الغالیہ" آپ کی تالیف لطیف ہیں دیگر چھوٹے بڑے بے شمار رسائل آپ کے قلم سے نکل چکے ہیں۔

آپ کے آباؤ اجداد بڑے اساطین علم گزرے ہیں اور سلسلہ قادریہ میں صاحب ارشاد لیکن آپ پر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ نمایاں ہے۔ گو آپ [illegible] سلاسل میں بھی خلیفہ مجاز ہیں۔

حسب ونسب کے مراتب علمی، عملی اور ملی خدمات کی حیثیت سے آپ اپنے دور کی بے مثل شخصیت ہیں۔

ڈیرہ غازی خان اور اس کے گرد و نواح میں ایک مخصوص گروہ کا نام قرآنی لقب کے موافق غالی رکھنا آپ کی ایجاد ہے ورنہ دوسرے علاقوں میں اس گروہ کو بدعتی، تبرائی اور رفاضان فرقہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

آپ کے والد قاضی غلام لیسینؒ متوفی ۱۳۴۴ھ مولانا محمد بخشؒ گرمانی صاحب تذکرہ کے ہم تھے اور مولانا موصوف کی زندگی کے آخری سالوں میں آپ بھی تحصیل علم کر چکے تھے اس لئے بنا بر تبرک آپ کا ذکر خیر آگیا تفصیلی ذکر انشاء اللہ شرح فقہ اکبر (زیر طبع) کے مقدمے میں ہوگا جس کی طبع کی حضرت والا نے راقم حروف کو اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ آپ نے ابتدائی کتب اپنے والد قاضی غلام لیسینؒ سے پڑھیں ان کے علاوہ مولانا اللہ دادؒ متوطن کوٹ موسیٰ علاقہ چودھوال ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان ۳ ؎ استاذ الکل مولانا احمد بخشؒ آف گدائی اور مولانا عبد اللہ جکھرکوٹیؒ آپ کے مشہور اور معروف اساتذہ ہیں۔

اللہم لا یزال الناس متمتعاً بذاتہ وبرکاتہ فی حیاتہ وبعد مماتہ۔ آمین

ابو مطیع بلخیؒ کی روایت واسناد سے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کی مشہور تصنیف فقہ اکبر جو علم کلام میں امام صاحبؒ کا بہت بڑا علمی شاہکار ہے۔ آپ نے اس پر شرح لکھی اور راقم حروف کو اشاعت کی اجازت ان الفاظ سے فرمائی "بسم اللہ الرحمن الرحیم کتاب ہذا شرح فقہ اکبر کے طبع کرانے کی حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب کو اجازت ہے یہ تحریر بطور سند ہے" (عبید اللہ مفتی ڈیرہ غازیخان ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ) زیر طبع استاذ الکتاب مولانا عنایت اللہ وامقی مدظلہ نے کتابت فرمائی ہے۔ فلاسفہ دہریہ اور ملاحدہ وقت کی دنیا میں دھماکہ اور جدید تعلیمی طبقہ میں نیا انقلاب برپا کرنے والی کتاب ہے۔ الحمد للہ کہ آپکی خدمت میں راقم نے ترجمہ قرآن میں آپکے طرز کا انداز سیکھا اور ہر قسم فیض کا اکتساب کیا۔

باب دوم

مولانا محمد بخشؒ کے عہد کی شخصیات

جناب سردار خان ولد حبیب خان گورمانیؒ متوفی ۱۹۳۶ء فخر خاندان حبیبیہ

قوم کی نشاۃ ثانیہ کے بانی رعایا کی اقدار کے پاسبان اور باوقار سردار، اعلیٰ درجہ کے دانشمند انتہائی پر حوصلہ، فراخدل، غریب پرور، دشمن نواز اپنوں کے حق میں بمنزلہ پدر، رعایا کے ساتھ شفقت اور خدمت کا سلوک کرنے والے، خدا اور خلق خدا کے سامنے متواضع رہتے تھے۔ گھریلو کام خود کر لیتے بان بننا اور گھوڑوں کے تلہارے بننا آپ کی فرصت کا مشغلہ تھا۔ غرضیکہ جو اچھے سے اچھے اوصاف قوم کے کسی رئیس اور سردار میں ہونے چاہئیں وہ قوم کے اس اہم باسمی شخصیت میں موجود تھے۔ سیاسی مزاج، سادگی پسند، نیک دل، شاغل و ذاکر انسان تھے۔ لوگوں کے عیوب سے چشم پوشی کرتے اور مشکلات کے وقت مشکلات سے دوچار لوگوں کو ہٹا کر خود پیش پیش ہوتے۔

بالائے سرش زہوشمندی — مے تافت ستارۂ بلندی

باوجود اختیار اور قدرت آپ نے اپنے حریفوں کے ساتھ اعزازانہ سلوک کیا آپ کی عملداری میں دو ذیلداریاں تھیں۔ آپ کے پاس جس علاقے کا کوئی مقدمہ یا مسئلہ پیش ہوتا وہاں کے قابل اعتماد رؤسار کو بھیج دیتے۔ قیصرانی اقوام کا مقدمہ قیصرانی اقوام کے رؤسار کے پاس، سادات اقوام کا مسئلہ سادات رؤسار کے پاس کہ یہ آپ کے علاقے کا مسئلہ ہے اسے سلجھا دو۔

جب ۱۸۰۰ء میں ہمارے اضلاع میں بندوبست ثالث اراضی ہوئی آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ نے ایک وفد ترتیب دیا جو علاقہ کے لوگوں سے کہے کہ وراثت میں رواج عام کی بجائے قانون شرع اختیار کریں۔ وفد نے تمام علاقے کا دورہ مکمل کر لیا واپس آ کر خدمت عالیہ میں رپورٹ پیش کی۔

"علاقہ ہذا کی تمام اقوام نے رواج کو تسلیم کیا بس ایک نوعمر لڑکا کالتری جنوبی

کا نمبردار سردار خان کہتا ہے کہ مجھے اور قوم گورمانی کو شریعت پسند و قبول ہے"

خواجہ صاحب یہ بات سنتے ہی جلال میں آگئے اور اس طرف اشارہ کر کے فرمایا "خدا کی قسم سارے علاقے میں یہی ایک شخص ایماندار ہے۔ تم اسے لڑکا سمجھتے ہو۔"

محترم جناب چاندن خانصاحب کا بیان ہے مولانا کی وفات سے قریباً بیس سال بعد ونسنک ہوئی ضلعی افسر نے پھر استفسار کیا۔ نیز دوسری اقوام قیصرانی وغیرہ میں یہ نکتہ پیدا ہوا اگر کسی قوم کی عورت اپنی برادری کی رضامندی کے بغیر دوسری جگہ نکاح کرے تو کیا وہ بھی جائیداد میں حصہ دار بن سکتی ہے اس پر سب خاموش ہو گئے۔ اور ٹھنڈے پڑ گئے۔ سردار خاں نے بمع اپنی قوم کے تسلیم کیا کہ ہم ایسی عورت کا شرعی حق پھر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ افسر نے مزید دریافت کیا کہ آپ آج سے پہلے شرعی انتقال وراثت کی کوئی نظیر بھی پیش کر سکتے ہیں اس وقت مولانا محمد بخش یاد آئے اور آپ کے اپنے کرائے ہوئے شرعی انتقالات پیش کئے گئے۔ سبحان اللہ کیا ہی بابرکت شخصیات ہوتی ہیں کہ زندگی اور موت دونوں میں خلق خدا کو ہدایت بہم پہنچاتی ہیں۔

بنا کردند عجب رسمی بخاک و خون غلطیدند　　خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

سردار خاں اپنے ان اوصاف عالیہ اور انتظامی صلاحیتوں کے باوصف مالی کمزوری کے باوجود ذیلدار (چیئرمین) منتخب ہوئے۔

شیخ نور محمد افسر مال ڈیرہ غازی خان ذیلداری کے سلسلہ میں موصوف کے مقابل امیدواروں پر کڑی تنقید کے بعد لکھتے ہیں۔

"سردار خان واقعی لائق شخص ہے مستعد کارکن ایماندار اور شائستہ شخص ہے۔ لیکن بوجہ سالہا سال کی خشک سالی کے باعث سقیم الحال ہے۔ اگر اس کی یہی حالت نظر انداز کی جائے تو وہ واقعی باقی امیدواروں کی نسبت بدرجہا بہتر ہوگا۔" (۱۵ " دستخط بحروف انگریزی)

آپ کے فرزند ارجمند شیر محمد خان بی اے ذکی، ہوشیار، جری اور قوم کے ہونہار فرزند تھے عین آغاز جوانی طالب علمی میں رخت پا گئے۔ جس سے خانصاحب موصوف کو بڑا صدمہ ہوا آپ کے

پوتے غلام نادر خان ولد نور محمد خان مرحوم متوفی ۱۳۷۶ھ کا بیان ہے کہ "ہماری قوم دو شخصیتوں کو کھونے کی وجہ سے بہت بڑی محرومی میں مبتلا ہو گئی ۔ یہ ان کی بد قسمتی تھی"

دینی اعتبار سے حضرت مولانا محمد بخش" کا وجود مسعود اور تعمیر و وقار کی حیثیت سے شیر محمد خان مرحوم افسوس دونوں عین جوانی میں چل بسے ۔ مشہور ہے کہ شیر محمد خاں کہتے تھے میں تعلیم مکمل کر کے قوم کی خدمت کروں گا۔ ہندوؤں کی ناپاک سازش سے جو زمینیں گروی ہیں انہیں آزاد کراؤں گا بیبیوں کی سہولت کے لئے آٹے کی چکی لگاؤں گا۔ اپنے علاقے میں اسکول منظور کراؤں گا۔ ؎

گر بمیریم عـذر ما بپذیر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جناب سردار خان سخت بیمار تھے اور دنیا کے سفر کا آخری دن تھا ایک شخص جو کہ قومی حریف تھا عیادت کے لئے تشریف لایا ۔ آپ نے گھر والوں سے کہا کہ مجھے تندرستی اور خانگی لباس پہناؤ مجھے تکیہ لگا دو، جب اچھی طرح بیٹھ گئے آنے والوں کو اجازت دی وہ آئے خیریت دریافت کی اور خوش باش دیکھا واپس ہوئے ۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ ذیلدار صاحب کا کیا حال ہے ۔ وہ تو بڑے علیل تھے کہا ٹھیک ٹھاک ہیں میں ابھی ان سے مل کر آیا ہوں اتنے میں خبر ملی کہ سردار خان فوت ہو گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہٗ وَاَدْخِلْہٗ دَارَ النَّعِیْم اسی طرح حضرت معاویہؓ کے متعلق بھی منقول ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ آمین

جناب نور محمد خان ولد سردار خان مرحوم (متوفی ۱۹۴۳ء)

آپ اپنے والد کی حیات کے آخری چھ ماہ سربراہ بنا دیئے گئے تھے سرداری انتظامی امور کو اپنی جرأت اور ہمت کی بدولت دوبالا کر دیا ۔ جوان سن تھے۔ کسی فتنے کو سر نہیں اٹھانے دیا بلکہ اس کا سدباب کر دیا۔ آپ کو اپنے والد بزرگوار سے معاملہ سنجی اور قومی وقار ورثہ میں ملے تھے بیعت کا سلسلہ حضرت خواجہ غلام حسن صاحب" آف سواگ سے تھا رعایا اور قوم آپ سے خوش خرم رہی ۔ آپ مولانا محمد بخش صاحب" کے زبردست حامی تھے بلکہ آپ ہی نے اس سلسلے کو

جنبانی کیا اور عہد کیا تھا کہ اپنی قوم خاندان بلکہ اگر اس سلسلہ یعنی شریعت کے اتباع میں اپنے والدین تک کو چھوڑنا پڑا تو پیچھے نہیں ہٹوں گا۔

آخر عمر میں درد گردہ میں مبتلا ہوئے ابتدائی علاج معالجہ کرایا آخر چند سال بعد اسی بیماری کا ۴۹ سال کی مختصر عمر پاکر لقمۂ اجل بن گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ قوم نے ان کے فراق میں بڑے آنسو بہائے مجھے آج تک وہ مناظر یاد ہیں۔ خود نور محمد خان بھائی اور باپ کی وفات کے بعد جب اکیلے رہ گئے تو فراق میں رو رو کر یہ قافیہ کہتے۔ ؎

اُڈتے گھوڑے ہیں ڈُکھیں ڈُکھیں جوڑے   پے ہیں سونہڑے واسڈھ میں اُٹھے چاچھوڑے

آپ کے متعلق تحصیلدار سکرام سنگھ نے ذیلداری رپورٹ میں لکھا ہے" نور محمد خان بعمر ۲۹ سال قوم بلوچ گورمانی سکنہ نمبردار لتڑی جنوبی وجھوک بندو ہے۔ سردار خاں متوفی کا لڑکا ہے۔ شریف خاندانی شخص ہے۔ اپنے باپ کی آخری عمر میں قریباً چھ ماہ کام فرائض ذیلداری خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہا ہے۔ بارسوخ شخص ہے۔ ذیلداری کے قابل وموزوں ہے ۱۲؍۶ دستخط بحروف انگریزی)

چچا خیر محمد خان مرحوم اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں۔" پچھلی دو پشت ہماری قوم میں ذیلداری رہی ہے پہلے خانصاحب سردار خان ذیلدار مقرر ہوئے جنہوں نے قریباً ۲۲ سال کام ذیلداری سرانجام دیا۔ بعد ازاں خانصاحب نور محمد خان مرحوم اس کا لڑکا مقرر کیا گیا جنہوں نے قریباً آٹھ سال کام ذیلداری کیا۔ عرصہ قریباً ۳۰ سال میں حکام وقت سے کوئی شکایت وغیرہ نہیں ہوئی

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا یار محمد صاحب قدس سرہٗ

آپ کا نسب نامہ (مولانا) یار محمد ولد خان محمد ولد گہنور ولد غریبا۔ حضرت مولانا نے وقت کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ سے تحصیل علوم کی اس لئے آپ کو دور دراز کے سفر کرنے پڑے۔ مثلاً

۱۔ حضرت مولانا احمد ہزاروی سکندر پوری ہری پور ہزارہ متوفی ۱۱ صفر ۱۳۲۱ھ سے معقول اور حدیث

۲۔ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب آف چودھواں سے فقہ اور اصول، قرآن مجید میں آپ کے استاذ مولوی

خان محمد خان ولد محمد حسین خان ولد عثمان خان گورمانی ہیں۔

آپ نے جواں عمری میں وادیٔ علم میں قدم رکھا۔ کامل اور مکمل ہو کر وطن واپس ہوئے۔ ہل چھوڑ کر بھاگے تھے اور واپس آکر پھر کاشت کاری کا پیشہ اختیار کیا۔ اپنے علاقہ میں رہ کر تا زیست پچاس سال تک خاموشی سے کسان، زمیندار، مزدور، دیگر اہل پیشہ کی تعلیمی خدمت میں مصروف رہے۔ خدا نے طبیعت ایسی بنائی تھی کہ تمام اقوام جاٹ، بلوچ، سید اور دیگر اقوام کے مقتدا، اور پیشوا بن گئے خصوصاً لتڑی جنوبی جب کہ سردار خاں کا عہد شباب تھا۔ لتڑی جنوبی کی جامع مسجد جو قوم کے خلوص جذبات کی نہایت عمدہ نشانی ہے مسجد کی چھت میں لگی ہوئی تختی پر آپ کے خط سے حدیث من بنی للہ مسجداً بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ کے بعد ۱۳۱۵ھ لکھا ہے۔

گورمانی قوم کی دینی خدمت میں ساری زندگی صرف کر دی۔ جامع مسجد لتڑی جنوبی جمعہ کے دن ایک عجیب منظر ہوتا میلہا میل سے لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے حاضر ہوتے اور مواعظ حسنہ سے مستفید ہوتے۔ احوال باطن کی اصلاح لیتے۔ ہفتہ بھر اپنی کارگزاری کی رپورٹ پیش کرتے: تلاوت، ذکر اور درود شریف کی مقدار بتاتے کہ ہم نے کیا کچھ پڑھا ہے اس مجمع میں اپنے پیشرو عالم برزخ میں بسنے والے بزرگوں کو بھی نہ بھولتے۔ حضرت کی خدمت اقدس میں عرض کرتے ہمارے بزرگوں کے حق میں دعا کیجئے، واپس جاتے اور آنے والے ہفتہ کے لئے ہدایات حاصل کر لے جاتے۔ مولانا محمد بخش کی بجائے ان کی زندگی میں مولانا یار محمد صاحب کے لوگ بہت زیادہ معتقد تھے۔ آپ عمر رسیدہ بزرگ تھے بہت نرم مزاج تھے۔ مسئلہ بتا دیتے تھے۔ زیادہ کسی سے سروکار اور پرخاش نہیں رکھتے تھے۔ پورے علاقے میں عموماً اور قوم کے بڑوں کے استاذ تھے۔ علاقہ کے علماء کے استاذ اور مرجع انام تھے۔

حضرت کا یہ زمانہ قوم کی زندگی کا وہ بہترین نمونہ تھا۔ قوم کو جس طرف موڑ دیا جاتا مڑنے کو تیار تھی ایک اشارے سے تمام رواج و رسومات اور غلط عقائد کی اصلاح ممکن تھی لیکن تعلیم و تربیت کا یہ فیض مدتوں جاری رہا۔ یہ کام بجائے خود فرصت طلب اور اہم تھا مولانا محمد بخش مرحوم کو بھی آپ کے سلسلۂ تعلیم کی ایک کڑی سمجھنا چاہیئے کہ انہوں نے ابتدائی فیض آپ سے حاصل کیا

تھا۔ آپ کے فرزند اور ہمارے مشفق و مکرم استاذ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب فرماتے تھے۔

"دراصل بات یہ ہے کہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ میرے والد بزرگوار دوسری قوم کے فرد تھے۔ آپ سختی سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ نیز یہ بھی فرماتے تھے کہ مولانا محمد بخش صاحب جلال تھے جس کی وجہ سے آپ سے علمی فائدہ کم کسی نے اٹھایا۔"

بہر حال دونوں بزرگوں کا فیض جاری ہے۔ اور تا قیامت جاری رہے گا ہر ایک اپنے اپنے مقام میں قطب زماں تھا۔ علم و عمل کے اس مرتبے پر آپ فائز تھے کہ صاحب ولایت و کرامت بزرگ حضرت خواجہ غلام حسن نقشبندی مجددی آف سواگ شریف از مضافات کروڑ لعل عیسن متوفی ۱۳۵۸ھ جن کے دست مبارک پر بے شمار اور لاتعداد آدمی مسلمان ہوئے فرمایا کرتے تھے "اگر میں نے مولانا یار محمد صاحب کی واقفیت سے قبل اپنے پیر کی بیعت نہ کی ہوتی تو آپ کی بیعت کرتا۔"

آپ بڑے مستجاب الدعوات تھے ادھر نماز استسقاء سے فارغ ادھر موسلا دھار بارش، لوگ سیدھے اپنے اپنے کھیتوں کو سیراب کرنے چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے راقم الحروف کو آپ سے تلمذ کا شرف نصیب ہوا۔ ۱۹۴۱ء میں میرے بڑے چچا خیر محمد خان المتوفی ۱۹۶۹ء مجھے اور میری چچا زاد بہن زہرا بی بی کو آپ کے دولت خانہ تک لے گئے۔ ہمیں ملتانی قاعدہ کی افتتاح آپ نے پڑھائی۔ آپ نے طویل عمر پائی تقریباً نوے سال کی عمر میں ۱۳۶۴ھ میں وفات پائی۔ راقم الحروف جنازے میں بھی شریک تھا مولانا اللہ داد صاحب واگہ (آپ کے شاگرد) نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت استاذ مولانا محمد عبد اللہ صاحب فرزند ارجمند حضرت مولانا یار محمد صاحب موصوف قدس اللہ اسرارہم

آپ اپنے والد کے سچے جانشین اور صاحب فضیلت بزرگ تھے بچپن میں دائیں ٹانگ سے معذور ہو گئے تھے اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا یار محمد صاحب قدس سرہ سے گھر میں ابتدائی کتب پڑھیں، گھریلو مصروفیت کے باعث اپنے والد بزرگوار سے کماحقہ استفادہ نہیں کر سکے؛ تو ڈیرہ اسمٰعیل خاں وغیرہ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحب کی خدمت ملتان چلے گئے حرص علم کا یہ عالم تھا کہ اپنے شاگردوں سے استفادہ کرنے میں عار نہ تھی اس وقت کا مروجہ دورہ تمام کیا۔

سفر سے واپس ہو کر اپنے والدین کی خدمت میں رہے لتڑی سردار خان کا درس آپ سے متعلق ہو گیا جسے بڑی خوبی سے انجام دیا، پچیس سال تک اس خدمت کو تنگی اور فقر وفاقہ کی حالت میں نبھایا، تا اینکہ ۱۳۰۰ھ میں بعض فتنہ پرداز قومی عناصر نے ایک شرط لگا دی کہ قل خوانی اور جنازے کے بعد رسمی دعا اور دیگر رسومات کا ادا کرنا ضروری ہے آپ نے فرمایا کہ "مجھے اس رواجی اور بے نماز قوم کی خاطر ان کی خدمت کے عوض اپنے سر بدعات و رسومات کا بوجھ اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں" واقعی جس قوم نے اپنے بڑوں کی قدر نہیں کی ابھی تک محروم قسمت ہے۔ دنیوی اور اخروی لحاظ سے تنزلی میں ہے وہ دوسروں کی کیا خاطرداری اور دلداری کر سکتی ہے۔ ؎

تو با خویشتن چہ کردی کہ کنی بما نظیری　　بخدا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

ازیں بعد آپ نے اپنی بستی میں طبی شغل کے ساتھ اپنی مسجد اور گھر میں درس قرآن کا فیض جاری رکھا اگرچہ آپ بہت بڑے حکیم تھے لیکن بارہا فرمایا کہ اگر تمام توجہ اس طرف صرف کی جائے تو پھر یہ نعمت یعنی درس و تدریس کا سلسلہ باقاعدگی سے نہیں ہو سکتا اس لئے میں نے طبی معاملے کو رواج نہیں دیا۔

آخری عمر بڑی عسرت سے گذاری مگر بایں ہمہ عزیمت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور اپنی آزادی افکار کو بدستور قائم رکھا آپ آخری عمر میں خواص و عوام کی نظروں میں سما گئے وفات بے وقت

دور دراز سفر میں لوگ بیماروں کے لئے لے جاتے معذوری کے باوجود میلوں میل پیدل چلتے بنفس نفیس دیکھتے۔ اکثر نسخے لکھ دیتے اپنے پاس دوائی بہت کم رکھتے اگر کسی سے معاوضہ لیتے تو نہ ہونے کے برابر۔ طلبہ، مساکین اور قریبی احباب سے لیتے ہی کچھ نہ تھے۔ برتاؤ میں سادگی اور بے تکلفی تھی اپنے خاص تعلق والوں کو کبھی حجتہً کسی چیز کی فرمائش بھی کر دیتے۔

آپ کو کسی سے محبت یا بغض ہوتا تو محض للہ فی اللہ۔ شرعی منکر دیکھتے تو فوری تنبیہ فرماتے اور برملا اپنی رنج کا اظہار کرتے۔ طالب علموں کی سستی اور غفلت کی وجہ سے ان کا تعلیمی حرج برداشت سے باہر تھا۔ زجر و توبیخ وغیرہ سے اسکا تدارک فرماتے۔

باوجود تنگدستی کے سخنے، قدمے، درمے، ہر قسم کی امداد فرماتے نا قدر دانی اور نا سپاسی ہوگی اگر میں اس بات کا تہہ دل سے اقرار و اعتراف نہ کروں کہ راقم الحروف اور میرے چچازاد برادر مولانا حافظ قادر داد صاحب نے آپ کے طفیل آپ ہی کی توجہ اور دعا سے دینی علم حاصل کیا اور اس میدان میں قدم رکھا۔ ایک دن آپ نے ہم سے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ کی کتاب سمجھ کر پڑھنا نور علیٰ نور، اور نعمت لا محدود ہے۔"

اس طرح کی ترغیب اور مشورے پر ہم سفر کے لئے تیار ہو گئے۔ ہر چند والدین سکول چھوڑنے پر رضا مند نہ تھے ہم گھر سے بھاگ نکلے۔ آپ نے مشایعت کی۔ حسب وسعت امداد کی اور کچھ نصیحتیں کر کے الوداع کیا۔

خدا تعالیٰ کی قدرت ابھی اس وادی خارزار میں قدم رکھے ہمیں ایک سال بھی گزرنے نہ پایا تھا علاقہ کے بچوں کو دینی تعلیم کا جذبہ پیدا ہوا۔ حفاظ اور عربی طلبہ کا ایک جم غفیر نظر آنے لگا۔ ادھر حکیم مولوی محمد عیسیٰ صاحب قیصرانی مرحوم المتوفی سنہ ۱۹ آپ کے دوست نے بھی قیصرانی میں تحریک چلائی۔ شوال میں تعلیمی سفر کے لئے طلبہ کے بڑے بڑے گروہ گھروں سے نکلتے اور مدارس کی رونق بنتے۔ یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ اس جادہ منزل میں پہلا قدم اس مرد درویش کا پڑا جس نے اس وقت اپنے عزیزوں سے اس کار خیر کا آغاز کرایا جب کہ طالب علمی کو دریوزہ گری

اور ذلیل پیشہ سمجھا جاتا تھا۔

بنا کردند عجب رسمے بخاک و خون غلطیدن — خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

لیکن بغیر واقف اسرار اور عالم واقعات ماضیہ کے کون اس امر کی تصدیق کر سکتا ہے۔ الا ماشاء اللہ

اِذَا الْمَرْءُ الْهِلَالَ فَسَلِّمْ — لِأُنَاسٍ رَأَوْهُ بِالْأَبْصَارِ

الحمد للہ کہ حضرت استاذ مرحوم نے اپنے لگائے ہوئے پودے کا نتیجہ ایک چمن کی صورت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ برادرم جناب مولانا حافظ قادر داد صاحب اور راقم کو اپنے لگائے ہوئے پودے قرار دیتے تھے۔ اگر چند روز ہم سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے میں کوتاہی ہو جاتی تو خود قدم رنجہ فرماتے اور سفر سے واپسی کے بعد تو جانبین سے بڑے اشتیاق سے ملاقات ہوتی۔

یارب ایسی ہستیاں کس دیس بستیاں ہیں
کہ جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں،

دار العلوم محمدیہ لتڑی جنوبی کا قیام

آپ ہی کے طفیل دار العلوم محمدیہ لتڑی جنوبی کی بنیاد ۱۳ ھ میں رکھی گئی آپ کی حین حیات تک اس مدرسہ کے برگ و بار سرسبز و شاداب رہے اب عرصہ سے اس میں کمزوری آگئی ہے اہل مدرسہ کے پاس سوائے بھروسہ اور امید خداوندی کے اور کوئی سرمایہ نہ اس وقت تھا اور نہ اب ہے امید ہے کہ وہ اپنے امیدواروں کو بالآخر کامیاب فرمائے گا۔

بضاعت نیاوردم الا امید — خدایا ز عفوم مکن نا امید

دو تین ماہ انتڑیوں کے درد میں مبتلا ہوئے۔ علاج کیا مگر افاقہ نہ ہوا۔ یکم رمضان ۱۳۸۸ھ بروز جمعۃ وفات پائی فمات شهيدا۔ فرحمه الله رحمة واسعة وادخله بجنة جنانه۔ آمین۔

حضرت استاذ کی وفات پر متعلقین اور آپ کے تلامذہ عزیزان کو بڑا صدمہ ہوا۔ آپ

کے بڑے صاحبزادے مولوی غلام رسول صاحب سلمہ ربہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ خیر شاہ کے قبرستان اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ابھی قبر کھود رہے تھے کہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے کو نیند آگئی۔ ان کو خواب آئی کہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا یار محمد صاحب ایک بڑی جماعت کے ساتھ کھڑے انتظار کر رہے ہیں۔ کہ آج ہمارا مہمان آرہا ہے۔ سبحان اللہ کتنی جلدی بشارت سنائی گئی ابھی آپ لحد میں بھی نہیں اتارے گئے تھے۔ اس وقت مرثیہ کے چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں راقم الحروف نے جو اظہار غم کیا تھا وہ پیش خدمت ہے۔

۱

ترس رہا ہوں دیدار کو
تو آتا میرے علاج کو
تیرے غم سے میرا دل نڈھال ہے
کیا ہو گیا جو بے حال ہے

۲

وہ کیا سعید ساعتیں
کہ صحبتیں مجھے یاد ہیں
کس سے کہوں میں کیا کروں
عجب آپڑا یہ وبال ہے

۳

جوں سر پہ صدمہ ہی آپڑا
چند تیر سینے میں آلگے
وہ دور جلدی گزر گیا
نیا ڈھنگ نئی چال ہے

۴

اب زندگی بے کیف ہے
اجل آگئی صد حیف ہے
تو نے الوداع ہی نہیں کہا
کچھ ماجرا ایسا مقال ہے

۵

بہت سن چکا ہوں میں فلسفی
مجھے رمز عالم یاد ہے
تیری موت نے وہ سبق دیا
کہ حدوث عالم قال ہے

۶

ہے نام تیرا بھی عبد اللہ
تفسیر گویا جناب کی
یار محمد باپ بھی
مولا ہے بات آل ہے

۷

بھی موت تیری بھی منتظر
ھلال رمضان پاک کی
جمعہ مبارک یوم بھی
دیدار ربِ جلال ہے

۸

اٹھاسی ہجری سال تھا
چند ماہ بیماری میں پڑ گئے
اس دار فانی سے چل بسے
اب شوق وصلِ جمال ہے

۹

دو وصف تیرے ہیں منکشف
معلوم سارے جہان کو
زندہ کیا علم نبی
تو وقتِ خضرِ مثال ہے

۱۰

تیرے جی میں تھی بس اک لگن
جس پہ لگایا تھا اپنا تن
ہو شرع کا ڈنکہ بلند
تیرا ماضی استقبال ہے

حضرت مولانا علی گوہر تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۳۴۹ھ

صاحب ورع بزرگ اور علم میں بے مثال حضرت خواجہ محمود تونسوی متوفی ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء کے عہد میں
آپ کے قائم کردہ مدرسہ محمودیہ تونسہ شریف تا آخر صدر مدرس کے عہدہ پہ فائز رہے اس علاقہ کے
اکثر علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ استاذ العلماء ٹھہرے۔ خواجہ موصوف کے فرزند خواجہ نظام الدین
متوفی ۱۹۶۵ء کو آپ سے شرف تلمذ تھا۔ خواجہ صاحب کو آپ کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہہ کرنے پہ
ناز تھا۔ مسائل کی بحث میں حجۃً آپ کی طرف فخریہ استناد کیا کرتے تھے۔ حال کے صدر مدرس استاذ
مولانا خان محمد صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا واحد بخش صاحب ساکن کوٹ مٹھن حال صدر مدرس
عیدگاہ خان پور آپ کے شاگردوں کی فہرست میں آتے ہیں۔ فقہ اور نحو میں خصوصاً آپ کا پایہ
بہت بلند تھا۔ حاشیہ عبدالغفور پر آپ کی املائی تقریر راقم الحروف نے مطالعہ کی ہے نہایت عمدہ
ہے۔ مولانا محمد بخش سے آپ کی عقیدت سے متعلق حکایت مذکور ہو چکی ہے۔ آپ کی ایک تحریر جو
طلاق و ایصال ثواب وغیرہ کے ایک استفتاء پہ مشتمل ہے (جو حضرت مولانا محمد بخش صاحب متوفی
سہ چوٹی زیریں کو ارسال کی ہے) نقل کی جاتی ہے۔

مکرمی حضرت مولانا صاحب زاد لطفکم تسلیمات و دعوات

داعی پنج روز در سفر ملتان معطل ماندہ بنوشتن جواب عنایت نامہ بشمانہ پرداختہ است
معذور دارند۔ جواب مسئلہ طلاق کہ ارقام فرمودند داعی مشکور است اللہ شمارا خیرا لجزاء عطا فرماید
لیکن آنچہ جناب سید محمد ہاشم صاحب عزو فرمودند کہ لفظ بنا بر تحقیق سید طلاق کنائی بائن است محل تردد است
آنچہ تحقیق علماء ایں دیار است و آنچہ از اساتذہ کرام محفوظ است این است کہ ایں لفظ در حکم صریح
بائن است در وقوع بینونت محتاج نیت نیست و در کلام سید کہ جناب تحریر فرمودہ اند و آں اینست
"و اگر در ہیچ یکے از مرۃ ثلثہ نیت سہ طلاق نہ کردہ حکم بوقوع یک طلاق بائن است و نیز ایں عبارت
فالحاصل ان الواقع فی الصورۃ المتنازع فیہا الخ" بریں دلالۃ است کہ در وقوع یک طلاق بائن

احتیاج بہ نیت نیست۔ پس مراد سید صاحب از کنائی بودن او این باشد کہ بحسب الوضع از کنایات است اگرچہ بغلبہ استعمال در حکم صریح است بالجملہ اختلاف علمائے سند دریں دو شق است کہ یا صریح بائن است و یا صریح رجعی قال مولانا فتح محمد فی رسالتہ " ولہذا اختلاف علماء سند فی الطلاق الواقع بلفظ چھڈی فعند الجمہور بائن وعند البعض رجعی کما فی حل المعقود فی بلاد ٹھٹہ بین قضاتہا انہ اذا قال الزوج لامرأتہ ھذا اللفظ یکون بتجدید النکاح وان قال لہا ثلث حرامت یا مردن یا للتحلیل احتیاطاً لامر الفروج اھ پس آنچہ نزد ایں نیازمند مقرر است اینست کہ ایں طلاق صریح است محتاج نیت نیست، بائن است حاجت تجدید نکاح است ثانی وثالث لاحق نمی شود تاوقتیکہ نیت ثلاث نہ باشد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وطعام ارواح غنی دادن نزد فقیر موجب ثواب می شود فی الہدایۃ لانہ قد یقصد علی الغنی الثواب وقد حصل ج ۳ باب ھبہ وفی حاشیتہ ان من لہ نصاب ولہ عیال کثیرۃ فان الناس یتصدقون علیہ علی قصد الثواب اھ

وآنچہ در زمینات مُہل سادات وشیخ جیبانی مقرر است و در بند و لبست ہم درج است وبحسب رواج در و بیع و توریث جاری است آیا ایں ملک ایشان است و توریث و بیع صحیح است یا نہ؟ اگر دریں باب کدام تحقیق نزد شما باشد مرحمت فرمایند کہ واقعۃ الفتوی است۔ والسلام دعاگو فقیر علی گوہر عفی عنہ) چوکی زریرے شریف ملاحظہ مولانا مولوی محمد بخش صاحب امام مسجد ہذا۔

حضرت مولانا غلام محمد صاحب گورمانی زید مجدہ

شجرہ (مولوی) غلام محمد ولد اللہ بخش ولد محمد حسین خان ولد عثمان خاں گورمانی عالم فاضل ہیں ذہن ثاقب رکھتے ہیں اپنے خاندان کے باوقار شخص ہیں بچپن ہی دینی تعلیم میں مصروف ہوگئے چھوٹی بڑی کتب ٹھٹی ہمزہ موضع سناواں اور ملتان مولانا محمد اشرف صاحب قدس سرہ متوفی سنہ اور حضرت مولانا محمد شفیع صاحب بانی مدرسہ قاسم العلوم ملتان متوفی ۱۳۹۸ھ کی خدمت میں پڑھیں دہلی مدرسہ امینیہ ۱۳۵۵ھ میں مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ متوفی ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء کی خدمت دورہ حدیث کیا اور تحصیل تمام کی۔

آپ کا مولانا محمد بخش سے قریبی رشتہ ہے۔ آپ حضرت مولانا محمد بخش کے حقیقی ماموں زاد بھائی ہیں اور آپ کی والدہ مولانا کے نانا کی حقیقی بھتیجی ہیں۔ آپ کی بڑی ہمشیرہ گوہراں بی بی کا نکاح مولانا کے بھائی لال خان سے ہوا اس سے ایک لڑکا ہوا جو بچپن میں لال خان کی وفات کے بعد فوت ہوگیا۔ پھر گوہراں بی بی نے احمد خاں ولد حسن خان گورمانی متوفی سنہ سے نکاح کیا مولوی غلام حیدر صاحب ولد احمد خان آپ کے بھانجے ہیں۔

تحصیل علم کے بعد مولانا غلام محمد صاحب کو اپنے آبائی گاؤں میں رہنے کا موقع کم ملا ہے تیس سال سے زیادہ عرصے سے منڈی یزمان ریاست بہاولپور میں بمع اہل وعیال اقامت پذیر ہیں۔ فرماتے ہیں میں چھوٹا تھا۔ مولانا کے بارے میں کچھ یاد نہیں پڑتا۔ ہاں اتنی بات ہے کہ ایک دفعہ مولانا نے لنڈی شمالی میں تقریر فرمائی لوگوں پر تقریر کا بڑا اثر ہوا میں گھر واپس آیا اور اپنی والدہ سے کہنے لگا "میں مولوی ہوتا اور ایسا وعظ کرتا۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نعمت سے سرفراز فرمایا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی قوم میں ترویج شریعت کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

آپ کی روایت ہے کہ حضرت مولانا دہوا گئے اور جامع مسجد دہوا میں تقریر کی۔ سردار کریم داد خان تمندار دہوا نے اپنی جامع مسجد میں مسند درس و افتاء کے لئے پیشکش کی اور بہت اصرار کیا

آپ نے اپنی قوم کے اصلاح کے جذبے اور آزاد رائے کی بنا پر خاں صاحب موصوف کی ایک نہ سنی۔ اسی طرح فقیر سلطان احمد صاحب نے بھی تقاضا کیا تھا مگر مولانا نے ہمیشہ لئے ترکی جنوبی میں رہائش کا پختہ ارادہ کرلیا تھا۔

مولوی غلام محمد صاحب فرماتے ہیں جب میں ٹھٹھی ہمزہ موضع سناواں ضلع مظفرگڑھ مولانا سید نور احمد شاہ صاحبؒ کی خدمت میں نظم فارسی پڑھتا تھا اور میرے والد بزرگوار میری تعلیم کی وجہ سے میرے پاس ٹھہرے ہوئے تھے تو حضرت مولانا میری اور میرے والد کی ملاقات کے لئے ٹھٹھی ہمزہ تشریف لائے۔ ایک رات وہاں رہے۔ ہمارے استاذ شاہ صاحب سے بھی آپ کی ملاقات رہی۔ آپ نے فرمایا مولانا نے غیر شرعی رسوم کو روکنے کی کوشش فرمائی کوڑی روٹی یعنی وفات کے دن میت کے گھر تکلف اور عام دعوت کی رسم بند کرادی۔ نیز فرمایا گرداوری لال (ہندو) نے مولانا سے ترجمہ قرآن مجید پڑھا تھا آپ کی وفات پر بہت رویا اور کہا مولانا قوم کے روشن چراغ تھے جو بجھ گئے۔ بروایت شیخ عبداللہ مرحوم گرداوری لال نے ترجمہ کے علاوہ آپ سے طب بھی پڑھی تھی۔ اگر مولانا زندہ ہوتے تو قریب تھا کہ وہ مسلمان ہوجاتا۔"

استحکام الاحتجاج یہ رسالہ مولانا محمد بخشؒ کی تصنیف ہے مولانا کے قلم سے اس کا عام اور خاص مسودہ راقم الحروف کو مولوی غلام محمد صاحب کے کتب خانے سے ملا۔ مولانا کی والدہ نے مولوی صاحب موصوف کو چند کتابیں دے دی تھیں اس طرح خوش قسمتی سے یہ مسودہ محفوظ رہا۔

حضرت مولانا احمد بخش صاحب قیصرانی ساکن چاہ یعقوب والا موضع لتڑی جنوبی

علم دوست اہل علم سے محبت، خدمت و ایثار کا جذبہ، مرنج مرنجاں طبیعت، صلح پسند تاریخی یادوں سے خاصا انس رکھتے تھے حضرت مولانا یار محمد صاحب قیصرانیؒ اور حضرت مولانا محمد نور صاحب ملتانیؒ یہ آپ کے بڑے اساتذہ ہیں۔

طب سے بڑی مناسبت رکھتے تھے یہ آپ کا ذوقی فن تھا۔ زندگی بھر اس میں کام کیا خلق خدا کو ان سے اس سلسلہ میں بہت نفع پہنچا۔ دواسازی میں احتیاط، اعلیٰ صدری اور اساتذی نسخوں کے جمع کرنے میں ممتاز تھے۔ اپنے اور اپنے اساتذہ کے مجربات سے علاج معالجہ کرتے تھے ملتان مسجد ملا ابین میں زندگی کے قیمتی اوقات بسر کئے طب کے علاوہ علمی خدمات بھی انجام دیں۔ عوام کے افادہ اور اکابر علماء کے علوم اور حالات کے تحفظ کی غرض سے اپنی جیب سے زر کثیر خرچ کر کے ان رسائل کو طبع کرایا۔

رسالہ نظم الفرائض: مؤلفہ مولانا نور احمد سوکڑ دیؒ جو علم میراث میں ایک بے بہا خزانہ

السر المکنون: مؤلفہ حضرت العلامہ مولانا عبدالعزیز پرہاروی جو فن جفر، ادعیہ اور تعویذات میں ہے اس کی طباعت ۱۳۱۱ھ میں ہوئی۔

ملفوظات حنفیہ: یہ آپ کے پیرو مرشد حضرت خواجہ غلام حسن صاحب سواگ مختصر سی سوانح ہے سن طبع ۱۳۵۹ھ ہے تالیف و ترتیب مولانا عبدالکریم صاحب بلوچ احمد آ چاہ درہ تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان۔

بالآخر آخری عمر میں اپنے آبائی گاؤں چاہ یعقوب والا موضع لتڑی جنوبی کی طرف رجوع کیا یہاں تقریباً پچیس سال رہے۔ ۱۹۶۲ء میں حج کا مصمم ارادہ کر لیا صاحب فراش تھے۔ ضعف اور لاغری حد کو پہنچ چکی تھی بعض احباب نے اگر منع کیا تو اس پر بہت افروختہ ہو جاتے۔ کراچی سے روانہ ہوئے ابھی جہاز جدہ تک نہیں پہنچا تھا کہ اپنے نام لا محدود اجر ہجرت اور حج کرا

جان جان آفریں کے سپرد کر دی فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ فی الدنیا والآخرہ۔ احرام سے ایک رات قبل میت کو تبرک ارادۃً ذکر فکر اور حج کے خواب میں سمندر کی گہرائیوں کی امانت میں دے دیا گیا۔ گویا اس حدیث کی یاد تازہ ہو گئی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام حج میں مرنے والے کے متعلق فرمایا تھا "اس کے چہرہ اور سر کو نہ ڈھانکو وہ قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھے گا تلبیہ پڑھتا ہوگا" آپ نے اپنے کنوئیں پر چھوٹی سی خوبصورت مسجد اپنی یادگار چھوڑی۔ یہاں بطور یادگار اور ایصال ثواب آپ کا معروف ومشہور شربت دلشاد کا نسخہ درج کیا جاتا ہے۔ شربت مفرح، مقوی قلب و جگر وخون محترقہ وغیرہ معروف شربت دلشاد از مولانا امیر محمد صاحب آف خانیوال شاگرد شیخ الہندؒ

صفتہ: گل خیرہ ۵ تولہ، عناب ۳۰ عدد، تنتری ۱۵ تولہ، تخم بلنگو ۸ تولہ، آلو بخارا ۳۰ عدد، برادہ صندل سفید ۱۰ تولہ
گل چنبہ ۵ تولہ، گل موتیہ ۵ تولہ، گل سرخ ۳۰ تولہ، کاہو ۳۰ تولہ، برادہ صندل سرخ ۸ تولہ، کاسنی ۱۰ تولہ، زرشک شیریں ۵ تولہ، زرشک
ترش ۵ تولہ، تخم خرفہ ۱۰ تولہ، تخم کثوث ۱۵ تولہ، عود لکڑ ۵ تولہ، گل نیلوفر ۳ پاؤ، گل بنفشہ ۱۰ تولہ، کشنیز خشک ۳۰ تولہ، اذخر ۳۰ تولہ
پوست ترنج ۲۰ تولہ، عرق بید مشک ۳ پاؤ۔ سب ادویہ کو بوقت شب عرق گزر یا پانی میں بھگو رکھیں صبح کو بدستور ۲۵ بوتل عرق کشید کریں بعدہ قند سفید ۱۸ سیر ملا کر بدستور شربت بنائیں۔ آخر قوام میں روح کیوڑا ۱ تولہ
روح گلاب ۵ تولہ، روح بید مشک ۵ تولہ، روح صندل ۱ تولہ، رنگ رس بھری یعنی لال کلر بقدر حاجت، سوڈا سلی سلاس ایک ماشہ فی بوتل
دانہ الائچی خورد ۵ تولہ۔ الائچی بمع چھلکہ خوب پیس کر ملائیں (نوٹ)، روح سے مراد ایسنس والا یعنی شربت والا ہو، روح تیل والا نہ ہو۔

موصوف مولانا محمد بخشؒ سے اپنے تعلقات کا ذکر یوں فرماتے تھے "ہم طالب علم تھے آپ ہمیں اعجوبہ زماں، یکتائے دوراں علوم وفنون کے موجد اور امام محدث وفقیہ صاحب کرامت و ولایت خضر وقت حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ کی کتب کی طرف رغبت دلاتے رہتے کہ انہیں کی کتب کا مطالعہ کیا کرو" نیز موصوف فرماتے تھے کہ "میں نے علامہ عصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کاشمیریؒ کی خدمت مولانا پرہارویؒ کے ایک دو رسالے پیش کئے تو فرمایا" مولانا پرہاروی نے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے ان کا کلام بڑا معجز ہے" چنانچہ موصوف میں

حضرت پرہارویؒ کی کتب کی جستجو اور مطالعہ کا ایسا ذوق پیدا ہوا اہل علم سے پہلی بات یہی دریافت
فرماتے تھے آپ نے مولانا پرہارویؒ کی کون سی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ پھر خود ہی ان کی راہنمائی
فرماتے۔ میرے ساتھ آپ کا مشفقانہ تعلق تھا جب سفر سے آتا تھا حاضری میں اگر دیر لگتی تو پیغام
محبت آجاتا جب حاضر ہوتا علمی اور تاریخی تبادلہ خیال ہوتا اپنے مشروبات سے نوازتے اور اپنے
مجربات املا کراتے۔ حج پر جاتے وقت بھی بلایا اور خاندانی وصیت لکھوائی اور دعا دیتے
رہے اور دعا کی درخواست کرتے روانہ ہوئے۔ اَللّٰھُمَّ تقبل منہ حجۃ واجعلہ حجا
مبرورًا وَ اَدْخِلۡهُ فِیۡ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیۡنَ آمین افسوس کہ نرینہ یا ماذینہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے آپ کا
کتب خانہ اور مطب چند دنوں میں اجڑ گیا

شیخ عبد اللہ ولد غلام محمد ولد قادر بخش خان گورمانیؒ

شجرہ میں آپ کا نسب نامہ درج ہے۔ خاندان کے مندرجہ شجرہ کے راوی ہیں۔ مولانا محمد بخشؒ
کی بڑی خالہ کے لڑکے ہیں۔ ۹۰ سال کے قریب عمر پائی، فرماتے کہ مجھے مولانا کی ولادت اچھی طرح یاد
ہے آپ کی یادداشت بڑی قوی تھی۔ چھوٹے بڑے خاندانی واقعات کے آپ حافظ بلکہ عالم
اور امین تھے بزرگوں سے محبت ان کے حالات و واقعات سے دلچسپی اور ذوق شوق قابل ستائش
ہے جس کسی نے قومی بزرگ کے متعلق پوچھنا چاہا فیاضی کے دریا بہا دیئے۔
مولانا محمد بخشؒ کے حالات کو چھیڑ دیا جاتا تو ہمہ تن عشق و محبت بن جاتے۔ مولانا کے ساتھ
بیتے ہوئے ایام اور دوسرے اصحاب کے ساتھ بسر کیا ہوا زمانہ کچھ ایسا یاد کیا جاتا گویا مخاطب
اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے ساتھ ہی آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ لکھے پڑھے
نہیں تھے لیکن بات کو حقیقی طرف میں ڈھالتے نہ کمی بیشی کرتے اور نہ مبالغہ سے کام لیتے۔
میرے نزدیک آپ کی روایت کا پایہ صحت اور ضبط کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے
راقم الحروف نے آپ کی عمر کے آخری سولہ سترہ سال کا مطالعہ کیا اسی زمانے میں مجھے آپ

کی خدمت میں رسائی رہی۔ مولانا مرحوم کی حیات کے یہ چند نقوش میسر ہوئے ورنہ کجا میں اور کجا مولانا کی محفل ہے

مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دورِ جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

راقم نے جب سے آپ کو دیکھا وہ یکسر خدا تعالیٰ کے ہو رہے اور خدا کے گھر کو اپنا گھر بنا لیا گویا زندگی بھر مسجد کے مجاور بن گئے۔ صرف مجاورت نہیں بلکہ آپ مسجد کا جھاڑ دیتے تو آپ کی دونوں بیویاں دور دور سے سر پر پانی لاکر نمازیوں کے پینے اور ان کے وضو کا پانی مہیا کرتیں رمضان المبارک میں اس چیز کا اہتمام اور بھی بڑھ جاتا۔ پھر اس چیز کی اتنی پابندی گویا آجکل جیسے نمازیوں کے پرائیویٹ ملازم تھے۔ حالانکہ اول سے آخر تک معاملہ صرف "رضا مولیٰ" کا تھا۔

رات کو آرام اور قضاء حاجت کے لئے مسجد سے جدا ہوتے ورنہ کافی رات گئے مسجد میں بیٹھے ذکر فکر تلاوت یا نوافل میں مصروف ہیں۔ اپنے گناہوں کی یاد اور بارگاہ خداوندی میں حاضری کا ڈر ان کو بہت ستائے تھا۔ یاد آخرت میں روتے داڑھی تر ہو جاتی۔

پانچوں وقت کی اذان گویا اپنے ذمے دھر لی تھی۔ لوگ کہتے دیکھو شیخ عبداللہ اذان کہہ رہے ہیں، نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ بڑھاپا غالب آچکا تھا۔ زبان لکنت پذیر تھی۔ ضبط الفاظ خاصا مشکل ہو گیا تھا۔ بینائی نے جواب دے دیا تھا۔ بایں ہمہ طلب علم کا غلبہ ہوا پہلے معروف سورتیں حفظ کیں پھر باقاعدہ سورۃ بقرہ سے قرآن مجید یاد کرنے کا ارادہ کر لیا حضرت استاذی مولانا محمد عبداللہ مرحوم اور جناب حافظ قادر داد صاحب سے ایک دو جملہ دن رات یاد کرتے۔ اگر یاد ہو جاتا تو دوسرا جملہ دہراتے۔ اسی طرح دس بارہ سال میں سات پارے ہو گئے۔

مدرسہ محمدیہ کے دوران قیام ۱۹۵۹ء میں مجھے بھی چند بار آپ سے دہرانے کا موقع ملا۔ میری کتب بینی اور عدیم الفرصتی کے پیش نظر مجھ سے شاکی رہتے کہ پہلے دو بزرگ جتنا وقت مجھے دیتے تھے آپ نہیں دیتے۔ درحقیقت راقم اتنے حوصلے کا مالک بھی نہیں تھا جس قدر میرے یہ دو بزرگ تھے۔ اس لئے چچا صاحب کا شکوہ بجا تھا۔

آپ بہت بڑے زمیندار تھے۔ نرینہ اولاد نہ تھی جوان بیٹا عرصہ دراز سے فوت ہو چکا تھا۔ ادھر آپ معذور تھے جو زمینیں رہن تھیں ناداری اور معذوری کے باعث آزاد نہ ہو سکیں ایک دو ماہ مالیخولیا کے مرض میں مبتلا ہو کر آخر ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ میں اپنے رب سے جا ملے۔ اللھم ادخلہ دار النعیم وارض عنہ وارضہ آمین یارب العالمین۔

مولانا کے طبی کمالات کے ضمن میں چچا مرحوم کی ظاہری موت کا واقعہ گزر چکا ہے کہ آپ کے والدین واقارب رو رہے تھے۔ مولانا تشریف لائے نبض دیکھی فرمایا اس کی ٹھوڑی کھول دو، رونا پیٹنا بند کر دو۔ اس کو موت نہیں آئی اسے موت کا خیال آگیا ہے۔ چچا صاحب فرماتے ہیں کہ میں آپ کے یہ الفاظ سن رہا تھا۔ فرمایا میرے مطب سے دوائی لاؤ۔ دوائی سنگھائی پیشانی پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے، دیر بعد ہوش آگیا۔

مولانا کی وفات کے بعد موصوف چالیس سال زندہ رہے اور شیخ سعدی کا بیان کردہ واقعہ فی الجملہ قدرت نے دہرا دیا۔

نہ دانا بسعی از اجل جاں ببرد　　نہ ناداں بناساز خوردن بمرد
قضارا طبیب اندراں شب بمرد　　چہل سال ازیں رفت زنداست کرد

جناب خیر محمد خان ولد غلام علی خان گورمانی

سردار خاں کے بھتیجے اور خاندانی روایات کے حامل آخری شخص تھے۔ پیدائش ۱۹۰۲ء میں ہوئی۔ مولانا یار محمد صاحب کی خدمت میں قرآن مجید پڑھا اور قریبی سکول بٹی قیصرانی میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ چودہ سال کی عمر میں پٹوار کا امتحان دیا اور ملازم ہو گئے بعد ازاں سکھانیوالہ تحصیل راجن پور ضلع ڈیرہ غازیخان میں بندوبست پر کارکردگی کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔

رائے جناب تحصیلدار صاحب: "خیر محمد آمدہ تحصیل سنگھڑ بہت محنتی، کارکن، خوش خط اور شریف آدمی ہے"۔ سلطان عباس تحصیلدار ۱۹۱۹-۱۱-۸

رائے جناب والا شان افسر مال صاحب بہادر حکم صدر بند و بست۔

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ خیر محمد نے بہت زیادہ کام کیا ہے۔ دستخط بحروف انگریزی ۱۹-۱۱-۲۵

۱۹۳۱ء کی حلقہ بندی، مردم شماری حکومت ہند سے تعریفی سند نامہ حاصل کیا۔ ۱۹۳۲ء کے بعد تحصیل تونسہ میں منگروٹھہ، دہوا، کانگڑ، کتانی، مٹھے والی میں زندگی کے اوقات عزیز بسر کئے۔ جب مولانا محمد بخش" زندگی کے آخری دنوں میں علاج کے لئے دہوا تشریف لائے تو آپ کی رہائش گاہ پر قیام کیا۔

اوصاف: قانونی فائلیں مہیا کرنا، بزرگوں کی یادداشتوں کی حفاظت، علاقہ اور غیر علاقہ کے رقبہ جات کی حدود اربعہ کا تحریری ضبط ان کی خصوصی اوصاف ہیں۔ حلقہ کے اکثر نئے اور پرانے پٹواری آپ کے شاگرد یا تربیت یافتہ تھے۔ لیسا اوقات گرداور اور قانون گو بھی رہے ہیں۔

قومی تنازعات میں عموماً صلح صفائی کی راہ اختیار کرتے تھے۔ دوسری اقوام بھی خانہ جنگیوں میں آپ پر اعتماد کرتی تھیں اور آپ کو فیصل مقرر کرتیں اور خانگی امور اور زمینداری میں زیادہ لگاؤ تھا۔

مہمان داری اور مہمان کی طیب خاطر آپ کا مشہور وصف ہے اس میں خدمت خلق کا جذبہ کارفرما ہے۔ فرماتے ہیں مجھے میرے چچا سردار خاں کی بات یاد ہے "میرے عزیز! اگر ڈیرہ آباد رکھو گے لیکن

مہمانی کا دسترخواں بچھا ہو گا تو خدا تعالیٰ تمہیں بھوکا نہیں چھوڑے گا" کبھی مرحوم کہتے کہ یا اللہ تو کتنا غفور رحیم ہے مجھ جیسے گنہگار اور روسیاہ کو بھی روزی دیتا ہے۔ علماء و فضلاء اور سادات خاندان کی بڑی قدر کرتے تھے اکثر وعظ سنتے ہی بے ساختہ ان کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ پڑتے اور زار و قطار رویا کرتے۔ اِلّا یہ کہ وہ اپنے خاندان کے بعض مولویوں سے شاکی تھے کہ انہوں نے ہماری عقیدت کھودی ہے مولوی اگر اس قسم کے ہوتے ہیں تو پھر ہمیں سابق مولوی صاحبان کافی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی خاندانی فرد کے مقابل ہو جاتے گو دوسرا فریق حق پر ہی کیوں نہ ہوتا اس لئے کہ فریق ثانی محض شریعت کی آڑ لے رہا ہے اگر فی الحقیقت اسے شریعت مطلوب و منظور ہوتی تو وہ خود بھی اپنے باپ کی جائیداد شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات پر تقسیم کرتا۔ اپنی بہنوں کو محروم نہ کرتا۔

واقعہ بھی دراصل ایسے ہی ہوتا تھا دوسرے فریق نے اپنا حق وصول کر لینے کے بعد شریعت کے حق سے اپنی بہنوں کو محروم رکھا۔ لیکن اس کے باوجود شریعت کے حصے کی مخالفت کی وجہ سے ہم نے ان کی زبردست فہمائش کی۔ الحمد للہ کہ وہ جھک گئے اور اپنی غلطی پر مصر نہیں رہے۔

ایک سانحہ

افسوس اس کا ہے کہ ان جیسے بااثر لوگ اس پروگرام کو نہ اپنا سکے جو اس قوم کو مولا نا دے گئے تھے اللہ تعالیٰ ہماری لغزشیں معاف فرمائے۔

بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوسری بیوی سے لڑکیوں کے بعد تین لڑکے عطا فرمائے۔

بزرگوں کی یاد

ملحقہ شجرہ نسب بندوبست ثالث ۱۸۶۲ء آپ نے مجھے دیا تھا ذیلداری امور اور افسران بالا کی رپورٹ کی نقول بھی اپنی موت سے قبل راقم الحروف کو بالخصوص عطا کی کہ ہمارا وقت بیت چکا ہے یہ چیزیں آپ کے کام آئیں گی۔

وفات

۹۰ سال کی عمر پا کر ۱۳۸۹ھ یکم جمادی الاولیٰ مطابق ۱۹۶۹ء ۱۷ جولائی بروز جمعرات درد شکم سے وفات پائی۔

رویا صالحہ وفات کے چند روز بعد مولوی عبدالغفور صاحب نے چچا صاحب کو خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا ہوا. فرمایا میرے پاس فرشتے آئے میں نے خدا تعالیٰ کے سامنے نہایت عاجزی اور زاری سے ہاتھ جوڑ لئے "یا اللہ میں حساب دینے کے لائق نہیں ہوں مجھے معافی دیدو تو مجھے معاف کردیا" مولوی صاحب نے کہا ہم آپ کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں. چچا مرحوم نے فرمایا محمد عیسیٰ بھی میرے لئے دعا کرتا رہتا ہے۔

اصحاب تعبیر کہتے ہیں کہ میت اپنے متعلق جو خبر دے وہ ایسے ہی ہوتی ہے کیونکہ وہ ایسے عالم میں ہوتا ہے جہاں جھوٹ کا کاروبار نہیں چلتا۔

دوسرے اسی صاحب نے دیکھا سڑک پر پھر رہے ہیں پوچھا آپ یہاں کیسے؟ جواب دیا مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تیرے بال بچے چھوٹے ہیں. سال بھر تک مجھے گھر میں رہنے کی اجازت ہے غفر اللہ لہ

راقم کے ساتھ مولانا کا تذکرہ کرتے ہوئے چچا صاحب نے فرمایا کہ آپ کو ان کی تحریر سے قابلیت کا اندازہ ہوتا ہوگا۔ تہبند لیسے باندھتے جس کے کنارے اوپر نیچے ہوتے سادگی کی وجہ سے کسی کو عالم ہونے کا پتہ نہ چلتا۔"

مزاح چچا صاحب کی طبیعت میں قدرے مزاح تھا مولانا سے خوش طبعی اور مکالمہ سے متعلق مذکور ہو چکا ہے۔

استاذیم محمد عبداللہ صاحب کی وفات کے آٹھ ماہ بعد چچا صاحب کی وفات سے دوسرا حادثہ پیش آیا۔ مجھے زندگی میں کسی کی موت کے صدمے کا پہلی بار احساس ہوا۔ اور پتہ چلا کہ بڑوں کی موت سے کیا خلا واقع ہوتا ہے۔ دینی اور دنیاوی طور پر کیا کیا مصائب پیش آتے ہیں۔

مرثیہ جس کے چند ابیات یہ ہیں۔ ——— ۲ ———

حسرت بھری نگاہیں تکتی ہیں آج راہیں	ہے نام نامی اس کا خیر محمد آساں
راہی وہ چل بسا ہے جو آنکھ کا ستارا	نکلا جو اس کا جب ہے کہا ماشاء اللہ آرا

آنکھوں میں اس کی سرمہ   زار و قطار رونا
منبر پہ جب کہ واعظ نے   کیا ہے اک اشارا

—— ۴ ——

صدیقؓ سے محبت   دم دم میں یوں ہی جاری
فاروقؓ سے عقیدت   عثمانؓ بھی ہے پیارا

—— ۵ ——

شیرِ خدا علیؓ سے   یوں والہانہ الفت
ہاں بس نہیں یہی   پہ کہ اہل بیت سارا

مقولہ چچا مرحوم (۶) ——

"کیوں ہاتھ ہی نہ ٹوٹے   راوی کا وہ روایت
لکھتا ہے کربلا میں   ظالم نے تیر مارا

—— ۷ ——

تر خون سے ہے رنگین   جگر لالہ زار بن کر
کچھ شرم ہی نہ آئی   کرتا ہے وہ شمارا

—— ۸ ——

مہمان کی وہ خدمت   کرتا ہے راہ اللہ
کرنا مزدکے کے ایزد   نے آپ ہی اتارا

—— ۹ ——

وہ اس جہاں سے فانی   بیباک چل بسا ہے
چھوڑا نہ ایک درہم   یا قرض ہوا دھارا

—— ۱۰ ——

شفقت بھری نگاہیں   خورد و عزیز پر ہیں
کیا احترام اکابر   میں تھا ہی وہ دلارا

—— ۱۱ ——

ملتا نہیں کہ دیکھوں   یارو وہ چچا اپنا
کیا آفتیں پڑی ہیں   دل صبر میں ہے ہارا

—— ۱۲ ——

اللہ ہوا اس پہ راضی   میری یہ آرزو ہے
وہ خاندانی سایہ   ہائے اٹھ گیا ہمارا

—— ۱۳ ——

سن ہجری انا نوے (۱۳۸۹ھ)   تیرہ سو سال گزرا
یکم جمادیٰ اوّل   اللہ کو جب سدھارا

مقولہ چچا مرحوم (۱۴) ——

میں روسیاہ ہوں ہرگز   تکیہ نہیں عمل کا
اکثر سنا ہے میں نے   اللہ کو وہ پکارا

—— ۱۵ ——

صرف فضل پہ ہوں تیرے   دیتا ہے رزق مجھکو
بخشو خطائیں میری   میرا تو ہی ہے سہارا

شیخ عبدالحمید دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہے

رمضانی حاجی محمد والا

آپ معمر بزرگ ہیں۔ آپ نے عقد میں مولانا کی خالہ زاد شیخ عبداللہ کی بہن ہے صاحب اولاد و احفاد ہیں قومی و خاندانی اصلاح کا بڑا جذبہ رکھتے ہیں انہیں سب سے بڑی فکر قومی اور علاقائی اتفاق و اتحاد کی ہے آپ اپنی مجالس میں حضرت مولانا کا تذکرہ کثرت سے کرتے رہتے ہیں۔ مولانا کی ایک ایک بات پر فرماتے ہیں افسوس اب ہم میں دینی اور دنیوی اعتبار سے کوئی ایسا جامع شخص مولانا محمد بخشؒ اور سردار نور محمد خانؒ کی طرح نہیں ہے جو اپنی وجاہت اور خداداد صلاحیتوں کی بدولت اجتماعی اور ملی کام کرنے والا ہو۔ لوگوں میں قبولیت رکھتا ہو۔ خان صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا محمد بخشؒ کی کوشش سے ہر فرد پر نماز کی پابندی اور باز پرس، گھر گھر پردے کا انتظام، چاردیواری کی بجائے فوری عارضی پردے کا انتظام، کنوؤں سے عورتوں کا پانی بھر کر لانا موقوف، ہر شخص کے منہ پر داڑھی۔ مولانا کو برائی چیز سے ترک تھا۔ قوم کو یکمشت کر دیا۔ تنازعات ختم کر دیئے۔ فرمایا وہ ایک اکیلا شخص تھا اس کا کوئی ساتھ بھی نہ دیتا تھا آپ نے جب بالغ لڑکیوں کے نکاح کا مسئلہ چھیڑا تو عورتیں جنہوں نے اپنی لڑکیوں کے نکاح روک رکھے تھے آپ کو گالیاں دیتی تھیں اس سے آپ کی والدہ برانگیختہ ہوتیں تو فرماتے امی جان میرے لئے یہ دعا کر "تجھ پر اللہ راضی ہو" راقم کو مخاطب ہو کر خان صاحب نے فرمایا۔ "کہ تم تو وارثوں والے ہو آپ کا تو کوئی ساتھ بھی دے گا۔ آپ یہاں رہ کر اصلاح و اتحاد اور شرعی کاموں کے نفاذ کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔"

مولانا کے حالات میں آچکا ہے کہ خانصاحب کے بڑے بھائی غلام محمد خان گولا نے کہا کہ آپ ہم سے شریعت پر چلنے کا اصرار کیوں کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا جناب آپ اپنے گلے میں زنار (جنیوں) لٹکالیں میں آپ سے کچھ کہنے کا نہیں یہ بات خان صاحب نے مجھے متعدد بار سنائی ملتقط

اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و خرم رکھے اور آپکی نیک تمناؤں کو پورا کرے۔ آمین ثم آمین۔ "تمت بالخیر"

اعجاز الصرف

شریف ، نفیس اور دقیق ، مواد لغت کی معرفت کا ضامن ، علوم اسلامیہ کی مہارت و ممارست کے حق میں بمنزلہ مدار علم صرف ہے ۔ مذکورۃ الصدر کتاب اس سلسلہ کی ایک اچھی ثقافتی کوشش ہے ۔ ائمہ عربیہ مثلاً امام ابو بشر سیبویہ ، شیخ ابو عثمان مازنی ، استاذ ابو علی فارسی ، ادیب ابن قتیبہ ، الموستنی ابو الفتح عثمان ابن جنیؒ ، علامہ ابو القاسم زمخشری ، فاضل احمد بن محمد میدانی ، ابن قطاع لغوی ، جامع عبد المجید صافی ، دیگر اس فن کے اسلاف اور انکی کتب نادرہ سے اس میں استفادہ کیا گیا ہے ۔ جدید طرز کے جامع مشرح قواعد اور ابواب ضروریہ کا مکمل استقصا کیا گیا ہے ۔ اس کی تعلیلات خود مستقل کتاب کی حیثیت رکھتی ہیں ۔ ان میں قواعد کا پورا عطر کھینچ لیا گیا ہے ، اوزان مشکلہ ، صدہا صیغ قرآنی اور ادبی اور ان کا عجیب و غریب حل اس کتاب کی خصوصیات ہیں ۔ غرضیکہ اس کا ہر ایک باب فنی استقصا کا مظہر اتم ہے اجراء و مشق کے نئے گر اور دیگر بہت بڑے فوائد کی حامل کسی ادب کے پیاسے ۔ قوانین کے شائق ۔ تعلیلات کے ماہر ، صیغوں کے متلاشی فن کے نکتہ رس کو اس کتاب سے استغناء نہیں ہو سکتا ۔

جسکے بارے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نے فرمایا

" راقم حقیر نے بعض وجوہ سے ایسی مختصر اور جامع کتاب اس فن میں آج تک نہیں دیکھی " ۔

حضرت الاستاذ مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی رائے یہ ہے ۔

" اعجاز الصرف کے مطالعہ سے میں علم التصریف کے اور اس فن شریف کے غرائب سے "

حضرت مولانا محمد موسیٰ خان الروحانی بازی فرماتے ہیں ۔

" نہایت مفید ، محقق ، جامع ، لطیف ، کافی ، شافی اور وافی کتاب ہے " ۔

تالیف :- ابو امداد محمد عیسیٰ خان دگرمانی ، تونسوی ، مفتی و مدرس مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ

چشمۂ حیات

سوانح مولانا محمد بخش گورمانیؒ متوفی ۱۳۴۱ھ

حصہ اوّل

جس میں آپ کی درویشانہ اور زاہدانہ زندگی کے عجیب وغریب واقعات، قومی وعلاقائی رسم ورواج، انگریزی قانونِ وراثت اور عدالتوں کے خلاف آپ کی کوششیں، احیائے شریعت کے سلسلہ میں آپ کی حکمت عملی اور مساعی جمیلہ، آپ کے ہاتھوں محکمہ قضائے شرعیہ کا انعقاد، آپ کے اسلامی جرأت وحمیت کے چھوڑے ہوئے نقوش، طالب علمی سے وفات تک کی عبرت آموز زندگی کے

حالات درج ہیں

مرتب وجامع
محمد عیسیٰ گورمانی تونسوی مفتی و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر: شعبہ نشر واشاعت دار العلوم محمدیہ لیتڑی جنوبی (تونسہ ڈیرہ غازیخان)